ہفت وار

الامین

میرٹھ

چندہ سالانہ
مبلغ چھ روپیہ
ششماہی
۳ر

جلد نمبر ۳ | ۲۱ صفر سنہ ۱۳۶۵ھ بروز جمعہ مطابق ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۴۶ء | قیمت فی پرچہ ۱؍

سنہ ۱۹۴۵ء

سال گذشتہ ایک تاریخ کے طالب علم کی نظر میں ایک بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس سال کے آخر میں واقعات نے ایسی صورت اختیار کرلی جسکی وجہ سے بہت سی الجھنیں دور ہوگئیں، اور یوں بھی جو لوگ زندگی سے سبق لینا چاہتے ہیں، اُن کا فرض ہے کہ وہ گذرے ہوئے واقعات کا تجزیہ کریں۔ اور کسی نتیجہ پر پہنچیں۔

اس سال کا سب سے اہم واقعہ جنگ کا خاتمہ ہے۔ یورپ اور ایشیا دونوں پر اس جنگ کا اثر ہوا۔ دونوں براعظم اس جنگ کا میدان تھے۔

جنگ کا خاتمہ

شروع شروع میں لوگوں کا خیال تھا کہ جرمنی ان بڑے بڑے ممالک سے مقابلہ نہیں کرسکیگا۔ لیکن فرانس کی شکست کے بعد لوگوں کے خیالات بدلے اور یہ خیال کیا جانے لگا کہ اب انگلستان مقابلہ نہیں کرسکتا۔ روس کے میدان میں آنیکے بعد بھی لوگ کچھ غیر مطمئن تھے۔ لیکن جب امریکہ بھی جنگ میں کود پڑا تو جنگ کا خاتمہ آنکھوں کے سامنے آگیا ادھر روس نے غیر معمولی بہادری سے کام لیا اور ایک ایک انچ زمین کیلئے لڑائی ہوئی۔ آخرکار جرمنی کو شکست تسلیم کرنی پڑی اور اسطرح یورپ کی جنگ کا خاتمہ ہوگیا۔ لیکن ایک بات قابل غور ہے اور وہ یہ کہ آخری وقت تک جرمنی میں کوئی بغاوت نہیں ہوئی یہ بات کہ جرمن قوم ہٹلر سے خوش نہ تھی شاید صحیح نہ تھی۔ اب جرمنی پر روس، امریکہ۔ انگلستان اور فرانس کا قبضہ ہے۔ انگریزی علاقہ میں اسکولوں میں انگریزی زبان پڑھنا طالب علموں کیلئے ضروری ہے۔ وہ سبق جو ہندوستانیوں کو پڑھایا گیا وہ جرمنوں کو بھی یاد کرایا جا رہا ہے۔

ایٹم بم۔ ادھر ۱۱۱۱ ابھی جنگ سے نہیں ہٹا تھا۔ اس نے انگریزی حکومت اور ڈچ حکومت کا۔ ایک حصہ اپنے قبضہ میں کر رکھا تھا۔ ایشیا کے یہ پست قد پیلے آدمی کافی لڑاکا ثابت ہوئے۔ جنگ طول پکڑ رہی تھی۔ امریکہ میں کچھ ماہرین سائنس نے جوہری بم (اٹیم بم) ایجاد کیا اس بم کا استعمال جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر کیا گیا۔ صرف دو چھوٹے چھوٹے بموں نے پورے شہر تباہ کر دئے۔ ہزاروں آدمی مر گئے اور شہر راکھ کا ڈھیر ہو گئے۔ کوئی ملک یہ نہیں چاہتا کہ اس ملک کے بچے اور عورتیں ہزاروں کی تعداد میں مرجائیں، جاپان نے ہتھیار ڈالدئے اور اب اس ملک پر امریکہ کا قبضہ ہے۔ جاپانیوں کو بھی ہماری طرح پالتو بنانے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ ان کی صنعت۔ دولت اور تجارت ختم ہوچکی ہے، اور امارت بھی، بادشاہ کا خزانہ اور اختیارات دونوں چیزیں اب امریکہ جاچکی ہیں۔ کم ازکم اب تجارت کے میدان میں ایک حریف کی کمی ہوگئی۔

سان فرانسسکو کانفرنس

جنگ کے اختتام کے بعد تمام اتحادی ممالک کی ایک کانفرنس ہوئی۔ لوگ کہتے ہیں کہ کچھ مسائل حل ہوگئے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس جنگ میں سب سے دلچسپ بات یہ ہوئی ہے کہ جو حصہ جس کے ہاتھ پڑا وہ اس کو دبا کر بیٹھ رہا ہے۔ یہ کانفرنس اس مسئلہ کو حل نہیں کرسکی، بلکہ بڑی طاقتیں اپنے حلقۂ اثر کو بڑھانے کی فکر میں لگ گئیں۔

انڈونیشیا اور انڈوچائنا

جاپان کے خاتمہ کے بعد جاپان کی سلطنت کا سوال آیا۔ جاپان کے آس پاس جزائر ہند (انڈونیشیا) ہیں۔ ان جزیروں پر ہالینڈ کی حکومت تھی۔ یہاں کے باشندے زیادہ تر مسلمان ہیں۔ ان کی تہذیب اور تمدن ہندوستانیوں سے ملتا جلتا ہے۔ جاپان کے خلاف جنگ کے دوران میں جب یہ علاقہ اس کے قبضہ میں تھا۔ اتحادیوں نے ان لوگوں کو خفیہ طریقہ پر ہتھیار پہنچائے اور آزادی کا جوش ان میں پیدا ہوا۔ جب جاپانیوں کو شکست ہوئی تو انہوں نے اپنے ہتھیار ڈالدئے۔ اور ان لوگوں نے آزادی کا اعلان کردیا۔ ڈاکٹر احمد سوکارنو نے ایک آزاد جمہوریت کا اعلان کیا۔ یہ بات ہالینڈ اور ان کے مربی انگریزوں کو پسند نہ آئی، اور انہوں نے قیدیوں کی رہائی کے بہانے سے جاوا پر حملہ بولدیا۔ ڈاکٹر سوکارنو نے کہا کہ میں قیدیوں کو تمہارے سپرد کردوں گا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ تم ہالینڈ سے صلح کرو۔ اور لڑائی بند کرو۔ اب وہاں لڑائی جاری ہے۔ سیام اور ہندچینی میں فرانس اسی طرح وہاں کے لوگوں پر ظلم کر رہا ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ انگریز کس طرح دوسرے ممالک کی حکومت کے لئے لڑ رہے ہیں۔ کیا یہ اپنی حکومت کے لئے نہیں لڑینگے؟

ایران اور ترکی

ایران میں ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ آذربائیجان کے علاقہ میں بغاوت ہوئی حکومت ایران نے بغاوت دبانے کیلئے فوج بھیجنا چاہی لیکن روس نے فوج کو روک لیا۔ اب یہ علاقہ ایران سے الگ ہوگیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں پر جمہوریت پسندوں کی آزاد حکومت قایم ہوگئی ہے۔ خدا کرے کہ یہ حکومت واقعی آزاد ہو اور روس کی داشتہ لونڈی نہ ہو۔ بات دراصل یہ ہے کہ روس ایران پر اپنا اثر قایم رکھنا چاہتا ہے دنیا کو یہ دن بھی دیکھنا تھا کہ ایک ایسا ملک جو شہنشاہیت کے خلاف ہو دوسرے ملکوں کو غلام بنائے اب اس کی نگاہیں ترکی کی طرف ہیں۔ کچھ حصہ مانگا بھی گیا ہے۔ ہندوستان میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو روس کے کام کو آسان بنانا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ چنانچہ اس نے اب ترکی حکومت کے مظالم کی داستانیں سنانا شروع کردیا ہے۔

باقی دیکھو صفحہ ۲ کالم ۱ کے نیچے

الامین

چند مختصر باتیں

۱۔ خاکساروں کا موجودہ الیکشن میں حصہ لینے کا مقصد یہ ہے کہ ہم یہ پیغام اخوت، تنظیم اور عمل کا ہندوستان کے ہر شہر اور قریہ کے کونہ کونہ میں پہنچا دیں۔ اس پیغام کو عملاً قائم کریں اور مسلمان قوم کی ایک صحیح با شعور و با عمل جماعت مضبوط بنیادوں پر قائم کریں۔

عوام کی جماعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چند وہ لوگ جنہیں عوام کے مسائل، مشکلات، طریق زندگی، تباہی کے وجوہات، ان کے ارادے اور حوصلوں کا کوئی شعور یا علم نہیں ہے، عوام کے نام سے دیکر ان کو اپنا ہمنوا کر لیں، بلکہ

عوام کی جماعت کی تعریف یہ ہے کہ اس میں مسلمان عوام کی اقتصادی، معاشرتی، اور اخلاقی فلاح کا تعمیری پروگرام اسلام کے بنیادی اصول اور قومی روایات کے مطابق عمل میں لایا جائے۔

۲۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسلمان قوم کی قسمت کا فیصلہ الیکشن کے نتیجہ پر انگریز کرے گا، ہمیں یقین ہے کہ مسلمان قوم کی تقدیر کا فیصلہ اُنکے کردار اور عمل کے مطابق ان کا خدا کریگا ہم اسی فیصلہ کی خاطر اپنی تمام جدوجہد کر رہے ہیں الیکشن اور اس کے نتائج مسلمانوں کے اقل قلیل حصہ سے واسطہ رکھتے ہیں مسلمان ملت سے اُن کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔

۳۔ ہم روز اول سے اسی مقصد کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں کہ مسلمانوں میں اطاعت اور تنظیم، اخوت اور مساوات، خدمت اور رواداری، نیکی اور مضبوطی، صبر اور قربانی کی خصوصیات پیدا ہوں۔ از روئے قرآن ہمارا یقین ہے کہ یہ فلاح کا سیدھے سے سیدھا راستہ ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ اس ایمان اور اخلاق کے بغیر کوئی سیاسی یا معاشری مقاد حاصل نہیں ہو سکتا، خدا کی بات اٹل ہے باقی سب شیطان کا دھوکہ ہے، اسی حقیقت کو قائم کرنے کے لئے ہم برابر جانی اور مالی قربانیاں کرتے آئے ہیں، سرحد، یو۔پی، اور پنجاب کے شہیدوں نے اپنے خون سے اسی حقیقت کی شہادت دی ہے۔

ہمارا سیاست میں حصہ لینا اسی اسلامی زندگی کو زیادہ وسیع پیمانہ اور زیادہ بنیادوں پر قائم کرنے کی خاطر ہے گویا ہمارے سیاسیات میں حصہ لینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم سیاست کے نظریہ ہی میں انقلاب پیدا کر دیں، سیاست کے معنی ہی بدل دیں، فرنگی سیاست اور اسلامی سیاست کا یہ فرق واضح کر دیں کہ فرنگی سیاست مکر و فریب، جھوٹے وعدوں اور بے بنیاد امیدوں کا ایک جال ہے، گورنمنٹ لیڈروں کو فریب دیتی ہے کہ الیکشن سے ان کو طاقت حاصل ہو رہی ہے، ان سے جھوٹے وعدے کرتی ہے اور ان کو سبز باغ دکھاتی ہے، لیڈر خاص و عام کو یہ فریب دیتے ہیں کہ الیکشن سے ملک اور قوم کو آزاد سلطنت حاصل ہو جائے گی۔ اسلام زندہ ہو جائے گا۔

اسلامی سیاست کی بنیاد انفرادی اور اجتماعی کردار اور عمل پر ہے، جو لوگ بغیر سوچے سمجھے چلاتے پھرتے ہیں، کہ اسلام میں مذہب اور سیاست ایک ہیں اور اس مکاری سے اسلام کو ختم کر رہے ہیں کہ فرق کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

۴۔ الیکشن میں حصہ لینا اسی نئے پروگرام کو چلانے کیلئے ہے ہمارا کام نہ الیکشن سے شروع ہوا ہے۔ نہ الیکشن پر ختم ہوتا ہے جماعت کوئی ہم کرتا ہے ورنہ کئی برس کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ جان اور مال کی قربانی کا صلہ ہے، ایک تماشہ کیلئے ڈگڈگی بجا کر بھیڑ جمع کرنے کو جماعت نہیں کہتے۔ ایسی بھیڑ قائم نہیں رہ سکتی۔ اس میں فساد اور شکست کے عناصر لازماً موجود ہیں۔ آجتک خود غرض، تن آسان لڑنے والے آدمیوں نے کوئی جماعت نہیں بنائی ہمیں اس وقت بھی کام کرنا ہے جب چند دن کی رونق ختم ہو کر دوسرے اپنے اپنے گھر جا کر سو جائینگے۔ ہمیں اپنے ایمان اور عمل سے قوم میں نئی روح اور نئی زندگی پیدا کرنی ہے۔

۵۔ ہماری کامیابی کی علامت ایسی ہی جماعت کا وجود اور قیام ہے، اس الیکشن میں کامیابی یا ناکامیابی ہمارے کام کا معیار نہیں ہے، وہ اور جماعتیں ہیں جو الیکشن سے زندہ ہوتی ہیں اور الیکشن سے مر جاتی ہیں، ہمارے لئے تو یہ الیکشن ایک کھیل ہے، مقصد وہ ہے جو اوپر واضح کیا گیا ہے۔

۶۔ آئین ملک کی موجودہ سیاسی فضا میں ایک کوشش ہے کہ مختلف جماعتوں کے مفاد صحیح طور سے معلوم کئے جائیں اور نیک نیتی سے ان مفاد کی ضمانت کی جائے۔ یہ ملک کی موجودہ فساد آرائیوں میں ایک تعمیری کوشش ہے، آئین ٹکٹ پر دستخط کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دستخط کرنے والا ایک نیک کام میں ہم سے تعاون کرنے کا عہد کرتا ہے، اسکی جماعت سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں ہے۔

۷۔ خاکسار اس نکتہ کو سمجھ لیں کہ ہمارا مقولہ ہے ہمہ اور با ہمہ ہے "کوئی پارٹی ہماری دوست نہیں ہے" کیونکہ کوئی پارٹی اس پروگرام پر عمل پیرا نہیں، جو ہم نے ملک اور قوم کے سامنے پیش کیا ہے، اسی طرح وہ یہ بھی سمجھ لیں کہ قوم کا کوئی فرد ہمارا دشمن نہیں ہے۔

ہم جو کسی آدمی کے پاس اپنا پیغام لیکر جاتے ہیں تو اس حیثیت سے نہیں کہ وہ کانگریسی ہے یا لیگی ہے یا احراری ہے، یا جمعیت کا فرد ہے، یا سنی ہے، یا شیعہ ہے، بلکہ محض مسلمان سمجھکر۔ ہمیں کسی سے کوئی سیاسی کشمکش نہیں کرنی ہے، کسی پارٹی سے بیکٹ نہیں کرنے ہیں، محض ملکر یہ سوچنا ہے کہ مسلمانوں کو فلاح کی خاطر کس قسم کے اخلاق اور کردار کی ضرورت ہے اور وہ کیونکر پیدا کیا جا[illegible]۔

۸۔ ہماری بالآخر کامیابی کی ضمانت یہ ہے کہ ہم حق پر ہیں، ہمارے مخالف بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کوئی مسلمان اپنے قرآن کی رو سے، کوئی سمجھدار آدمی دنیا کی تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے اس حقیقت سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، ضرورت محض اس بات کی ہے کہ ہم اس رسی کو مضبوطی، استقلال اور صبر و باہمی رابطہ اور اتحاد کے ساتھ پکڑ لیں۔

دوسری ضمانت یہ ہے کہ ہم میں مخلص کارکن موجود ہیں جو انتہائی ایثار کے لئے تیار ہیں، وہ صرف زبان کر یہ نہیں کہتے کہ وقت آنے پر سینہ پر گولیاں کھائیں گے۔ بلکہ انہوں نے واقعی سینوں پر گولیاں کھائی ہیں، اور اب بھی دن رات اپنے آپ کو مٹی میں ملا کر قوم کی خاطر انتہائی قربانیاں دے رہے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اس بات کا ارادہ کر چکے ہیں کہ قوم میں بقدر استطاعت اصلاح پیدا کرکے رہیں گے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ایسے مخلص کارکن اور کسی جماعت میں موجود نہیں ہیں۔

خاکسار و! اسی یقین اور ایمان کے ساتھ برابر جدوجہد کرتے رہو اور بالآخر کامیابی تمہاری ہو گی۔

جنگ کے بعد

جنگ ختم ہو گئی لیکن امن بہت دور ہے، ابھی تو باضابطہ طور پر مختلف ممالک میں صلح بھی نہیں ہوئی، شکست خوردہ قومیں زہر کا پیالہ پی چکیں، لیکن فاتح قوموں کی شراب بھی بہت تلخ ہے۔

جرمنی کو چار علاقوں میں تقسیم کرکے اُنکا انتظام روس برطانیہ امریکہ اور فرانس کے سپرد کر دیا گیا ہے، جاپان کا انتظام امریکہ ہی کے ہاتھوں میں ہے، لیکن اس کے متعلق فاتح اقوام میں بہت چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ مفتوح قوموں کے متعلق پروگرام بہت کچھ حسب ذیل ہے۔

(۱) ان قوموں کی سیاست یا مذہب کو جنگ کا ذمہ دار ٹھیرا کر انکا قلع قمع کرنا، مثلاً جرمنی میں نازی پارٹی اور نازی

(باقی صفحہ ۲ پر)

صنعتی پروگرام

پشاور میں میاں احمد شاہ صاحب الیکشن کے کام میں منہمک تھے، لیکن ان کا دل مطمئن نہ تھا، کہتے تھے کہ مسلمان "زندہ باد" اور "مردہ باد" میں پھنستے جا رہے ہیں، اُدھر تمام صنعتی کاروبار میں دوسری قومیں ترقی کر رہی ہیں، وہ کہتے تھے کہ صوبہ سرحد میں صنعت کے لئے عمدہ مواقع ہیں، اکبر قریشی صاحب کا بھی یہی خیال تھا، یہ دونوں بزرگ تجربہ کار اور مخلص کارکن بھی ہیں اور صاحب مال بھی، چاہتے ہیں کہ ایک صنعتی پروگرام اپنے صوبہ میں جاری کریں، اس کا خاکسار تحریک سے براہ راست کوئی تعلق نہ ہوگا، ان کے خیال کی تشریح اور اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار ہم کسی آئندہ اشاعت میں تفصیل کے ساتھ کریں گے۔

اس وقت صرف واقعات کا ضمنی تذکرہ مقصود ہے تاکہ ہمارے ناظرین بھی سوچ بچار شروع ہو جائے، اور دوسری تجویزیں بھی ہم تک پہنچیں۔

راولپنڈی میں دو نوجوان طالب علموں سے ملاقات ہوئی، جو [illegible] تحریک کی وجہ سے تعلیم ناراض ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہمارے مکان سے نکل جا، یہ خوبصورت جوان بہت پریشان تھے، حتیٰ کہ ان میں سے ایک نے تو نیوی میں بھرتی ہونے کا ارادہ کر لیا تھا، میں نے ان کو بتایا کہ اگر وہ خود کسی کارخانہ میں دستکاری سیکھ لیں تو یہ ممکن ہے کہ آزادانہ طور پر روزی بھی مل جائے اور وہ تحریک کے مستقل کارکن بھی بن جائیں، خدا کا شکر ہے کہ ایک نازپروردہ لیکن اولوالعزم جوان صالح دوسرے ہی دن مستری منظور کے نکل کے کارخانہ میں کام کرنے لگا، میری دلی دعائیں اس کے ساتھ ہیں

دیدہ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا میروی

یہ صنعتی پروگرام کا دوسرا پہلو ہے، اس کی تشریح اور باہمت جوانوں کی کہانی، انہیں کی زبانی آپ آئندہ سنیں گے،

اختر حمید

تعمیر اور تخریب

بعض جگہ الیکشن کا بھوت خاکساروں کے سر بھی سوار ہو گیا ہے، مثلاً لاہور میں پولنگ اسٹیشن پر مسلم لیگیوں کی طرح لاؤڈ اسپیکر لگا کر شور مچا رہے تھے، اور مردان میں کانگریسیوں کے مقابلے پر خوب نعرہ بازی ہو رہی تھی، مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے، خاکسار دوا کہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارا مقصد تعمیر ہے نہ تخریب نہیں ہے، قوم کے اخلاق کو بنانا ہے، بگاڑنا ہرگز نہیں ہے، تم الیکشن کے بلڑ میں بھی اپنی امتیازی شان قائم رکھو، لوگوں کو تحریک کے اصول بتاؤ، اور سپاہیانہ تنظیم کے ساتھ بتاؤ کہ تم نیکی کے سپاہی ہو اور مجاہد بننا چاہتے ہو، اور اپنی قوم کو بھی خاکسار بنانا چاہتے ہو، تمہارا طریقہ کار دوسری پارٹیوں کی طرح تخریب نہیں ہے، بلکہ تعمیر ہے، لہذا خاموشی سے نکلو اور ایک ایک تنہا در گاؤں میں پھیل جاؤ۔ ایک ایک ووٹر کو اپنی تحریک کے سچے بنیادی اصول سمجھاؤ، تحریک کے چند سال کے عمل کی داستان سناؤ، اپنے اصول اور پروگرام کی اصل حقیقت سمجھاؤ کہ ایک ایک مسلمان کو اپنی صف میں شامل کرنے کی کوشش کرو، سمجھانا تمہارا کام ہے، جو تمہاری بات نہیں سنتا اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤ، وہ جانے اور اس کا خدا جانے،

غم مت کرو کہ امیر اور پڑھے لکھے تمہاری طرفداری کم کرتے ہیں، سچی بات، نیک بات، موجودہ نظام کو الٹ دینے والے پروگرام کو شروع شروع میں امراء، اور زردار اور شرفاء اور علماء قبول نہیں کیا کرتے غریب اور سادہ دل قبول کرتے ہیں، محاذ پنجاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ خاکسار تحریک غریبوں اور سادہ دلوں کی ہے، چلو، وہ تمہارے منتظر بیٹھے ہیں، اُن تک پہنچو ــــ سامنے بیٹھے ہیں وہ بس دیکھنے کی دیر ہے، میں نے آنکھیں بند کر لیں ورنہ پردہ کچھ نہیں،

اختر حمید

تردید

کچھ دن ہوئے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ محترم یونس منصور راولپنڈی سے چک لالہ دورہ پر جا رہے تھے کہ ان کے تانگہ سے فوجی لاری کا تصادم ہوا اور وہ جاں بحق ہو گئے، یہ خبر بالکل بے بنیاد ہے، جن بدخواہ آدمیوں نے یہ جھوٹی افواہ اڑا کر خاکسار دوستوں کو اس قدر رنج پہنچایا، ہمیں ان سے شکایت نہیں، ایسے بیہودہ افعال ان کا شیوہ بن گئے ہیں، ادارہ الامین خدا کا شکر ادا کر کے یہ تردید شائع کرتا ہے۔ ایڈیٹر

چشم عدو میں کھٹکو تم [illegible] کی طرح پیارے ہو مجھ کو گلشن و گلزار کی طرح
تیرے عدو صفت میں ہیں خفاش و شپرک اور تیرا نور مہر ضیا بار کی طرح
غازی ہو تم [illegible] آزاد زندہ ہیں جو جہان میں مردار کی طرح
وہ چور بنکے لوٹنے ملت کو آئے ہیں اور تم کھڑے ہو شحنۂ جبار کی طرح
وہ قحط اور وبال کی مانند چھائے ہیں اور تم اُٹھے ہو ابر گہر بار کی طرح
فضل خدا سے صیقل ایمان پاؤ گے چمکو گے دست دہر میں تلوار کی طرح

مٹ جائیں گے تمہارے عدو خواب کی مثل
اور تم رہو گے طالع بیدار کی طرح

[illegible]

اختر حمید

چودھری صاحب

ایک گاؤں کے خاکسار نے ہمیں یہ دلچسپ قصہ سنایا ـــ، چودھری صاحب اپنے الیکشن کے سلسلہ میں موٹر پر سوار ہو کر اس کے گاؤں میں تشریف لائے۔ آپ ذیلدار ہیں، یعنی انگریزی حکومت کے پنج درجہ کے کاسہ لیس، شراب نوش اور زناکار ہیں، خاص طور پر زنا کے تو اس قدر شوقین ہیں کہ ایک مرتبہ چند سال کی سزا بھی بھگت چکے ہیں لیکن ہیں روپیہ والے قسمت کے دھنی، چنانچہ ایک بڑی پارٹی نے اپنا ٹکٹ ان کو عطا کیا ہے کہ وہ اس حلقہ کے مسلمانوں کے نمائندہ بنیں اور اسلام کو ہندوؤں کے ترنے سے بچائیں، اور آزاد اسلامی سلطنت کے قیام میں مدد دیں، چودھری صاحب مسجد میں پیر صاحب کی خانقاہ پر پہنچے نہایت ادب سے سلام کیا، قدمبوسی اور دستبوسی کی، جیب سے دس روپے کے دو نوٹ نکالے اور چپکے سے

پیر صاحب کے زانو کے پیچھے کھسکا دئے، پھر بولے، مجھے ــــــ کے پیر صاحب (یہ بہت ہی بڑے پیر ہیں) نے حکم دیا ہے کہ الیکشن میں کھڑا ہو جاؤں آپ دعائے خیر فرمائیے۔" پیر صاحب نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائے خیر کی، اور کہا کہ مولوی خدا بخش سے بھی دعا کرا لیجئے۔ چودھری صاحب وہاں ہو پہنچے پانچ روپیہ مولوی صاحب کو پیش کئے، "بچوں کی مٹھائی کے لئے ہیں، میرے لئے دعا کیجئے"، مولوی صاحب نے دعائے خیر کی، وہیں معلوم ہوا کہ آج میراں شاہ کی لڑکی فوت ہو گئی ہے، مولوی صاحب ابھی اس کے جنازے سے فارغ ہو کر آئے ہیں۔ چودھری صاحب نے موقع غنیمت جانا اور سیدھے میراں شاہ کے گھر پہنچے اور فاتحہ خوانی کی، پھر بولے، "میں بھی کھڑا ہو گیا ہوں، میرے لئے دعا کرنا۔" چنانچہ میراں شاہ نے بھی ہاتھ اٹھا دئے "اللہ خیر کرے گا، اللہ خیر کرے گا" اب چودھری صاحب ٹیلے پر چڑھ کر موٹر کی طرف چلے، ان کا بھتیجا چند قدم پیچھے خاکسار کے ساتھ تھا، چودھری صاحب کو ہانپتا دیکھ کر بولا، "یہ زانی ہے، اس کے وجود میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ ٹیلے پر چڑھ سکے"

بقیہ مضمون صفحہ ا

ترکی اور ایران کا یہ انجام انکی قومیت کی تحریک کا نتیجہ ہے، اسلام کی رسی کو کاٹ کر جو انہوں نے یورپ کے طرز پر چھوٹی چھوٹی حکومتیں بنائی تھیں، ایک دوسرے سے آزاد اور بے پرواہ، اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا، آپ غور کریں کہ عراق۔ شرق اردن، شام، فلسطین، مصر، مراقش۔ ایران۔ ترکی۔ افغانستان وغیرہ الگ الگ کیا ہیں۔ ایک دو کو چھوڑ کر باقی سب غلام ہیں۔ لیکن اگر یہ سب اس بلند مقصد کی خاطر جس کو اسلام کہتے ہیں ملجاتے اور آج روس میں بہت سارے ملک ایک مقصد کی خاطر مل گئے ہیں۔ تو کیا یہ ایک بڑی طاقت نہ ہوتے ۱۹ اور پھر خود روس میں اور چین میں اور ہندوستان میں کروڑوں مسلمان بستے ہیں۔ کیا اس بڑے اتحاد کے ہوتے ہوئے روس اور دوسرے ممالک کی یہ ہمت ہوتی کہ اس دبدبہ دلیری سے دعویٰ کرے،

وزیروں کی کانفرنس

خیال تھا کہ انگلستان اور امریکہ کے وزیر خارجہ جو ماسکو میں روس کے وزیر سے مل رہے ہیں ایران کے سوال کو اٹھائینگے۔ لیکن ان لوگوں نے اس سوال کو اٹھایا ہی نہیں اور سوال کرتے بھی کیسے۔ خود ان سے سوال ہو سکتا تھا کہ آپ جہاں آپ کا اثر ہے کیا کر رہے ہیں ہندوستان میں، جاوا میں اور چین میں، یہ لوگ کچھ بیکار باتیں کر کے رخصت ہو گئے اور بیان یہ شائع ہوا کہ گفتگو کامیاب رہی۔

چین

جاپان کی شکست کے بعد چین کو بہت سا حصہ مل گیا ہے۔ لیکن خود چین کے اندر دو گروہ ہیں۔ ایک چین کی حکومت اور دوسرے کمیونسٹ۔ یہ دونوں گروہ اس نئے حصہ پر اپنا اثر چاہتے ہیں۔ اس بنا پر خانہ جنگی ہو رہی ہے، امریکہ چاہتا ہے کہ چین پر اس کا اثر ہے اور روس چاہتا ہے کہ اس کا۔ روس ظاہر طور پر حکومت چین کا طرفدار ہے، اس سے ایک صلحنامہ بھی ہو گیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اسکی ہمدردیاں کمیونسٹوں سے ہیں۔ امریکہ کے صدر ٹرومین نے اعلان کیا ہے کہ خانہ جنگی بند ہونی چاہیئے اور اب صلح کی بات چیت ہو رہی ہے، اور امریکہ کے سفیر کو پنچ مقرر کیا گیا ہے۔

شملہ کانفرنس

جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ مسٹر چرچل کی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ ہندوستان میں ایک کانفرنس ہو۔ کانگریس کے رہنماؤں کو جیل سے رہا کیا گیا اور ایک تجویز پیش کی گئی کہ اگر ہندو اور مسلمان اگر متحد ہو جائیں تو مرکز میں ایک عارضی حکومت قائم ہو جائے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے سیاست داں جمع ہوئے لیکن یہ تماشہ بھی اور تماشوں کی طرح ختم ہو گیا کانگریس یہ بات ماننے کیلئے تیار نہیں تھی کہ وہ صرف ہندوؤں کی جماعت ہے اور مسلم لیگ اپنے علاوہ اور دوسری مسلمانوں کی جماعتوں کو تسلیم نہیں کرنا چاہتی تھی۔

الیکشن

ولایت میں لیبر پارٹی کی جیت ہوئی تو انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ ہندوستان میں الیکشن کا اعلان کیا۔ اب الیکشن ہمارے سامنے لڑے جا رہے ہیں۔ ان الیکشنوں میں خاکسار بھی حصہ لے رہے ہیں۔

آزاد ہند فوج

آجکل آزاد ہند فوج کا بہت چرچا ہے ایک مقدمہ بھی لال قلعے میں ہوا جس نے کافی شہرت حاصل کی۔ کوئی ایماندار آدمی اُن لوگوں کی ایمانداری اور نیت پر حملہ نہیں کر سکتا۔ یقیناً وہ بہادر اور وطن سے محبت رکھنے والے نوجوان ہیں۔ ان پر مقدمہ چلا کر انگریزوں نے اپنے خلاف لوگوں کو اور زیادہ کر لیا۔ ملک کے اندر اس بات سے بہت جوش پھیلا اور کئی جگہ پولیس نے مجمعوں پر گولیاں چلائیں۔ کلکتہ میں

(باقی دیکھو برصفحہ ۶ کالم ۳ پر)

بقیہ مضمون صفحہ ۵

کہ خود برطانیہ حیران ہے کہ کیا کیا جائے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن، مصر والے برطانیہ کے اقتدار سے تنگ آ چکے ہیں۔ اب عرب ممالک میں اپنا اقتدار قایم رکھنے کیلئے آخری امید عرب لیگ سے ہے۔ یورپ میں روس کے اقتدار کے سامنے برطانیہ پسپا ہو رہا ہے، ابھی یونان میں اپنے قدم جمائے ہوئے ہے، اور کوشش یہ ہے کہ مغربی یورپ میں اپنا مضبوط حصار قایم کر لے، چنانچہ فرانس اور ہالینڈ کو دشمنی کی پینگیں انڈوچین اور انڈونیشیا میں بڑھ رہی ہیں، اور کوشش یہ ہے کہ ان ملکوں کی شہنشاہیت کو مضبوط کیا جائے، فرانس اور ہالینڈ اپنی کمزوری کے احساس سے اپنی محکوم قوموں سے تعلقات میں اور بھی سخت ہو گئے ہیں، فرانس کی شمالی افریقہ شام اور انڈوچین میں حرکات ایک خونی داستان ہیں۔ برطانیہ فرانس پر بھی ظاہر کر دیتا ہے کہ بغیر برطانیہ کی مدد کے فرانس بالکل کمزور ہے، اور فرانس کی مدد بھی کرتا ہے، یہی پالیسی ہالینڈ کے ساتھ ہے

انڈونیشیا میں جو وہاں کے رہنے والے اپنی آزادی کے لئے جہاد کر رہے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے، یہ اسلامی ملک بیک وقت ہالینڈ اور برطانیہ سے برسر پیکار ہے، ظاہر ہے کہ انکے پاس غنیم کے مقابلہ میں اسلحہ اور دیگر مادی ذرائع کی کمی ہے، لیکن قوم میں عزم ہے، اتحاد ہے، بے مثال قربانیاں دینے کی صلاحیت ہے، برطانیہ کو یہ بھی فکر ہے کہ اگر انڈونیشیا والوں نے اپنی آزادی حاصل کر لی تو یہ شہنشاہیت کی تاریخ میں ایک خطرناک باب ہوگا اور اس کا اثر دوسری محکوم قوموں پر بہت برا پڑے گا۔

یہ آزادی کی لہر کم وبیش اکثر محکوم ممالک میں پائی جاتی ہے، اور حکمران قومیں کبھی ان تحریکوں کے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر اپنا اقتدار قایم کرنا چاہتی ہیں، کبھی ان کی کھلم کھلا مخالفت کر کے ان کو نیست و نابود کرنا چاہتی ہیں۔

ہندوستان میں بھی ایک بے چینی ہے۔ لیکن خدا بھلا کرے سیاسی فراست کے ان ٹھیکیداروں کا، جن کی ذرا ذرا سی باتوں پر قانونی بحثیں ختم نہیں ہوتیں انگریز کا دم دوں پر یقین متزلزل نہیں ہوتا، جو قوم میں عمل اور قربانی کی صلاحیتوں کو پیدا کرنا فعل عبث سمجھتے ہیں، جن کا تمام عمل الیکشن لڑانا ہے جن کا مقصد انگریز کے دربار میں اپنے الیکشن کے ذریعہ آزمائے ہوئے وقار کو قایم رکھنا ہو اور جنکی زبانیں کچھ دن سے انشاء اللہ، اسلام، عمل، اتحاد اور تنظیم کے الفاظ

بقیہ مضمون صفحہ ۲

ذہنیت کو ختم کرنا اور جاپانیوں میں شنٹو مذہب کی مناسب کانٹ چھانٹ،

(۲) ان قوموں کے با اقتدار طبقوں کو ختم کرنا، ان طبقوں میں سیاسی رہنما، جنگی افسر اور عام طور سے دماغی کام کرنے والے لوگ شریک ہیں۔

(۳) ان ملکوں کی صنعت کو ختم کرنا، کیونکہ نہ ان میں صنعت ہوتی نہ جنگ کا حوصلہ کرتے۔

(۴) ہر طریقے سے شکست کی ذلت کا احساس دلانا تاکہ ان کا غرور ٹوٹے۔

(۵) ان پر افلاس کی مار مارنا، ان کی دولت کو ان سے چھین لینا، دولت پیدا کرنے کے ذرائع کو ختم کر دینا وغیرہ وغیرہ

(۶) ان کو مناسب تعلیم دینا تاکہ وہ جانور سے آدمی بنیں،

(۷) انہیں سیاسی پارٹیاں بنانا تاکہ یہ قومیں جو عرصہ دراز سے اپنے حاکموں کی غلام تھیں اب پہلے پہل شکست کی برکت سے آزادی کا گرانقدر تحفہ حاصل کریں،

غرض بہت کچھ وہی پروگرام ہے جو مفتوح ممالک میں چلایا جاتا ہے، سماجی بنیادوں کو بدلنا، افلاس، نئی ذہنی تربیت اور جمہوریت کے ادارے، ہمارے ملک کے باشندے اس پروگرام سے اچھی طرح واقف ہیں، یہاں یہ پروگرام دو سو برس سے نہایت شاندار کامیابی سے چلایا جا رہا ہے،

دیکھنا یہ ہے کہ جرمنی اور جاپان کس حد تک اس پروگرام کو قبول کرتے ہیں۔

اٹلی کا ذکر ہی فضول ہے، مسولینی کا اقتدار تو ایک عارضی اور اتفاقی حادثہ تھا، ورنہ وہ قوم ہمیشہ مہذب تھی، فاقہ مستی نے اس تہذیب کو اور بھی .. سنوار دیا، اور جو کچھ خامیاں مسولینی کی وجہ سے پیدا ہو گئیں تھیں، وہ انشاء اللہ اب دور ہو جائینگی۔

جرمنی اور جاپان کے ہٹ جانے کے بعد مشرق اور مغرب میں ایک خلا پیدا ہو گیا، یہ خلا کس طرح پُر ہو؟ تین بڑی اتحادی طاقتیں، روس اور امریکہ اور برطانیہ اسی فکر میں ہیں یہ قومیں اس بات میں تو متفق ہیں کہ دنیا میں امن قایم ہو، یہ بھی سمجھتی ہیں کہ امن کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں، لیکن عالمگیر امن کے حصے بخرے کرنے میں ذرا کشمکش ہے، خوف یہ ہے کہ کہیں امن کا زیادہ حصہ کسی رقیب کے پاس نہ چلا جائے، ایک اس بات کی بھی شکایت ہے کہ دوستی میں ایک دوسرے سے راز چھپانا کیا معنی رکھتا ہے، مثلاً روس کو شکایت ہے کہ ایٹم بم بنانے کا راز اس سے کیوں چھپایا جاتا ہے، حالانکہ دنیا کے تمام امن کا دار و مدار ایٹم بم پر ہی ہے، امریکہ نے سنا ہے کہ روس کو قرضہ دینے کی شرط یہی یہ لگا دی ہے کہ وہ امریکہ کو اپنی صنعتی ترقیوں (اٹم) سے باخبر رکھے۔

امریکہ کو اپنی دولت پر ناز ہے، وہ تمام ملکوں کو قرضہ دے سکتا ہے، امریکی سرمایہ داری کو اعتماد ہے کہ اگر بین الاقوامی تجارت پر سے تمام رکاوٹیں ہٹالی جائیں تو اس میں فائدہ اسی کو ہوگا۔ گذشتہ صدی میں جب برطانیہ صنعتی انقلاب میں سب سے پیش پیش تھا تو اس کا ایمان بھی یہی تھا کہ بین الاقوامی.. تجارت پر کوئی پابندی نہ رکھی جائے، چنانچہ برطانیہ کو قرضہ دینے میں، ایک شرط یہ بھی ہے کہ برطانیہ اپنے اکثر ان حقوق اور رعایتوں سے دست بردار ہو، جو اپنی عظیم الشان سلطنت کی وجہ سے بین الاقوامی تجارت میں اس کو حاصل ہیں۔

ایٹم بم سے زیادہ خطرناک امریکی سرمایہ داری کی یہ دھمکی ہے کہ اگر کوئی ملک اس کی مرضی کے مطابق حکومت اور دولت کے ذرائع کا انتظام نہیں کرے گا تو امریکہ اس کو کوئی اقتصادی رعایتیں یا امداد نہیں دیگا

اکثر ترقی یافتہ ممالک غیر ترقی یافتہ ممالک پر ایک خاص احسان کرتے ہیں، غیر ترقی یافتہ ممالک میں دولت کے ذرائع تو ہوتے ہیں، لیکن ان سے کام لینے کے لئے روپیہ نہیں ہوتا۔ ترقی یافتہ ممالک ان کو قرضہ دیتے ہیں، ان کے دولت کے ذرائع کو بروئے کار لاتے ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ یہ قرضدار ان کے سیاسی، اقتدار اور اقتصادی رعایات کے شکنجے میں دب جاتا ہے، چنانچہ امریکہ کی بھی اقتصادی شہنشاہیت مشرق وسطیٰ اور مغرب کی سمت میں اپنے قدم مضبوطی سے جما رہی ہے۔

مشرقی ایشیا میں جاپان کے ہٹ جانے سے ایک عجیب صورت حالات پیدا ہو گئی ہے، وہاں اپنے اثر اور اقتدار جمانے کیلئے دو دعویدار ہیں، روس اور امریکہ، اور یہ رسہ کشی کا کھیل چین کی سرزمین پر جاری ہے، اور چین کا مال و جان، چین کا ملکی اتحاد اس تماشہ کے اخراجات میں صرف ہو رہا ہے،

روس اپنے چاروں طرف کے ممالک میں اپنا اثر پھیلا رہا ہے، وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ روس اپنے حصار کو مضبوط کر رہا ہے، معلوم نہیں کس غنیم کے خلاف؟ پھر دوسری بات یہ ہے کہ اپنے پڑوسیوں سے دوستانہ تعلقات رکھنا تو شرافت کا اولین فرض ہے، اور روس چاہتا ہے کہ اپنے پڑوس کے ممالک سے دوستانہ تعلقات رکھے ظاہر ہے کہ یہ دوستی دو برابر ہونے کی دوستی ہو سکتی ہے، اگر کوئی پڑوس کا ملک آسانی سے اس دوستی کو قبول کر لیتا ہے تو اس کے لئے بہتر ہے ورنہ روس زبردستی بھی دوستی کروا سکتا ہے۔ جیسے ایران اور چین میں۔

پولینڈ میں روس کی پسندیدہ حکومت ہے برطانیہ جس گھوڑے پر داؤ لگا رہا تھا وہ میدان سے نکل گیا۔

یوگوسلاویہ، رومانیہ اور بلغاریہ میں روس کی پسندیدہ حکومتیں ہیں، ترکیب یہ ہے کہ اپنی فوجیں ملک میں رکھ کر اور اپنا پروپگنڈہ پھیلا کر عوام کی اکثریت کو طوعاً و کرہاً اپنا طرفدار بنا لیا جائے۔ اور پھر جمہوریت کا تماشہ یعنی الیکشن کے ذریعہ سے وہاں مناسب حکومت قایم کر دیجائے۔

روس کو اس طرح کھیلنے کے فن میں کمال حاصل ہے۔ روس عوام سے اپیل کرتا ہے، برطانیہ کا سیاسی راجاؤں نوابوں اور قوموں کے امرا سے واسطہ رہا ہے، اب یہ طبقہ ہر ملک میں اپنا اقتدار کھوتا جا رہا ہے اور اسلئے برطانیہ کا پروپگنڈا روس کے مقابلہ میں مات کھا رہا ہے، روس کا پنجہ آگے سے بہت نرم ہوتا ہے اس کے پیچھے اس کے ناخن چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک طرف اشتراکیت کے اصولوں کی تبلیغ ہوتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ روس کے آہنی ناخن ہوتے ہیں، اس سختی اور نرمی کی باہمی آمیزش سے روس کا اقتدار نہایت سرعت سے پھیلتا ہے اور اس کی گرفت بہت مضبوط ہوتی ہے۔ روس کی یورپ کے وسطی ممالک میں جو شاطرانہ چالیں ہیں ان کے مقابلہ میں برطانیہ کی ہند ایشیا اور انڈونیشیا میں حرکات بھدی اناڑی پن کی ہیں۔

جن ممالک میں براہ راست اقتدار قایم نہیں ہوتا وہاں ایک جماعت اپنی ہم عقیدہ قایم کی جاتی ہے۔ اور یہ جماعت آزادی، جمہوریت اور اشتراکیت کے نام پر اور روس کی اخلاقی اور مادی امداد سے آگے بڑھتی ہے اور کمزور قومی حکومتوں کو اور بھی کمزور کرتی ہے اور روس کے اقتدار کو بڑھاتی ہے، یہ کھیل ایران میں کھیلا جا رہا ہے، یہی کھیل چین میں بھی کھیلا جا رہا ہے۔ وہاں دقت یہ پڑ رہی ہے کہ ایک حریف مقابل بھی موجود ہے

ایک طرف روس اور ترکی کے معاملات ایک زمانہ سے انتہائی طور پر نازک ہو رہے ہیں، برطانیہ اپنے اقتدار کو قایم رکھنے کی سخت کوششوں میں مصروف ہے، لیکن برطانیہ کا اقتدار جتنے چھپکے تھے وہاں برطانیہ کی گرفت کمزور ہو رہی ہے۔ امریکہ کے مقابلہ میں بین الاقوامی تجارت میں برطانیہ کمزور پڑ رہا ہے، یہ قرضہ جو امریکہ سے لیا ہے اس کی شرط کے طور پر اپنی ہی سلطنت میں اپنے حقوق اور رعایتوں سے ایک حد تک دست بردار ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ عرب کے ممالک میں بھی امریکی سرمایہ داری کے پاؤں جمتے جا رہے ہیں،

ایران میں روس کا اقتدار بڑھتا آ رہا ہے۔ فلسطین کی حالت غلط پالیسیوں کی وجہ سے ایسی نازک ہو گئی ہے

(باقی بر صفحہ ۴)

ہاپوڑ کی تقریر

اختر حامد خاں کی تقریر جو ہاپوڑ کے اجتماع میں ۵ جنوری کو دی گئی۔

خاکسار تحریک کا مقصد
الیکشن کے بارے میں ایک غلط فہمی۔
نمائندگی۔

ہاپوڑ کے بہادر خاکسارو! اور مسلمانو!

آج میں تمہارے سامنے اسلئے کھڑا ہوا ہوں کہ کچھ سچی باتیں ایمانداری سے تمہارے سامنے بیان کردوں۔ چند باتیں جن پر میں نے غور کیا ہے اور چاہتا ہوں کہ تم بھی غور کرو۔ اس وقت تمہارے گرد و پیش ایک ہنگامہ ہو رہا ہے۔ ہر جماعت اور ہر طبقہ کے آدمی تمہارے سامنے اپنی اپنی باتیں بیان کرتے ہیں۔ بڑی دھوم دھام ہوتی ہے۔ تم لوگ شوق سے سننے جمع ہوجاتے ہو اس امید پر کہ شاید کوئی کام کی بات بتائی جائے، ایسی بات جو دل میں گھر کر جائے، جسکا ہماری روزانہ زندگی سے کوئی تعلق ہو۔

ایک عام خیال ہے کہ اس الیکشن کی جیت اور ہار کا اثر ہماری زندگی پر بہت گہرا پڑے گا، اور ہماری قسمت کا فیصلہ اس الیکشن میں ہوجائے گا۔

دوستو! ہمارے ملک میں لوگ ابھی مذہب کی تعلیم کو سمجھے نہیں ہیں، ان کو معلوم ہے کہ ایک قوم کی قسمت کا فیصلہ اسمبلی میں نہیں بلکہ خدا کے دربار میں ہوتا ہے، ان کو معلوم ہے کہ وہی قوم اس دنیا میں کامیاب اور سربلند ہوتی ہے جو خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چل رہی ہے، اور وہی قوم غلام ہے جس نے اس راستہ سے منہ موڑ کر شیطانی راستہ کو اختیار کیا ہے۔

اسمبلی اور کونسلوں کو انگریز نے تھوڑی بہت طاقت دیدی ہے، تھوڑے سے اختیارات دئے ہیں، جو ہمارے حاکموں نے اس لئے دیدئے ہیں کہ کہیں غلام بہت زیادہ تنگ آکر بگڑ نہ اٹھیں، ان اختیارات سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جن کے دل میں عوام کی خدمت کا جذبہ ہو، جو تمہارے دکھ درد سے واقف ہوں۔ اور جن کے سامنے خدمت اور اصلاح کا ایک پروگرام ہو۔ اور سب سے زیادہ ضروری یہ کہ جن کی اخلاقی حالت مضبوط ہو۔

اخلاق کے جو عام طور سے معنی لئے جاتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ہم ایک دوسرے سے اچھی طرح پیش آئیں۔ لیکن ہم جب اخلاق کا لفظ پیش کرتے ہیں تو اس میں بہادری، سچائی اور نیکی کی صفات کو شامل کرلیتے ہیں۔ اسلامی اخلاق کے یہی معنی ہیں۔

تم اس بات کو خوب سمجھ لو کہ اسمبلیوں کے اندر اور انکے باہر صرف وہی لوگ تمہاری خدمت کرسکتے ہیں جو تم سے واقف ہیں تمہارے پاس اٹھتے بیٹھتے ہیں، تمہاری خوشی اور غمی میں شریک ہیں،

اپنی ملت کا جائزہ لو، تم دیکھو گے کہ مسلمانوں میں نوے فیصدی سے زیادہ غریب ہیں۔ نوے فیصدی سے زیادہ وہ ہیں جن کا حکومت کی نوکریوں سے کوئی تعلق نہیں، جو کبھی اسمبلیوں میں جانیکی خواہش نہیں کرتے، انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ وہاں کیا ہوتا ہے، ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو پڑھے لکھے نہیں، اور محنت مزدوری میں اپنا سارا وقت گذارتے ہیں۔ انہیں بہت کم معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور وہ یہ نہیں سمجھتے کہ آخر ان کی یہ خراب حالت کیوں ہے۔

تم غور کرو کہ ایسی غریب اور فاقہ مست امت کی نمائندگی بھی وہی لوگ کرسکتے ہیں جو ایمانداری سے اس فکر میں لگ جائیں کہ یہ فاقہ مستی کس طرح دور ہو جو اپنے اوپر مصیبت اسلئے اٹھائیں کہ ملت میں سمجھنے اور سوچنے کی صلاحیت پیدا ہو جو اپنی زندگی کو رفاہ عام کیلئے، لوگوں کے فائدہ کیلئے، اسلئے کہ ایک گری ہوئی قوم پھر اٹھے وقف کردیں۔

مسلمانو! کبھی تم نے غور کیا کہ آخر کیوں تمہاری ملت اس بلند مقام سے گرگئی۔ کیوں خدا نے تم پر عزت کی بجائے ذلت مسلط کردی؟ کیوں تمہارے دلوں میں بہادری کی بجائے خوف نے گھر کرلیا؟

ایک قوم میں برائی اوپر سے شروع ہوتی ہے اور اچھائی نیچے سے، جب اس قوم کے امیر، سمجھ رکھنے والے اور عزت دار لوگ خود غرض اور آرام طلب ہوجاتے ہیں، جب یا تو کم سے یا اسوجہ سے کہ انہیں حق کو پانے کی صلاحیت نہیں رہتی، خود بھی غلط راستہ اختیار کرلیتے ہیں اور دوسروں کو بھی غلط راستہ پر چلنے کی نصیحت کرتے ہیں، تو وہ قوم ذلیل ہوجاتی ہے جس قوم میں ایسے لوگ کافی تعداد میں ہوجاتے ہیں اس کی تباہی یقینی ہے۔

اور اچھائی نیچے سے شروع ہوتی ہے، امیر اور باعزت لوگ اس پیغام حق کو اسلئے قبول نہیں کرتے کہ وہ اپنے ماحول سے مطمئن ہوتے ہیں اور اس نئی لہر یا حرکت سے ان کی دکان سرد پڑتی ہے، لیکن غریب اور فاقہ مست اس کو قبول کرتے ہیں اور اس طرح آہستہ آہستہ اصلاح ہوتی ہے اور آخرکار ایک گری ہوئی قوم زندہ ہوجاتی ہے۔

تم اپنی تاریخ پر نظر ڈالو، تم دیکھو گے کہ تمہارے امرا نے کس قدر اپنے آپ کو اسلامی معیار سے گرالیا ہے، انہیں کسقدر برائیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ حکومت کی خوشامد اور آپس کی دشمنی میں وہ اپنی ملت کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں۔

اب ہمارا فرض کیا ہے؟ ان لوگوں کا فرض کیا ہے جو چاہتے ہیں کہ ایک دفعہ پھر مسلمان باعزت ہوجائیں، انکے دلوں کے کینے اور ڈر نکل جائیں، وہ بہادر اور بھائی بھائی بن جائیں؟

ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی زندگی کو ایک مثال بنائیں، بیسویں صدی میں لوگوں کے سامنے اسلامی اخلاق، رواداری، بہادری اور جوانمردی کا نمونہ پیش کریں۔ ایک دفعہ پھر اگر ضرورت ہو تو امام حسین کی طرح اپنے خون سے خدا کے مالک ہونے کی شہادت دیں اور لوگوں کو نیکی اور ایمانداری کی تلقین کریں، مومن ہونے کا جو دعویٰ کریں اسکو واقعی خدا کا بندہ بنائیں، لوگوں کی خدمت کریں، انکا دکھ درد سمجھیں اور ان کی مصیبتوں میں انکے شریک ہوجائیں۔

اس نیک کام میں ہماری مخالفت ہوگی، حکومت کی طرف سے، کیونکہ حکومت نہیں چاہتی کہ ایک غلام قوم ابھرے، ان لوگوں کی طرف سے جن کا موجودہ نظام میں فائدہ ہے، چونکہ وہ خود غرض ہیں، کچھ لوگ نیک نیتی سے مخالفت کرینگے، انکی مخالفت غلط فہمی پر مبنی ہوگی جو ہمارے عمل سے دور ہوجائیگی۔

ہمیں مخالفت کی پرواہ نہیں۔ کیونکہ ہماری اپنی غرض نہیں ہے، ہم کو اللہ پر بھروسہ ہے، وہ ہماری مدد کرے گا۔

بقیہ مضمون صفحہ ۴ کالم ۲

بقیہ مضمون صفحہ ۴ کالم ۲

خاکسار عبدالسلام ہمارا ایک مجاہد گولی کا نشانہ ہوا۔ نوکا جیش مجمع کے آگے آگے تھا۔ خاکسار عبدالسلام پر مقدمہ ... بیجتے ہیں یہ مقدمہ کافی کمزور ہے،

نتیجہ

ہمارے گرد و پیش جو واقعات ہورہے ہیں ان سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ ایک قوم یا ملت اپنے پیروں ہی پر کھڑی ہوسکتی ہے اور صرف خدا اور اپنی قوت پر بھروسہ کرسکتی ہے، دوسری بات یہ کہ یہ جنگ بھی اور دوسری جنگوں کی طرح تھی، بلند بانگ وعدے اور اصول بے حقیقت تھے۔ اس جنگ کی وجہ بڑی قوموں کی خود غرضی اور مادہ پرستی تھی اسکے علاوہ اور کچھ نہیں۔

خاکسار تحریک کا لٹریچر

۱۔ خاکسار نظریات۔ انگریزی ۔۔۔۔ ۸/
۲۔ پاکستان کسطرح حاصل ہو۔ انگریزی ۸/
۳۔ خاکسار تحریک اور اس کا پروگرام۔ انگریزی ۸/
۴۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ اردو ۸/
۵۔ نمائندگی اور اتحاد، انگریزی ۱/
٦۔ خاکساروں پر اعتراض، اردو ۲/

مدیر: اختر حامد خاں (عبدالرؤف خاں پرنٹر و پبلشر نے بھاسکر پرنٹنگ پریس میرٹھ میں چھپوا کر دفتر الامین بیگم باغ میرٹھ سے شائع کیا)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۲...

[illegible]

چندہ سالانہ
ہفتہ وار
مبلغ چھ روپیہ
ششماہی
عہ

جلد ۲ نمبر ۱۲ میرٹھ ۔ بروز جمعہ ۴ اپریل ۱۹۴۷ء فی پرچہ ا۔

دنیا ہماری نظر میں

"ادارہ"

(۱)

روس کے دارالسلطنت ماسکو میں امریکہ، برطانیہ، روس اور فرانس کے نمائندے بیٹھے ہوئے جرمنی کیساتھ صلحنامہ کیے شرائط پر غور اور بحث کر رہے ہیں۔ اسبات پر تو اتحادی طاقتیں متفق ہیں کہ جرمنی دوبارہ طاقتور نہ ہو لیکن یہ بھی سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جرمنی بالکل ختم نہیں ہو سکتا، اب ہر ایک اپنے اپنے مفاد کو سامنے رکھکر سوچ رہا ہے کہ جرمنی کا کیا کیا جائے۔ روس کو یہ خدشہ ہے کہ کہیں برطانیہ اور امریکہ کے قدم یورپ کے براعظم پر مضبوطی سے نہ جم جائیں۔ امریکہ اور برطانیہ کو خطرہ ہے کہ کہیں روس کا اثر اور اقتدار مغرب کی طرف پھیلتا نہ چلا آئے۔ روس چاہتا ہے کہ جرمنی کی مرکزیت قایم رکھی جائے اور اسکی صنعتوں کو ختم کر دیا جائے۔ امریکہ اور برطانیہ چاہتے ہیں کہ جرمنی کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ایک وفاقی نظام وہاں قایم کر دیا جائے اور صنعتوں کو بدستور جاری رکھا جائے، فرانس کا مطالبہ ہے کہ سار کے علاقہ پر فرانس کا قبضہ ہو جائے اور روہر، میں بین الاقوامی بندوبست ہو جائے۔ غرض جرمنی کے مہرہ کو ہر شاطر اپنی طاقت مضبوط کرنے کے لئے اور حریف کو کمزور کرنے کے لئے چلنا چاہتا ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف الزامات ہیں، الزامات کی صفائیاں ہیں۔ بحثیں ہیں،

(۲)

اس گفتگو کے شروع ہونے سے پہلے ہر ایک طاقت نے اپنی اپنی پوزیشن مضبوط کر لی ہے۔ برطانیہ اور فرانس میں عہدنامہ ہو چکا ہے کہ ایک دوسرے کی ہر وقت امداد کریں گے، ادھر روس نے پولینڈ سے تجارتی اور فوجی معاہدہ کر لیا ہے۔ باوجودیکہ ایک نام نہاد مجلس اقوام متحدہ موجود ہے اور ہر قوم اسی انجمن کی قسم کھاتی ہے لیکن کوئی قوم اسقدر بیوقوف نہیں کہ اس انجمن پر بھروسہ کرکے اپنے آپ کو مضبوط رکھنے کی طرف سے غافل ہو جائے۔ ہنگری سے فوجیں ہٹانے سے پہلے روس نے یہ کوشش کی کہ وہاں اسکا اقتدار مضبوطی سے جم جائے۔ امریکہ نے مطالبہ کیا کہ ہنگری کے معاملات کی تفتیش کی جائے۔ روس نے صاف انکار کر دیا۔ روس نے کوشش کی کہ چین کے معاملات کی تفتیش کی جائے، امریکہ اور برطانیہ نے صاف انکار کر دیا کیونکہ وہاں امریکہ کی ہمنوا حکومت روس کے حاشیداروں کو ختم کر رہی ہے۔

(۳)

ذرا اس سے اور بلند سطح پر آیئے۔ روس مغرب میں پولینڈ۔ رومانیہ۔ بلغاریہ وغیرہ ممالک میں اپنے نظام قایم کر رہا ہے، اپنا اثر نافذ کر رہا ہے، اور اپنا سیاسی اور اقتصادی اقتدار قایم کر رہا ہے، ایشیا

ماسکو اور نئی دہلی

کے ممالک بھی خصوصاً مشرق کے قریب کے ممالک اسکے اثر سے محفوظ نہیں ہیں۔

برطانیہ اپنی مشکلات میں گرفتار ہے۔ اسکو اپنی معاشی حالت درست کرنی ہے۔ آدمیوں کی کمی ہے، روپیہ کی کمی ہے، وہ دنیا میں جگہ جگہ اپنی فوجیں نہیں رکھ سکتا، مشرق قریب کے ممالک خصوصاً فلسطین ومصر اسکے خلاف کافی جذبہ اور مواد موجود ہے۔ اٹلی کی شمالی افریقہ میں جو نوآبادیات تھیں انکا بھی کچھ طے نہیں ہوا ہے۔ برطانیہ ہر لحاظ سے بجائے پھیلنے کے سکڑتا جا رہا ہے۔ یونان میں وہ بہت دن تک اپنی فوجیں نہیں رکھ سکتا۔ اور برطانیہ کی طاقت کے ہٹنے پر اندیشہ یہ ہے کہ روس کا اثر ان علاقوں پر نہ پھیلے۔

گذشتہ جنگ میں برطانیہ بگڑ گیا۔ امریکہ بن گیا۔ امریکہ کی اقتصادی حالت بہت مضبوط ہے۔ ہر قسم کی اشیاء کی بہتات ہے۔ دشمن کو فنا کرنے کیلئے ہر قسم کی فوجی طاقت ہے۔ ایٹم بم ہے۔ دولت ہے۔ طاقت ہے اور دنیا پر حکومت کا ارادہ ہے۔

امریکہ کو اسبات کا احساس ہے کہ دنیا کے اکثر علاقوں میں مفلسی اور تباہی پھیلی ہوئی ہے اسلئے یہ بھی گمان ہے کہ اس صورت حالات سے بہت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ دور دور کی قوموں کو خصوصی تجارتی سہولتیں حاصل ہیں انکو ختم کیا جا سکتا ہے، ملکوں میں کمزوریوں کی طاقت کو کمزور کیا جا سکتا ہے اور ڈالر کی مدد سے اپنا تجارتی جال دور تک پھیلایا جا سکتا ہے۔

جاپان پر امریکہ کا قبضہ ہے۔ بحرالکاہل کے جزائر سے اپنا قبضہ ہٹانے کا اسکا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ یونان اور ترکی میں اپنا قدم مضبوطی سے جما دیا ہے۔ اور وہ قریب قریب تمام دنیا میں برطانیہ کے مقبوضہ ہوئے اقتدار کا وارث بن چکا ہے۔ برطانیہ وقت کا تقاضہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ سکڑے۔ امریکہ تقدیر کا اشارہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ پھیلے۔

اب دنیا میں دو بڑی طاقتیں ہیں روس اور امریکہ۔ آزادی اور جمہوریت کے نام پر امریکہ روس کا مقابل بنکر میدان میں آچکا ہے، یونان اور مشرق قریب میں اسنے روس کے خلاف اپنے حصار مضبوط کر لئے ہیں، اندازہ یہ ہے کہ اپنی دولت اور طاقت کے بل بوتے پر دوسرے ایشیائی ممالک میں بھی اپنی طاقت بڑھائیگا۔

برطانیہ کی طاقت قریب قریب ختم ہو چکی ہے۔ خود مزدور جماعت میں دو رجحانات صاف نمایاں ہیں، ایک ان لوگوں کا رجحان ہے جو برسرِ حکومت ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ برطانیہ روس کے خلاف امریکہ سے زیادہ نزدیک آتا چلا جائے، دوسرا رجحان ان لوگوں کا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ کہیں برطانیہ امریکہ ہی کی ایک ریاست نہ بنجائے۔ اور اسبات پر زور دیتے ہیں کہ برطانیہ روس سے نزدیک تر ہو جائے اور دونوں صورتوں میں خطرہ یہ ہے کہ کہیں زیادہ نزدیک آنے کا نتیجہ یہ نہ ہو کہ برطانیہ کا ایک مضبوط طاقت کی حیثیت سے بالکل خاتمہ ہو جائے۔

(۴)

یہ ہے تمام دنیا کا نقشہ، اور اس نقشہ میں ہمارے ملک اور ہماری قوم کو اپنی جگہ بنانی ہے۔

ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ ہندوستان برطانیہ ہی کی سلطنت میں ایک خود مختارانہ منصب حاصل کر لے، جسطرح کناڈا، جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا ہیں خواہ یہاں ایک ہی مرکز رہے یا کئی مرکز ہو جائیں۔ اسطرح برطانیہ میں از سرنو ایک جان آجائیگی یا ہندوستان سے انگریزی کی گرفت ڈھیلی ہو جائے اور یہاں بدامنی، فسادات، آپس کے کشمکش اور تصادم اور زیادہ پھیلتے چلے جائیں اور پھر دنیا کی دوسری بڑی طاقتیں بھی ہندوستان میں ہوسناک دلچسپی لینے لگیں۔ یا ہندوستان میں جو ریاستیں قایم ہوں وہ بالکل آزاد اور خود مختار ہوں، اور اس دنیا میں ایک مستقل اور آزاد مقام اپنے لئے پیدا کریں اور تمام دنیا کی طاقتوں کے توازن کو اپنا فائدہ ہوں۔ غرض ہندوستان اور ہندوستان کی قوموں پر تمام دنیا کا مستقبل بہت حد تک منحصر ہے۔

اور ہندوستان کی جو کچھ حالت ہے اور یہاں کی قومیں جو آپس کی کشمکش دوچار ہیں نئی دہلی میں ایشیائی ممالک کی ایک کانفرنس ہو رہی ہے۔ اس کانفرنس میں کتنی جان ہے اسکا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ (۱) کوئی سیاسی پروگرام یا سیاسی مقصد اس کانفرنس کے سامنے نہیں رہ سکتا ہے، ہر ملک اپنی اپنی الجھنوں میں، اپنے اپنے مسئلوں میں گرفتار ہے اور (۲) خود ہندوستان ہی کے بہت سے لوگ اس کانفرنس میں شریک نہیں ہیں۔

یہ ہے ایشیائی ممالک اور ہندوستان کی کیفیت!

الامین

دورِ نو

ملک کے حالات اسقدر جلد جلد بدل رہے ہیں، اور بدلتے ہوئے حالات اسقدر اہم نتائج پیدا کرنے والے ہیں کہ ہر فرد کے لئے گہری فکر اور مناسب عمل کرنا ایک فرض ہے جو اسکو اپنی خاطر، اپنی قوم کی خاطر، اپنی تاریخی روایات کی خاطر، اپنی آنے والی نسلوں کی خاطر پورا کرنا ہے، قوموں کی زندگی میں اور دنیا کی تاریخ میں وقت مختلف رفتار سے حرکت کرتا ہے، کبھی قرنوں تک حالات ایک ہی طرح چلتے رہتے ہیں، زمین اور آسمان ہیں کہ بدلتے ہی نہیں، اور کبھی چشم زدن میں صدیوں کے فیصلے ہو جاتے ہیں۔ ہم جس دور سے گذر رہے ہیں وہ ایسا ہی اہم دور ہے، وقت اپنی کروٹ بدل رہا ہے، تاریخ اپنا ورق پلٹ رہی ہے، اس کشمکش سے کہیں گریز نہیں، ہم ایک کندھے پر گذشتہ صدیوں کی امانت کا بوجھ لیکر اور دوسرے کندھے پر آئندہ صدیوں کی زندگی کا بوجھ لیکر زمانہ کے سخت سیلاب میں کھڑے ہوئے ہیں۔ ہمیں یا قدم استوار رکھکر اس سیلاب کا منہ موڑنا ہے۔ یا پھر تنکوں کی طرح اُلجھتے ہوئے ٹکراتے ہوئے، اس سیلاب پر ایک مبہم اور غیر یقینی مستقبل کی طرف بہنا ہے،

سیاست کا ایک دور ختم ہو چکا، وہ دور جس میں انگریز اپنی چالیں چلتا تھا، اور اس غلام ملک کی مختلف جماعتیں زور تو میں اسکا بنایا ہوا کھیل کھیلتی تھیں اور اس سے اپنے لئے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتی تھیں۔ سیاست کا عام حالات سے تعلق بس اسقدر تھا کہ لوگوں کی رائیں اپنی موافقت میں کر لی جائیں اور سیاست کا عام حالات پر اثر بس اسقدر تھا کہ اس کوشش کے سلسلہ میں عوام کے دلوں میں مختلف قسم کے جذبات اور تعصبات پیدا ہو جاتے تھے۔ واقعات کچھ اہم نہ تھے، اور سیاست ان سے کھیلتی تھی، یہ کھیل اب بھی جاری ہے سیاست کا واقعات پر اثر اب بھی پڑتا ہے، لیکن اب قابل غور بات یہ ہے کہ واقعات کس طرح سیاست پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ انگریز کی ہندوستانیوں سے گفت و شنید کرنے اور ہندوستان سے چلے جانے کا اعلان کرنے سے زیادہ اہم وہ واقعات ہیں جنہوں نے انگریز کو ایسا قدم اُٹھانے پر مجبور کیا۔ لیگ اور کانگریس اکالیوں کی سیاست سے زیادہ اہم وہ واقعات ہیں جو ہندو مسلمان اور سکھوں کے آپس کے تعلقات سے جگہ جگہ پیدا ہو رہے ہیں۔ اب واقعات کی مجبوری نے سیاست کا رخ ہی بدل دیا ہے اب ہر قوم اور ہر جماعت کے سامنے اہم اور ٹھوس مسائل ہیں جنکو ایک نئی ذمہ داری کے ساتھ حل کرنا ہے۔

جب سیاست واقعات سے کھیلتی رہتی ہے تو وہ سیاست کا آئینی دور ہوتا ہے، جب واقعات سیاست کا رخ پلٹ دیتے ہیں تو وہ سیاست کا انقلابی دور ہوتا ہے۔ سیاست کا آئینی دور ختم ہو چکا، سیاست کا انقلابی دور شروع ہو رہا ہے۔

ہمیں معلوم نہیں کہ اس ایک سال میں آئینی سیاست کیا رنگ بدلے، اور تمام بحث و مباحثہ اور رد و کد کے بعد کیا طے ہو، اور سیاست کا موجودہ مثلث کیا صورت اختیار کرے، ہمیں معلوم نہیں کہ جون ۱۹۴۸ء کے بعد برطانیہ اور ہندوستان کے کیا تعلقات ہوں، ہمیں معلوم نہیں کہ ہندوستان کے کن کن علاقوں میں مسلمانوں کو اختیار کلی حاصل ہوں، کن کن علاقوں میں ہندوؤں کو، ہمیں معلوم نہیں کہ اختیارات کلی کے کیا معنی ہوں گے۔ لیکن ایک بات ہم کو معلوم ہے، وہ یہ کہ ان واقعات کا جو آجکل پیش آ رہے ہیں سیاسی فیصلوں پر گہرا اثر پڑیگا۔ ہندوستان کے مستقبل کی ظاہری صورت کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ مسئلہ کہ اس ملک میں مسلمانوں کو کس طرح رہنا ہے، خواہ وہ اقلیت کے علاقوں میں ہوں یا اکثریت کے علاقوں میں ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو ہمیں خود حل کرنا ہے، اور اس مسئلہ کو حل کرنے میں ہر فرد کو حصہ لینا ہے۔ اس مسئلہ کو محض یہ کہکر ٹال دینا کہ سیاست اسکو بھی حل کر دے گی غلط ہے۔ یہ گمان کہ اقلیتی علاقوں میں مسلمانوں کی حفاظت کی واحد ضمانت اکثریتی علاقوں میں مسلمانوں کے انتقام کا خوف ہے غلط ہے۔ ایک جگہ کمزوری کی مدافعت دوسری جگہ ظلم نہیں ہے۔ ہاں ہمارے سامنے یہ سوال ہے کہ اس ملک میں جہاں مختلف قومیں آباد ہیں مسلمان کسطرح طاقت اور نیکی کیساتھ اپنی زندگی بسر کر سکتے ہیں، آپس میں انکا رشتہ کیا ہو، دوسروں کے ساتھ انکا تعلق کیا ہو۔ وہ زندگی کے مسئلہ اور موت کے راز کو کسطرح حل کریں۔ اپنے حقوق کی حفاظت کسطرح کریں۔ ان حقوق کو منوانے کی ان کے پاس ضمانت کسطرح پیدا ہو۔ اپنے فرائض کو جو ان کے اسلام، ان کی ملت، ان کے وطن، ان کی زندگی نے ان پر عائد کئے ہیں کسطرح پورا کریں۔ اسوقت جبکہ قوموں کے مستقبل کے فیصلہ ہو رہے ہیں مسلمان کسطرح اپنا مستقبل روشن کر سکتے ہیں، کسطرح اپنی زندگی میں اور اپنے ماحول میں ایک انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ جہاں وہ تعداد میں کثیر ہیں وہاں نیکی کی ذمہ داری اور جہاں تعداد میں قلیل ہوں وہاں طاقت کا احساس کسطرح پیدا ہو سکتا ہے۔ کسطرح مسلمانوں کی باہمی اونچ نیچ ہموار ہو سکتی ہے۔ ان کے غریبوں کا حوصلہ کسطرح بلند ہو سکتا ہے، ان کے امیروں کو اپنا فرض پورا کرنے پر کسطرح مجبور کیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کے دل میں ایک یقین اور حوصلہ کسطرح پیدا کیا جا سکتا ہے۔ غرض یہ ایک سوال ہے جو زندگی اور موت کی اہمیت رکھتا ہے، یہ ایک سوال ہے جو سیاست سے بہت گہرا ہے۔ بیشک زندگی سیاست سے بڑی ہے۔

بہت دن سے ہم نے یہ سوال پس پشت ڈالا، بہت دن تک ہم غافل رہے، پوری دو صدیاں ہی غفلت اور غفلت کی یاد داشت میں گذار دیں۔ دو صدی پہلے یہی سوال انگریز کی صورت میں ہمارے سامنے آیا۔ ہم نے اسکا وہ جواب نہ دیا جو ہمارے شایانِ شان تھا۔ پہلی پہلیوں نے قوائے فکری اور قوائے عملی کو معطل کر دیا تھا۔ آج پھر یہ سوال انگریز کے ہندوستان سے چلے جانے کی صورت میں ہمارے سامنے آ رہا ہے۔ آج اگر ہم اس سوال سے اپنی آنکھیں بند بھی رکھیں گے تو یہ زلزلہ بلکہ ہمیں جھنجھوڑ دیگا اور قیامت بنکر ہمارے سر پر ٹوٹ پڑیگا۔ دو صدی پہلے کی غفلت نے دو صدیوں تک ہمیں موت اور زندگی کی کشاکش میں گرفتار رکھا۔ اسوقت کی غفلت نہ معلوم کبتک ذلت اور مسکنت کے زندان میں ہم کو گرفتار کر دے۔

اس کام کے لئے خاموشی، مستقل مزاج، تیز کام ...... اور کثیر التعداد کارکنوں کی ضرورت ہے۔ افسوس!

افسوس! کہ ہماری قوم میں لیڈروں کی کمی نہیں، کارکنوں کا قحط ہے، قومی کام کے تصور سے ہماری نگاہ کے سامنے بازار اور گلیاں، میدان اور مسجدیں، کھیت اور کارخانے اور جھونپڑیاں، مکان اور مکانوں کی نالیاں، ننگے بھوکے آدمی اور انکی مجبوریاں اور مایوسیاں نہیں آتیں بلکہ لوگوں کے ہجوم، جلوس، پلیٹ فارم، تقریریں، اخباروں میں بیانات آتے ہیں۔ جو آدمی آگے بڑھتا ہے بجائے تجربہ اور نظر پیدا کرنے کی کوشش کے، صاحب رائے اور مطاع بننے کی ہوس میں گرفتار رہتا ہے۔ اب تم بتاؤ کہ جب سب کام کرنے والے لیڈر بنجائیں تو کام کون کرے۔ جب سب دوسروں سے کام کروانے والے بنجائیں تو کام کون کرے۔ اور کام کرنے سے ہوتا ہے کروانے سے نہیں ہوتا!۔

ایک عرصہ سے یہی کام پیش نظر ہے۔ یہی فکر دامنگیر ہے۔ ساتھیوں کی قلت اور وسائل کے فقدان کے باوجود اب وقت آیا ہے کہ ہم سب ملکر اکٹھے بیٹھیں اور اپنے اغراض و مقاصد کا اعلان کریں۔ موجودہ حالات کو سمجھیں اور اپنا فرض پہچانیں۔ مختلف جماعتوں اور طاقتوں کے متعلق اپنے رویہ کو واضح کریں۔ اپنے کام کو منظم صورت دیں۔ دیہاتوں میں اور کارخانوں میں اپنے کام کو بڑھانے کی سبیل پیدا کریں۔ طلبا کو اپنے فرض سے آگاہ کر کے اس فرض کو پورا کرنے کے لئے تیار کریں۔ روزانہ پروگرام مرتب کریں۔ غرض عوام کی ایک انقلابی تحریک کی داغ بیل ڈالیں، سیاست کی تہہ سے اتر کر زندگی کی سوتوں کو جاری کریں اور تمام ملک میں اپنے کام کے جال کو پھیلا دیں۔

خدا ہماری اس نازک اور مشکل مرحلہ میں ہدایت کرے۔

بارہ بستی کے دیہات میں ہمارا دورہ

یونس منصور

بہادر گڈھ۔

۲۳ فروری کی شام کو محترم اختر حمید خاں بہادر گڈھ پہنچے۔ عشاء کے وقت مسجد میں وہاں کی جماعت کے سپاہیوں سے ملاقات ہوئی۔ محترم سلیم خاں نے مختصر الفاظ میں تنظیم کی ضرورت بتلائی۔ جماعت میں پندرہ نوجوان حاضر تھے۔ صدیق خاں انہیں فوجی تربیت دیتے ہیں۔

گاؤں کے زیادہ تر لوگ ایک شادی کے انتظام میں مصروف تھے اسلئے دوسرے دن ہم شیر پور پہونچے۔

شیر پور۔

یہاں کے لوگ بھی شادی میں شرکت کی غرض سے بہادر گڈھ گئے ہوئے تھے۔ اس لئے کچھ کام نہ ہو سکا۔ محترم محمود سعید خاں سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ شیر پور میں جماعت قائم کرینگے۔ عصر کے وقت ہم واپس بہادر گڈھ پہونچے۔

۲۲ تاریخ کی صبح کو کچھ بزرگوں کے کہنے سے باراتیوں کے سامنے اختر حمید صاحب نے ایک مختصر سی تقریر کی۔ شادی کی محفل میں انقلاب کی باتیں! اختر حمید صاحب نے کہا کہیں یہ بے محل کی صدا ثابت نہ ہو۔ بہر حال ان کی باتوں کو سب نے پسند کیا۔ دیکھیں ان پر عمل کون کرتا ہے۔

بہادر گڈھ کی جماعت کو ابھی ہم زیادہ مضبوط جماعت نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اگر سلیم خاں اور صدیق خاں نے ہمت اور استقلال سے کام کیا۔ اور بزرگوں نے انکی حوصلہ افزائی کی تو جماعت بڑھیگی۔

وہاں بڑے بارعب اور قابل بزرگ دیکھے۔ ان کی باتیں سنیں، اور خیال ہوا کہ اگلے وقتوں کے یہ لوگ، اب بھی اگر کمر ہمت کس کر کام کیلئے کھڑے ہو جائیں۔ تو شاید ہوا کا رخ بدل سکتے ہیں۔ مگر نہیں، آنے والے نئے انقلاب میں نئی نسل، نیا خون اور نیا جوش ہی صحیح معنوں میں حصہ لے سکتا ہے۔ وہی اسے اپنے حق میں بدل سکتا ہے۔ بزرگ ان کی پیٹھ ٹھونک سکتے ہیں۔ یا اپنی بچی کھچی طاقت سے کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ وہاں کے تنومند اور فہمیدہ نوجوانوں سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ اگر وہ اپنے معاشی اور خاندانی اختلافات نظر انداز کر کے، ملت کی تنظیم کو مقدم سمجھیں۔ اپنے اندر احساس اور ارادہ پیدا کر لیں۔ تو نہایت موثر کام سرانجام دے سکتے ہیں۔

بسی کے شوکت اللہ خاں اور وحید الرحمن خاں بھی یہاں دہیں مل گئے۔ اور تمام دورہ میں ہمارے ساتھ رہے۔ انہیں لیکر ہم گیسو پور پہنچے۔

گیسو پور۔ کپتان ناظم خاں اور ستار خاں صاحب سے بات چیت ہوئی۔ ناظم خاں جی دار اور حوصلہ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں اپنے ماحول کو بدلنے کی صلاحیت بھی ہے۔ اپنے گاؤں میں انہوں نے تنظیم کی کچھ صورت پیدا کر رکھی ہے۔ اب وہاں روزانہ عمل بھی شروع ہو جائیگا۔ کپتان ناظم خاں نے وعدہ کیا۔ کہ وہ نہایت توجہ اور انہماک سے تنظیم کا کام کریں گے۔ جیسا کہ مجھے یقین ہے۔ اگر انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور اپنے ساتھیوں کے اشتراک سے، کام پوری گرم جوشی کے ساتھ شروع کر دیا۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ وہ اس علاقہ کی حالت بدلنے میں بہت کچھ ہماری مدد کر سکیں گے۔

چند یانہ پہنچکر ہم نے رات بسر کی اور صبح دولت پور پہونچے۔

دولت پور۔

یہاں کے رئیس محترم اختر محمد خاں سے کافی گفتگو ہوئی۔ اور دوپہر کے وقت اصلی کام شروع ہوا۔ گاؤں کے مسلمانوں کو جمع کیا گیا۔ شوکت اللہ خاں نے موثر انداز میں اپنے دورہ کا مقصد ان پر ظاہر کیا۔ چالیس کے قریب مسلمان صف میں شامل ہوئے۔ انہیں تھوڑی دیر پریڈ کرائی گئی۔ صف میں شامل ہونے والے مفلس مسلمان تھے۔ جنمیں سے اکثر کو تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا تک میسر نہیں تھا۔ یہی لوگ ہمارے سچے رفیق اور ہمارے کام کی جان بن سکتے ہیں۔ انہیں میں حوصلہ اور خود اعتمادی پیدا کرنی ہے۔ جتنی تسکین ان کے ٹوٹے پھوٹے [illegible] ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں ہوتی ہے۔ جو مسرت ان کی [illegible] باتیں سنکر حاصل ہوتی ہے۔ جو [illegible] اور محبت ان کے بے تکلفانہ رویہ میں جھلکتی ہے — [illegible] ان عالیشان مکانوں میں نہیں ان کی باتوں میں نہیں، ان کے رویہ میں نہیں۔

انہی میں سے ایک نوجوان بندو کو سالار مقرر کیا۔ محترم اختر حمید خاں نے انہیں کچھ ضروری باتیں سمجھائیں اور ہم بجے واپس چندیانہ پہنچے۔

چندیانہ سے متعلق ابھی کام کی کوئی بہتر رپورٹ نہیں دیجا سکتی۔ وہاں کے ایک نوجوان ارشاد نے وعدہ کیا ہے۔ کہ جماعت قایم کریں گے۔ دیکھیں وہ کیا کرتے ہیں۔

بگراسی۔

۲۱ تاریخ کی شام کو ہم بگراسی پہنچے۔ یہاں دو سالار نثار احمد خاں اور مظفر خاں عمل کرا رہے ہیں۔ نثار احمد خاں کے جیش کی پریڈ دیکھی۔ اسمیں اچھے نوجوان حصہ لیتے ہیں ان کی پریڈ کے بعد اختر حمید صاحب نے بچوں کے جیش کو دس منٹ تک پریڈ کرائی۔

عشاء کے بعد مظفر خاں کی جماعت نے پریڈ دکھائی صرف سات دن کی تربیت سے انہوں نے اچھی پریڈ سیکھلی ہے۔ اختر حمید صاحب نے انہیں روزانہ جمع ہونے اور عمل کرنے کا مقصد بتایا۔

دوسرے دن صبح دونوں جماعتوں نے ملکر پریڈ کا مظاہرہ کیا۔ جو کافی اچھا تھا۔ ۲ ۲

دونوں نثار احمد خاں سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ اور مظفر خاں بھی کافی مستعد ہیں۔ یہ دونوں اگر [illegible] اور جانفشانی سے کام کرتے رہے۔ تو بگراسی ایک اچھا مرکز بن سکتا ہے۔ ایسا مرکز، جس سے نواحی دیہات کی تنظیم میں آسانی ہو سکے اور بارہ بستی کو مضبوط بنانے میں بھی مدد مل سکے۔

بارہ بستی کے کام کو ایک نظام میں منسلک کرنے کیلئے نثار احمد خاں، وحید الرحمن خاں، صدیق خاں، کپتان ناظم خاں اور سلیم خاں پر مشتمل ایک مجلس مشاورت بھی بنا دیگئی ہے۔ یہ لوگ آپس میں ملکر کام کو آگے بڑھانے کی کوشش کرینگے۔ اور ایک دوسرے کے علاقہ کے حالات سے باخبر رہیں گے۔ میرٹھ کے مرکز سے بھی وقتاً فوقتاً انکی مدد کیلئے کارکن جاتے رہیں گے۔ لیکن ہماری مدد کا مقصد محض ایک ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ انہیں خود اپنی مدد کے قابل کر دیا جائے۔

اس دورہ میں جہاں ہمیں لفظی اور زبانی ہمدردی رکھنے والے ملے۔ وہاں عملی کام کرانے والے بھی میسر آ گئے۔ جنھیں وقت کی نزاکت اور کام کی ضرورت احساس ہے۔ یہ احساس یقیناً ان سے کام کراتا رہیگا۔ اور انکی محنت ٹھکانے لگیگی۔

جائزے

یونس منصور

"تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے"

ویسے بھی یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی۔ مگر بارہ بستی کے دورہ میں اسکا اور بھی تکلیف دہ احساس ہوا۔ کہ مسلمانوں میں بھی ذات پات کو کافی اہمیت حاصل ہو چلی ہے۔ چھوٹے بڑے اور امیر و غریب کی افسوسناک تفریق ہو گئی ہے۔

یہ غریبوں اور چھوٹی ذات والوں کی ہمدردی میں باتیں کرنا بھی فیشن میں داخل ہو چکا ہے۔ ایسے لوگ بھی جو فی الواقع نسلی امتیاز اور سرمایہ داری کے ستون ہیں پبلک جلسوں میں مفلس عوام کی حمایت میں تقریریں کرتے ہیں۔ سب یہی کہتے ہیں۔ کہ غریبوں کا بھلا ہونا چاہیے۔ لیکن خود پتہ نہیں۔ کتنوں کا پیٹ کاٹکر اپنی تجوریاں بھرتے ہیں۔ مفلس لوگوں سے ان کا سلوک دیکھیے تو احساس ہونے لگتا ہے۔ کہ کیا واقعی غریب اور امیر دو علیحدہ قومیں ہیں؟

قوم کا یہ پہلو بہت ہی کمزور، اور برے نتائج پیدا کرنے والا ہے۔

جو لوگ تنظیم میں ہمارے شریک کار ہیں۔ وہ اس بات کو بھی سمجھ لیں۔ کہ مسلمانوں کی سماجی اور اخلاقی زندگی میں انقلاب پیدا کرنا بھی ہمارا مقصد ہے۔ ذات پات اور اونچ نیچ کے امتیاز کو ختم کرنا بھی ہمارے پروگرام میں داخل ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

(بقیہ حاشیہ)
ہمارے رفیق اس کام کو بھی کریں۔ ملت کے ترقی اور ارتقا کے عناصر اپنی غریبوں اور نچلے طبقہ کے لوگوں میں ملیں گے۔ ملت کی انفرادی ہوا انہی کی قربانیوں سے بندھ سکتی ہے ان کے حوصلے بلند کریں۔ انہیں اپنے سینوں سے لگائیں۔ اللہ کی نظر میں مغل، پٹھان، جولاہے، سب ایک ہیں۔ جو ان میں امتیاز کرتا ہے۔ وہ مسلم سوسائٹی کا دشمن ہے۔

× × × × × ×

ہماری تنظیم۔

فوجی قواعد کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ جماعتوں میں جمع ہونے والے مسلمانوں کو اپنے مقاصد سمجھائے جائیں۔ اور ہماری تنظیم روحانی، اخلاقی، ذہنی اور جسمانی تربیت کا ذریعہ بن جائے۔ محض پریڈ کے بل بوتے پر کوئی تنظیم نہیں چل سکتی، نہ مستحکم ہو سکتی ہے۔ جب تک اس کے سپاہیوں کے دلوں میں بلند اور نیک مقاصد حاصل کرنے کی تڑپ پیدا نہ ہو جائے، وہ تنظیم بچوں کے کھیل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ سپاہیوں کو پتہ ہونا چاہئے۔ کہ وہ کیوں روزانہ عمل کرتے ہیں، کس مقصد کی خاطر جمع ہوتے ہیں۔ اس مقصد میں انہیں یقین ہو۔ اور اس کے لئے قربانی دینے کی اسپرٹ ہو۔

یہ بات نتیجہ خیز معلوم نہیں ہوتی۔ کہ محلہ یا گاؤں کے کچھ آدمی اس بات پر جمع ہوں۔ کہ خطرہ کا وقت ہے۔ اور اپنے محلہ کو بچانے کی فکر کریں۔ اس سے صرف یہی ہوتا ہے۔ کہ آٹھ دس آدمی ملکر ایک جماعت بنا لیتے ہیں۔ کچھ ٹیڑھی ترچھی پریڈ شروع کر دیتے ہیں۔ مگر کوئی بہتر اور پائندہ مقصد سامنے نہ ہونے کی وجہ سے جماعت چند ہی دنوں میں منتشر ہو جاتی ہے۔

تیزی سے بدلتے ہوئے حالات ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم اپنے کام کی رفتار تیز کریں۔ اور اپنے سپاہیوں میں یہ یقین پیدا کریں کہ وہ محض کسی ایک محلہ یا گاؤں کی حفاظت کے لئے نہیں، بلکہ آنے والے انقلاب میں حصہ لینے کے منظم ہو رہے ہیں نیکی اور انصاف کے غلبہ کیلئے جمع ہو رہے ہیں۔ انہیں پرانے اور ناقص نظام کو بدلنا ہے۔ اور نئے زمانہ کی نئی تعمیر میں حصہ لینا ہے۔ دیکھئے۔ اسے ہماری تنظیم کو الگ نظر سے دیکھیں۔ اسکی بنیاد اسلامی اصولوں پر ہے۔ یہ کسی وقتی ڈر یا خوف کی پیداوار نہیں ہے۔ اسکی ضرورت اس وقت بھی تھی۔ جب ہندو مسلم فسادات نہیں ہوئے تھے آج فسادات میں بھی اسکی ضرورت ہے۔ اور جب یہ فسادات ختم ہو جائیں گے۔ اس وقت بھی اسکی ضرورت برقرار رہیگی۔

اس میں حصہ لینے والے یقین رکھیں۔ کہ انکی جدوجہد کا براہ راست تعلق امت کی تعمیر اور حیات سے ہے۔

ہمارے پڑھے لکھے لوگ۔

درمیانی طبقہ کے لوگ اگر حالات کو دیانتداری سے سمجھنے اور مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ تو یہ ملت کے لئے بہت مفید کام کر سکتے ہیں۔ اور انہیں میں سے عوام کے رہنما بھی نکل سکتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہے۔ ہمارے پڑھے لکھے آدمی تو یہی دور سکر ہیں۔ اور انکی بہت سی باتوں کا اثر عوام بھی لیتے ہیں۔ کیونکہ متوسط طبقہ عوام سے کچھ قریب ضرور ہوتا ہے۔

ان دنوں بھی جبکہ وقت کے تقاضے ہی کچھ اور ہیں وہ غیر ضروری اور بے مقصد باتوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ ملت اپنی زندگی کے نازک ترین دور میں داخل ہو چکی ہے۔ اور انکے لئے آئینی باریکیوں اور قانونی موشگافیوں کا میدان تنگ نہیں۔ ہندوؤں کو برا بھلا کہنے میں بھی وہ بہت سرگرم ہیں۔ بہار و گڑھ کے واقعات پر بھی خوب تبصرہ کرتے ہیں۔ ہندوؤں کی ایک جماعت سیوک سنگھ سے متعلق انکا رویہ بھی وہی ہے۔ جو ۱۹۴۲ء تک ہندوؤں کا خاکسار تحریک سے متعلق تھا ——
وہی خوف اور نفرت کی تعلیم —— خود کچھ نہ کرنا اور کرنے والوں کا منہ چڑانا۔

ان کے پاس تنظیم کا پیغام لے کر جائیے۔ تو اس سے بھی وہ انکار نہیں کرتے۔ عمل کا احساس دلائیے۔ تو اسکی اہمیت وہ خود ہی واضح کر دیتے ہیں۔ مگر حقیقت وہ کیا کرتے ہیں؟ اس کا جواب سب جانتے ہیں۔

تنظیم کی ضرورت ماننے نہ ماننے کی کیا اہمیت ہے؟ اہمیت اس بات کی ہے۔ کہ ہم تنظیم کے لئے کیا کرتے ہیں۔

بہار و گڑھ کے واقعات کا جواب ہندوؤں کو کوسنا نہیں، نہ ٹسوے بہانا ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے ہر گاؤں اور محلہ کی تنظیم ہے۔ ہر مسلمان کی روح اور ذہن کی بیداری، اور اس کے ہاتھوں کی مضبوطی ہے۔

اب تو ثابت ہو چکا۔ کہ اسمبلیوں کی نوک جھونک سے ملت کے لئے کچھ حاصل نہیں کیا جا سکتا اور ملت کی تعمیر کا کام اسمبلی ہالوں سے باہر ہے۔

× × × × × × × × ×

اے مجاہدِ ملت!

پروفیسر غیور احمد رزمی صدیقی

آئینِ حیاتِ ملت میں لے یار کوئی ترمیم نہ کر — اور غیر اگر کرتا ہے تو ٹھکرا دے اُسے تسلیم نہ کر
ہاں! جوشِ عمل کی چنگاری سینے میں خموشی سے سلگے — تقریر کے شعلے مت بھڑکا ہمت کی شرر تقسیم نہ کر
آزادیِ مذہب دیکے مجھے کہتے ہیں "مگر وہ بات نہ ہو" — کعبے کو بھی جا مسجد بھی بنا جو چاہے سو کر تنظیم نہ کر
شداد کی جنت بھی ہو گا۔ نمرود کا دوزخ بھی ٹھنڈا — ہنس ان پہ انہیں خاطر میں نہ لا، پروائے امید و بیم نہ کر
جھکنے سے سعادت ہے پیدا۔ کھنچنے میں شقاوت ہے مضمر — ہاں سامنے باطل کے نہ جھکا۔ توہینِ سرِ تسلیم نہ کر
رکھ تو وہ روش دریا کی ہی جو۔ ہلکے کو ترا بھاری کو ڈبو — عاجز کی کبھی تحقیر نہ کر۔ جابر کی کبھی تعظیم نہ کر!
ہر نقطہ کتاب و سنت کا محکم ہے اٹل ہے۔ اسمیں تو — ترمیم کو بھی منظور نہ کر تنسیخ کو بھی تسلیم نہ کر
احسان تو ہو اعلان نہ ہو تعمیر تو ہو تشہیر نہ ہو — کردار تو ہو۔ گفتار نہ ہو سینے کی تڑپ تقسیم نہ کر

کردار کی تعمیر اسمیں نہیں۔ یہ علم ہے ذہنی عیاشی
یہ تجھکو مبارک ہو رزمی خود سیکھ۔ مجھے تعلیم نہ کر

دو محاذ

کانگریس کا ایک موثر اور فعال حصہ جو کانگریس سوشلسٹ پارٹی کے نام سے موسوم تھا بظاہر کانگریس سے علیحدہ ہوگیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنکے دم سے کانگریس کے ۱۹۴۲ء کے ہنگامہ میں اتنی رونق پیدا ہوئی تھی۔ اس اقدام میں کیا مصلحت ہے؟

سوشلسٹ کا کہنا ہے کہ لیگی رہنما جو سماج کے اعلیٰ طبقوں سے متعلق ہیں فطرتاً عوام کی آزادی کے مقابلہ میں اپنے اثر اور اقتدار کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ دیسی راجاؤں کے ساتھ ساتھ وہ لیگی رہنماؤں کو ہندوستان کی آزادی کے راستہ میں بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔۔ کانگریسی رہنماؤں سے ان کو یہ شکایت ہے کہ وہ دیسی راجاؤں اور لیگی رہنماؤں سے ساز باز کرنے میں اپنے انقلابی مقصد کو ختم کرتے جارہے ہیں۔ ان کا اندیشہ ہے کہ کہیں کانگریسی رہنما لیگی رہنماؤں اور دیسی راجاؤں سے ملکر انگریز سے ایسی آزادی کا سودا نہ کرلیں جسمیں انگریز کے تجارتی مفاد اور سیاسی اثر کسی نہ کسی صورت میں برقرار رہیں اور ملک کے اعلیٰ طبقوں کی طاقت اور دولت میں اضافہ ہوجائے لیکن غریب عوام کو کسی قسم کا کوئی فائدہ نہ پہونچ سکے۔ انگریز ہندوستان سے کسی شرط کے ساتھ جائے ان کے کام کی ضرورت اور اہمیت بدستور رہتی ہے۔ ان کے ایک لیڈر نے کہا۔ "اگر انگریز اپنے اعلان کے مطابق ہندوستان سے ہٹ بھی گیا تو بھی ملک کی کامل آزادی کی راہ میں دیسی راجا اور لیگی رہنما جیسی رکاوٹیں ہمارے ہٹنے کے لئے موجود ہیں"

اب سوشلسٹ جماعت کانگریس سے علیحدہ ہوکر دیسی ریاستوں میں اور غریب مسلمانوں میں خاص طور پر اپنا اثر پھیلائیگی اور کاشتکاروں اور مزدوروں کی صفوں اور انجمنوں کو منظم کرکے انقلاب کی تیاریاں کریگی۔

اس بات پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے کہ اگرچہ یہ جماعت کانگریس سے علیحدہ ہوگئی ہے لیکن کانگریس کی مخالفت کسی صورت سے مقصود نہیں ہے۔

گویا جہاں کانگریس کا ایک سیاسی محاذ ہے، وہاں ایک انقلابی محاذ بھی مستقل اور آزاد طور پر قائم ہوگیا ہے۔

(۲)

بات اصل میں یہ ہے کہ

(۱) ہندوستان کی حالت داخلی اور خارجی اعتبار سے ایک ایسے نازک دور پر آگئی ہے کہ اگر ایک طرف ہر قوم کو سیاست کی گفت و شنید، ضد و مصالحت، لین دین کی ضرورت ہے تو دوسری طرف ایک انقلابی تنظیم کی سخت ضرورت ہے، ہوشمندی اور احتیاط، ہمت اور بہادری ہی سے کام چل سکتا ہے،

(۲) ہندو رہنما اس بات کو بھی محسوس کرچکے ہیں کہ اسوقت ان دونوں قسم کی تحریکوں کا ایک دوسرے سے علیحدہ رہنا ہی مناسب ہے۔ ان کے ساتھ رہنے سے دونوں تحریکوں کو نقصان پہونچنے کا قوی احتمال ہے علیحدہ رہنے سے سیاسی پالیسی پر انقلابی کاروائیوں کا اثر نہیں پڑتا اور انقلابی تنظیم سیاسی پالیسی سے آزاد رہتی ہے۔ اور جو موقعے پیدا ہورہے ہیں ان میں علیحدگی کے باوجود کسی سخت تصادم کا اندیشہ نہیں ہے۔

(۳) ہندوستان کی مختلف قوموں کی کشمکش میں مختلف اقتصادی طبقوں کا تصادم بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، صنعتی دور میں زمینداروں کی طاقت تو خود بخود ختم ہوتی جاتی ہے لیکن وقت کا تقاضہ ہے کہ سرمایہ داری کا مسئلہ زیادہ شدید طریقہ سے سامنے آئے۔ اس مسئلہ سے روگردانی نہیں کی جاسکتی۔ اسی لئے ہر قوم میں مزدوروں کاشتکاروں اور غریبوں کی تنظیم کی سخت ضرورت ہے۔ کیا مسلمانوں نے وقت کی ان ضرورتوں کو محسوس کیا ہے؟

کانگریس کے ارادے

برطانیہ کے ۲۰ر فروری کے اعلان کے بعد کانگریس کی مجلس عاملہ نے ۸ر مارچ کو اپنے اجلاس میں چند تجاویز پاس کیں۔

(۱) ایک تجویز تو یہ ہے کہ موجودہ عارضی حکومت کو پورے اختیارات دیدئے جائیں اور حکومت کی ذمہ داری متحدہ ہو۔ متحدہ ذمہ داری صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب وزیر اعظم ہی دوسرے وزیروں کا انتخاب کرے۔ موجودہ صورت میں اس مطالبہ کا مطلب یہ ہے کہ لیگی وزیر کانگریسی وزیروں کے ساتھ پورا پورا تعاون کرنے پر مجبور ہوں۔

اور لیگ اور کانگریس میں جو اختلافات ہیں وہ اسی بات سے ظاہر ہیں کہ ابھی لیگ نے مجلس آئین ساز میں شرکت کا فیصلہ بھی نہیں کیا ہے۔ نہ عارضی حکومت ہی اختلافات سے پاک ہے۔

(۲) مجلس آئین ساز کے لیگی ممبروں کو مجلس میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے اور لیگ سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ کانگریس کے نامزد کردہ ممبروں سے باہمی اختلافات کے متعلق گفتگو کرکے مصالحت کی طرف بڑھے۔

اس دعوت کا جواب لیگ مجلس عاملہ دیگی جس کا اجلاس عنقریب دہلی میں ہونے والا ہے۔ لیکن کانگریس نے سوائے اس اعادہ کے کہ ہم نے برطانیہ کے اعلانات کو من وعن مان لیا ہے اور کوئی ثبوت اسبات کا نہیں دیا ہے کہ وہ حلقہ اسمبلیوں کے متعلق لیگ کے مطالبہ کو ماننے کے لئے تیار ہے۔

(۳) اس کے برخلاف اس موقعہ پر تقسیم پنجاب کی تجویز پیش کرکے، (اور تقسیم پنجاب کے بعد تقسیم بنگال؟؟) مفاہمت کے امکانات کو اور کم کردیا ہے اور اس تجویز نے اور زیادہ الجھنیں کھڑی کردی ہیں۔

ہمیں تو خواہ اکثریت کے علاقوں میں ہوں، خواہ اقلیت کے علاقوں میں ہوں، زندہ رہنا ہے اور مسلمان کی طرح زندہ رہنا ہے یعنی بلا خوف و ظلم زندہ رہنا ہے، لیکن پنجاب کے حالیہ فسادات سے کانگریس کا یہ استدلال کرنا کہ وہ علاقے جن میں مسلمان اکثریت میں نہیں ہیں پنجاب میں شامل نہیں رہ سکتے غلط ہے۔

(۴) اور ایک تجویز کانگریس کے سیوادل کے متعلق ہے۔ یہ رضاکاروں کی جماعت سادگی، خدمت، رواداری، مشترکہ عمل، خود اعتمادی، اور قربانی کی صفات اپنے اندر پیدا کریگی، جسمانی تندرستی بحال رکھنے کے لئے قواعد اور ورزش کریگی، فسادات کے موقعہ پر امن قائم کریگی اور کانگریس کے اندرونی اختلافات سے علیحدہ رہکر کانگریس کی پالیسی اور مقاصد کے مطابق قوم کی خدمت کریگی۔

اس جماعت کے سامنے جو مقاصد ہیں وہ پسندیدہ ہیں۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ یہ جماعت کانگریس کے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے بھی استعمال کی جائیگی، ایک عرصہ دراز کے بعد اس جماعت کا پھر وجود میں آنا، اور اس موقعہ پر جب کہ انگریز ہندوستان سے جارہا ہے۔ اور انگریزی حکومت کے خلاف کسی جد وجہد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور اکثر صوبوں میں کانگریس حکومت ہونے کی وجہ سے اس جماعت کو حکومت کی تائید ملنا بھی یقینی ہے محل نظر ہے۔

ان تمام تجویزوں کا لبّ لباب یہ ہے کہ

۱۔ کانگریس مرکزی حکومت میں اپنی طاقت مضبوط کرے اور مرکزی حکومت کو بہت مضبوط کرلے، تاکہ وہ انگریز کے جانے پر طاقت کو سنبھال سکے۔

۲۔ اگر مسلم لیگ حلقہ اسمبلیوں پر زور دے تو اسکا جواب آسام اور سرحد کے علاوہ پنجاب اور بنگال کی تقسیم بھی ہے۔

۳۔ اور کانگریس کی پالیسی کی پشت پر ایک منظم جماعت رضاکاروں کی بھی موجود ہے۔

معذرت اور اطلاع

۲۸ر مارچ کا الامین شائع نہ ہوسکا۔ اخبار تیار تھا جیساکہ اس شمارہ کے مضامین سے ظاہر ہوگا یہ مضامین ۲۸ر مارچ کے شمارہ ہی کے لئے موزوں تھے کاپی بھی تیار تھی لیکن پریس ہمارا اپنا نہیں اور پریس پر ہمارا بس نہیں شہر میں اردو پریس کی سہولتیں بھی نہیں۔ ۲۸ر مارچ کا پرچہ ہی جو ۴ر اپریل کی تاریخ سے شائع ہورہا ہے

اب ہم علیگڈھ کے اجتماع کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ ہماری تحریک ایک نئے دور میں داخل ہورہی ہے۔ اس لئے قارئین اس اجتماع کے بعد آئندہ شمارہ کا انتظار کریں۔

(ادارہ)

ادارہ۔ الامین کا اجتماع

مقام علیگڈھ

۸، ۹، ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۴۷ء

۸ اپریل کی صبح سے اجتماع شروع ہو جائیگا۔ لہذا شریک ہونے والے حضرات ۷ اپریل کی شام تک علیگڈھ پہنچ جائیں۔ اسٹیشن پر انکو ادارہ الامین کا کوئی کارکن مل جائیگا جو ان کو جائے قیام پر پہونچا دیگا۔

غور و بحث کے تین موضوع بالترتیب یہ ہیں:۔

(۱) اپنے مقصد کی توضیح۔ ملک کی موجودہ حالت اور ہمارا کام۔ ملک کی موجودہ طاقتوں سے ہمارا رویہ

(۲) ادارہ الامین کے عہدیدار۔

(۳) اپنا نام۔ نظام۔ روزانہ پروگرام۔ کام کے ذرائع وغیرہ وغیرہ۔

اسکے علاوہ جو صاحب کوئی تجویز یا مشورہ پیش کرنا چاہیں گے انکو اسکی تمام اجازت اور آزادی ہے۔

(اگر کوئی صاحب ایسے وقت پہنچیں کہ اسٹیشن پر ادارہ کا کوئی آدمی نہ ملے تو اس پتہ پر تشریف لے آئیں۔ بنگالی کوٹھی نزد شمشاد بلڈنگ قورٹ روڈ)

فسادات اور سیاست

محترم محمد علی جناح نے پنجاب مسلم لیگ کو ہدایت کی ہے کہ صوبہ میں امن و امان قایم کرنے میں حکومت کیساتھ پورا پورا تعاون کیا جائے اور مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ جو ہندو یا سکھ اقلیت میں ان کے ساتھ رہتے ہیں انکی حفاظت کرنا مسلمانوں کا مقدس فرض ہے۔ یہ تنبیہ بہت بروقت ہے۔

ہم بار بار اپنے قارئین کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرتے رہتے ہیں کہ حالیہ فسادات کی صورت محض فسادات کی ہی نہیں ہے بلکہ انکے پیچھے کوئی سیاسی مقصد بھی ہوتا ہے۔ یہ بات کہ سیاسی مقاصد کو حاصل کرنیکا یہ ذریعہ مناسب ہے، یا نامناسب، صحیح ہے یا غلط، بالکل مختلف بحث ہے۔

پنجاب میں فسادات ہونے سے پہلے آثار یہ بتا رہے تھے کہ فسادات جلد پھیلنے والے ہیں۔ مسلم لیگ کے رہنماؤں کو یہ شکایت موجود تھی کہ مسلمانوں میں انکی جماعت کی اکثریت ہونیکے باوجود وہ حکومت سے محروم ہیں۔ ادھر ہندو اور سکھ لیڈر اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ کچھ ہو جائے مسلم لیگ کی حکومت جسکو وہ پاکستان کی مترادف سمجھتے ہیں، اور پاکستان کو خدا جانے کیا سمجھتے ہیں، پنجاب میں قایم نہ ہونے پائے۔ چنانچہ اکثر ہندو اور سکھ لیڈروں نے اس قسم کے بیانات دئے اور اس قسم کی حرکات کیں جن میں نہ ذمہ داری کا احساس تھا۔ نہ سمجھداری کا کوئی نشان۔

اپنی حفاظت کرنا، اور چیلنج کا مردانہ وار جواب دینا، زندگی کا اہم ترین فرض ہے۔ اسکے بغیر کوئی قوم زندگی کی کشمکش میں دو قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتی۔ زندگی کی پہلی نشانی یہ ہے کہ بغیر کوئی سہارا ڈھونڈھے ہوئے اپنے قدموں پر کھڑے ہونیکی صلاحیت ہو اور جو حوادثات پیش آئیں انکا مقابلہ کرنیکی طاقت ہو۔

لیکن جسطرح زندہ رہنے کا ارادہ اور حوادثات کا مقابلہ کرنا زندگی کی اہم ضرورت ہے اسی طرح دوسروں کے لئے اپنے اندر جاذبیت پیدا کرنا بھی زندگی کی ترقی کے لئے بہت اہم قانون ہے۔ اگر مقاومت سے زندگی قایم رہتی ہے تو جاذبیت سے زندگی پھیلتی ہے۔ اسی کو رواداری کہتے ہیں۔ اسی کو تالیف قلب کہتے ہیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ دوسروں کی زیادتی بھی ہمیں اس بات پر نہ اکسائے کہ ہم انتقام لینے میں اپنی حدوں سے بڑھ جائیں۔ ارادہ اور ہمت کی کمزوری زندگی کے درخت کو گرا دیتی ہے، لیکن ظلم بھی اسکے تنے کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ مسلمان کو اللہ کے بندوں کے لئے رحمت بنکر دنیا میں رہنا ہے۔

یہ باتیں بہت خوش آیند اور امید افزا ہیں کہ اکثر مقامات پر مسلمانوں نے ہندوؤں اور سکھوں کی محافظت کی خاطر خود مسلمان بلوائیوں کا مقابلہ کیا، اور اس مقابلہ میں اپنا سخت نقصان بھی کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس قوم میں انسانیت، شرافت اسلام موجود ہیں۔

جہاں مسلمانوں نے قلیل تعداد کے ہندوؤں اور سکھوں کے گھر جلائے، یا انکو مارا، یا انکو تبدیل مذہب پر مجبور کیا انہوں نے اپنے ان افعال سے نہ صرف اسلام کا نام بدنام کیا بلکہ مسلمانوں کو بھی کمزور کیا۔

اگر آدمی نیکی کو نیکی سمجھکر اس پر عمل نہیں کرتا تو وہ یہ تجربہ کر کے دیکھ لے کہ نیکی سے منہ موڑ کر وہ دنیاوی فلاح بھی نہیں پا سکتا۔ بظاہر اسکو فائدہ نظر آتا ہو لیکن بالآخر اس سودے میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔ فساد پیدا کرنا اور فساد کو پھیلانے کے لئے بڑی طاقت کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن فساد کو روکنا فتوحات سے بڑھکر بادشاہت ہے۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ نیکی خدا کا قانون ہے۔

اب پنجاب کے ان افسوسناک واقعات سے پھر ایک سیاسی مقصد حاصل کرنیکی کوشش کی جا رہی ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ پنجاب کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ سکھ اور ہندو پاکستان کو نہیں مان سکتے۔ کانگریس نے بھی تقسیم پنجاب کی تجویز کو [illegible] کر لیا ہے۔ اسوقت بحث یہ نہیں ہے کہ پنجاب کی تقسیم ہونی چاہیئے یا نہیں، یا پنجاب کو پاکستانی علاقے میں شامل ہونا چاہیئے یا نہیں ہونا چاہیئے۔ اسوقت دیکھنے اور غور کرنیکی بات محض یہ ہے کہ فسادات سے اس قسم کے سیاسی نتائج پیدا کرنا کس قدر غلط بات ہے۔ اگر فسادات سے اسی قسم کے نتائج پیدا کرنا سیاسی منطق ہو تو ہمارے کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے؟ یہ جنگی حکمت عملی (Strategy) اور سیاسی حکمت عملی (Diplomacy) کی عجیب آمیزش ہے۔ عجیب مکر و تزویر کا جال ہے۔

نازک صورت حالات

سرحد میں عجیب نازک صورت حالات پیدا ہو گئی ہے۔ [illegible] حکومت کے خلاف [illegible] یہ سمجھا گیا تھا کہ [illegible] فسادات کسی جگہ نہ ہونے پائے۔ لیکن صوبہ سرحد میں اکثر مقامات پر [illegible] سکھوں کے خلاف [illegible]۔ اگر سرحد میں ہندو اور سکھ مسلمانوں کے خلاف کچھ ریشہ دوانیاں بھی کریں تو بھی انکی حفاظت کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔ اب سنا ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں [illegible] آگئے ہیں۔ مقصد یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہندوؤں اور سکھوں کی حفاظت کرینگے۔ اگر یہی مقصد ہے تو [illegible] لیکن اندیشہ اس بات کا ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں [illegible]۔ علاقہ میں امن نہیں رہتا تو اکثر بے اصول عنصر ایسے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس بات سے بحث نہیں کہ مسلم لیگ سرحد میں جو جدوجہد کر رہی ہے وہ جائز اور مناسب ہے یا نہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جدوجہد کرنے والے اس بات کا خیال رکھیں کہ انکا مظاہرہ حکومت ہی کے خلاف ہو۔ ہندوؤں اور سکھوں سے کوئی تعرض نہ ہو۔ اور سرخ پوش اس بات کی احتیاط رکھیں کہ اگر لیگی مسلمان سیاسی جدوجہد کر رہے ہیں اور مظاہرے کر رہے ہیں تو ان میں مداخلت نہ کریں۔

مدیر اختر حامد خاں۔ پرنٹر پبلیشر عبدالرؤف خاں نے بھاسکر پریس میں چھپوا کر بیگم باغ میرٹھ سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲۲

جامعہ نگر (دہلی)

10 MAY 1947

ہفتہ وار الامین

چندہ سالانہ مبلغ چھ روپیہ
ششماہی ۳/۸

جلد ۳ نمبر ۱۴ - میرٹھ - بروز جمعہ ۹ مئی ۱۹۴۷ء - فی پرچہ ۱/

دنیا ہماری نظر میں

ایشیائی کانفرنس

محمد حسن عسکری

دہلی میں جو ایشیائی ممالک کی کانفرنس ہو چکی ہے اُسے ہندوستان اور یورپ دونوں جگہ دنیا کی تاریخ میں ایک بہت اہم واقعہ بنایا جا رہا ہے۔ عام طور پر اخبار کہہ رہے ہیں کہ اس کانفرنس کا مقصد ایشیا کے ممالک میں یک جہتی اور تعاون کی روح پیدا کرنا ہے، اور اسکی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ یہاں سب ممالک مساوی درجہ رکھتے تھے۔ یہ تو کو یا وہ تصویر ہے جو دور سے لوگوں کو نظر آئی ہے، یا اُنہوں نے جان بوجھ کے پیش کی ہے۔ یورپ کے اخباروں نے ہندوستانیوں کو خوش کرنے کیلئے اور ہندوستانی اخباروں نے چند خاص مفادات کے پیش نظر۔ لیکن کانفرنس کی حقیقت سمجھنے کے لئے کانفرنس کے پس منظر کو سمجھنا لازمی ہے۔

کانفرنس کے داعی ہندوستانی سرمایہ دار تھے اول تو یہ کہ کانفرنس کے لئے دعوت نامے ایک غیر سیاسی ادارے کی طرف سے بھیجے گئے تھے جسکا ظاہری مقصد محض بین الاقوامی سیاست کا غیر جانب داری سے مطالعہ کرنا ہے۔ اس ادارے میں چند خوش عقیدہ اور پرخلوص حضرات بھی شامل ہیں، لیکن اسمیں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو سرمایہ داری اور ہر قسم کی رجعت پسندی کے حامی ہیں، یا جنکی پہنچ زیادہ سے زیادہ انیسویں صدی کے لبرل فلسفے تک ہے۔ انھیں اثرات نے کانفرنس کے فیصلوں کو استعماریت کے خلاف زیادہ موثر نہیں بننے دیا، اور کانفرنس کی کارروائی کو محض نشستند و گفتند و برخاستند تک محدود رکھا۔ ویٹ نام کے لوگوں نے تو صاف صاف کہہ بھی دیا کہ اگر اس کانفرنس کا دائرہ عمل محض زبانی سفارشں تک محدود ہے تو پھر اس زبانی جمع خرچ سے فائدہ ہی کیا ہے؟

لیکن یہاں زبانی جمع خرچ نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ اس ادارے کے سارے اخراجات برلا اور دوسرے ہندوستانی سرمایہ داروں سے ملتے ہیں، اسی طرح کانفرنس کے اخراجات کے کفیل بھی سرمایہ دار تھے، اور وہ کسطرح برداشت کر سکتے تھے کہ یہاں یورپ کے آئی استعمار پرستوں کے خلاف کوئی قدم اٹھایا جاتا جن کے ساتھ مل کر وہ اب ایشیا میں [illegible] کا سوٹ شروع کرنے والے ہیں؟

کانفرنس کا مقصد معاشیاتی تھا اس کانفرنس کا مقصد غیر سیاسی اور محض "کلچرل" بتایا گیا تھا۔ لیکن اسوقت ایشیا کو نہ محض کلچرل [illegible] کی شدید ضرورت ہے اور نہ حالات سے "غیر جانب دارانہ مطالعہ" کا وقت۔ ایشیا کے ملکوں غیر ملکی استعمار سے آزادی حاصل کرنے کا سوال سب سے اہم مسئلہ ہے، اور اس معاملے میں غیر جانب داری کی کوئی گنجائش نہیں۔ [illegible] اور اسی سے اپنے سیاسی و معاشیاتی مسائل حل کرتے ہیں۔ چنانچہ کانفرنس میں "کلچری" باتوں پر تو بہت ہی کم وقت صرف ہوا، سب سے زیادہ سرگرمی معاشیاتی امور میں دیکھنے میں آئی۔ کلچر کا نام تو محض برائے وزن بیت تھا، ورنہ اصل مقصد تو یہی معاشی بحثیں اور انکا تصفیہ تھا۔

کانفرنس اور کانگریس پراپگنڈا - کانفرنس کے منتظمین کا دوسرا دعوی یہ تھا کہ یہاں کسی ملک کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی نہیں کیجائیگی۔ لیکن حقیقت میں کانگریس کے نظریوں کا خوب دل کھول کے پروپگنڈا ہوا اور مسلمانوں کے مطالبات اور مسلمانوں کی تاریخ کو گمراہ کن طریقوں سے پیش کیا گیا۔ چنانچہ مسز نائیڈو نے فخریہ کہا کہ یہ کانفرنس "قدیم ہندو سلطنت کی راجدھانی" میں ہو رہی ہے — گویا مسلمانوں کی تاریخ جسطرح صدیوں دہلی سے متعلق رہی ہے وہ کسی گنتی شمار میں ہی نہیں ہے۔

اسی زمانے میں ہندو اخبارات باہر کے [illegible] نمائندوں کو یہ سمجھانے میں مصروف تھے کہ ایشیا میں اگر کوئی چیز ہے تو ہندو تہذیب، باقی سب ممالک اُسکے خوشہ چین ہیں۔ ایک اخبار نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ انڈونیشیا کے مسلمان محض برائے نام مسلمان ہیں جس پر وہاں کے نمائندوں نے بہت برا مانا اور اسکی تردید شائع کرائی۔

کانفرنس کے فیصلے وہی تھے جو ہندوستانی سرمایہ داروں کا منصوبہ ہے اس کانفرنس کا سارا ماحصل معاشیاتی شعبہ تھا، اور اس میں جو باتیں منظور ہوئیں انکے نتائج بہت دور رس ہوں گے۔ یہاں ایک تو یہ بات طے ہوئی کہ ایشیائی ممالک کو ایک دوسرے پر تجارت کے سلسلے میں پابندیاں نہیں عائد کرنی چاہئیں، اس معاملے میں سب ملکوں کو پوری آزادی ہونی چاہئے، دوسرے یہ کہ ایشیا کے باشندوں کو ایشیائی ممالک میں نقل سکونت کرنے کی ممانعت نہیں ہونی چاہئے۔ یہ تجویزیں ظاہر میں تو بڑی معصوم معلوم ہوتی ہیں، لیکن ان کی پوری [illegible] اسوقت واضح ہوتی ہے جب چند دوسری باتیں پیش نظر رکھی جائیں۔ ۱۹۴۲ء میں کچھ ایم۔ پانیکر نے جو [illegible] وزیر اعظم اور ہندوستانی سرمایہ داروں کے [illegible] انگلستان میں ایک رسالہ شائع کیا تھا [illegible] ہندوستان کے معاشی مسائل کا حل تجویز کیا تھا۔ [illegible] والی ساری دلیلیں پیش کیگئی تھیں کہ ہندوستان میں آبادی بہت زیادہ ہے، اسلئے ہندوستانیوں کو [illegible] وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ انکی تجویز تھی کہ مشرق وسطی اور مشرق بعید میں ہندوستانی سرمایہ داروں [illegible] سرمایہ داروں کا سارا کام سنبھال لینا چاہئے، اور [illegible] ۱۹۴۵ء میں انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ ہندوستانی سپاہی جنگ سے [illegible] مشرق وسطی میں آباد کیا جائے۔ بالکل [illegible] اخبار ایسٹرن اکانومسٹ نے پیش کی تھیں، اور ساتھ ہی ایک "ایشیائی وفاق" کی ضرورت پر بھی اس ضمن میں بحث کی تھی۔ اسی وفاق کے قیام کی طرف یہ کانفرنس پہلا قدم ہے، اور اسی وجہ سے ہندوستانی سرمایہ داروں نے اس "کلچری" کانفرنس پر اتنا روپیہ صرف کیا ہے۔ اگر یہ ایشیائی وفاق بن گیا تو اسمیں قانونی اعتبار سے تو ضرور مساوات ہوگی، لیکن معاشیاتی برتری کے سامنے سیاسی اور قانونی مساوات بے معنی ہو کر رہجاتی ہے۔ اسی طرح آزاد تجارت کا تصور بھی صرف سرمایہ دار قوم کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے اس وقت صنعتی اعتبار سے ایشیا میں اگر کوئی ملک کسی قابل ہے تو ہندوستان ہی ہے، چنانچہ آزاد تجارت کے معنی ہندوستانی سرمائے کی معاشی اجارہ داری کے ہوں گے، اور یہ ہندوستانی استعمار کا پیش خیمہ ہوگا۔ یہ محض ڈراؤنے خواب نہیں ہیں، بلکہ ہندوستانی سرمایہ دار بالکل اسی نظریے کے مطابق اپنا نقشہ مرتب کر رہے ہیں۔ مغربی سرمایہ داروں کے لئے بھی لوٹ کھسوٹ کی محض یہ شکل رکھی ہے کہ ایشیائی سرمایہ داروں کے نام سے ایشیائی ممالک میں کاروبار شروع کریں۔ چنانچہ اسی قسم کا ایک معاہدہ انگلستان کے مشہور سرمایہ دار [illegible] اور برلا میں ہوا ہے۔ نفیلڈ موٹر کے سارے [illegible]

(بقیہ صفحہ [illegible])

آزادی آرہی ہے؟؟

انگریز ہندوستان کیوں "آزاد" کر رہا ہے؟ انگریز کی حالت اور واقعات کا دباؤ۔ خواب و خیال کی دنیا اور ہماری ذمہ داریاں۔

آج تک دنیا میں کسی قوم نے اپنے زیر دست کو آزاد کرنے کیلئے اتنی بے چینی نہیں دکھائی جتنی برطانیہ ہندوستان کو آزاد کرنے کیلئے دکھا رہا ہے۔ جنگ کے بعد برطانیہ کی طاقت بہت کمزور ہو چکی ہے۔ باقی دو بڑی طاقتیں یعنی امریکہ اور روس طرح طرح سے اپنا اثر اور اقتدار بڑھانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ فرانس اور ہالینڈ اپنی کھوئی ہوئی سلطنتوں کو واپس لینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں لیکن برطانیہ ہے کہ ہندوستان کے باوجود ہندوستان کو آزاد کرنے پر تلا ہوا ہے؟ برطانیہ کیلئے تجارتی بازار حاصل کرنا موت اور زندگی کا سوال ہے۔ دوسری بڑی دولتیں دنیا کے بازاروں پر اپنے سرمایہ سے چھا جانے کی کوشش کر رہی ہیں لیکن برطانیہ ہے کہ ہندوستان کو جان بوجھ کر اپنا حریف بنا رہا ہے؟

کیا انگریزوں کے نقطۂ نگاہ سے انگریزوں کی موجودہ حکومت اتنی ہی بیوقوف ہے جتنی یہ عمل بتاتا ہے؟ یا ہمارے نقطۂ نگاہ سے اتنی ہی نیک ہے جتنی ہم سمجھتے ہیں؟ کیا برطانوی سلطنت واقعی خودکشی کر رہی ہے اور ہندوستان کو آزاد زندگی مل رہی ہے؟

دوسری طرف ہندوستان کی حالت کو دیکھو، جگہ جگہ آپس کے جھگڑے ہیں۔ پشاور سے چٹاگانگ تک ہندو اور مسلمان خوف اور نفرت کی فضا میں زندہ ہیں یا مر رہے ہیں۔ ایسی جگہ ہندوستانی مل کر کوئی جدوجہد کریں چاہیں تو یہ بات ناممکن ہے۔ پہلے ہم سنا کرتے تھے کہ آزادی تب ہی مل سکتی ہے کہ ہندو اور مسلمان مل کر کوشش کریں لیکن اب یہ دیکھ رہے ہیں کہ جتنی ہندو اور مسلمانوں میں پھوٹ بڑھتی جا رہی ہے اتنی ہی آزادی نزدیک آتی جا رہی ہے۔ ابھی تک ہندو اور مسلمان ہندوستان کے مستقبل کے متعلق کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے ہیں . . . .

. . . .

. . . . مسلمانوں کی طرف سے مطالبہ پاکستان ہوا۔ ہندو اور مسلمان لیڈروں کی آمد و رفت کی پہلی ہلچل ہوئی۔ انگریز نے اپنی تجویز میں حلقہ بندی کر کے مطالبہ . . . رکھ لی۔ اب ہندوؤں کی طرف سے اس کا جواب . . . پنجاب کی تقسیم کا مطالبہ ہے۔ مسلمان اس مطالبہ کو نہیں مانتے اور ان کے پاس اس کا جواب یہ ہے کہ ہر صوبہ میں مسلمانوں کے رہنے کے لئے علیحدہ علاقے قائم کئے جائیں۔ ہندو اور مسلمان دونوں قوم کے لیڈر اپنی نگاہیں انگریز ہی کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور اب بھی انتظار ہے کہ انگریز کیا فیصلہ کرتا ہے۔ لیکن اس ذہنیت کے باوجود ہندوستان کو آزادی مل رہی ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان فوجی اعتبار سے دنیا کی کسی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہمیں اتنی طاقت بھی نہیں ہے کہ اگر کوئی قوم ہم پر مسلط ہو جائے تو ہم اس سے اپنی گردن کو نکال لے۔ لیکن اسکی گردن اس جوئے سے آزاد ہو رہی ہے جو دو صدیوں سے اسکی گردن پر رکھا ہوا تھا؟ سرمایہ داریں، راجہ، مہاراجہ، ہندو اور مسلمان میں تعصب کے اختلافات بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ ملک کے انتظام کا یہ حال ہے کہ جتنی خود غرضی اور بے ایمانی جتنی غیر ذمہ داری اور خام کاری آج ہندوستان کی حکومت کو . . . والی ہوا ہے اتنی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی یہ ملک آزادی کے ساحل کی طرف جا رہا ہے؟ اس ملک میں لوگوں کو پیٹ بھر روٹی اور تن ڈھانکنا دوبھر ہو رہا ہے لیکن آزادی کا تاج ان کے سر پر رکھا جا رہا ہے۔

احباب کہتے ہیں کہ ۱۹۴۲ء میں ہندوستانیوں نے نہایت کامیاب بغاوت کی۔ بیرون ہند ہندوستانیوں نے قومی سینا قائم کی۔ فوج اور بحری بیڑے اور پولیس میں بغاوتیں ہو گئیں۔ اب انگریز یہاں کس طرح رہ سکتا ہے؟ دل کے خوش رکھنے کو یہ خیال اچھے ہیں لیکن اسکی حقیقت بھی سب کو معلوم ہے تو پھر یہ کیا تاریخی معجزہ ہو رہا ہے؟ کیا الٹی گنگا بہ رہی ہے؟ کیا تاریخ کے تمام قانون الٹ رہے ہیں؟ ایک قوم دوسری قوم کو زبردستی آزادی دے رہی ہے اور ایک قوم جسکی آزادی حاصل کرنے کی اخلاقی اور مادی صلاحیتیں بہت کم ہیں آزادی حاصل کر رہی ہے۔

(۲)

ایک بات تو بالکل ظاہر ہے، وہ یہ کہ انگریزوں میں اب "حوصلہ" نہیں رہا۔ وہ چیز جسکو قرآن حکیم میں ". . ." کہا ہے یعنی "ہوا" "ایک بندھی ہوئی ہوا" "ایک بنی ہوئی بات" وہ ختم ہو رہی ہے۔ یہ بات بھی کس قدر عبرتناک ہے۔ ایک قوم کتنی قربانیوں سے "یہی ایک بات، ایک ہوا، ایک نام پیدا کرتی ہے۔ اور ذرا سی غفلت اور کمزوری سے ذرا سے ضعف سے وہ بات چلی جاتی ہے۔ یہ ہوا اور یہ ساکھ کسی قوم کا سب سے قیمتی خزانہ ہے۔ غلامی کے زمانہ میں بھی یہی ایک ترکہ آئندہ اسید ان کا سہارا بنتا ہے۔ آج جرمن اور جاپان قومیں بالکل تباہ ہو چکیں۔ مادی وسائل ان کے بالکل ختم ہو گئے۔ لیکن ابھی انکی ایک بات ہے جس سے سسک رہے ہیں لیکن شکاریوں کو ڈر ہے کہ کہیں پھر کھڑے نہ ہو جائیں اور مغربی قوموں کا اقتدار دنیا میں بالکل ختم ہو چکا، باوجود ان کے مادی وسائل کے۔ تو ہر قوم کی ایک خاص بات ہوتی ہے۔ ہندی مسلمانوں نے بھی ایک ہزار سال کی کوششوں کے بعد کچھ روایات قائم کی تھیں۔ انہوں نے ایک بات پیدا کی۔ ہر مسلمان کو زعم تھا۔ بلکہ اس کا پہلا فرض یہ تھا کہ اپنی قوم کی . . . رکھے۔ اسکی طاقت اور نیکی کی روایات کو قائم رکھے بلکہ ان کو ترقی کرے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ گفتگو یہ تھی کہ انگریزوں میں اب حوصلہ نہیں رہا۔ اول تو مادی وسائل میں ہی کمی آگئی اور مادی وسائل کی کمی کے علاوہ ایک اخلاقی کمزوری بھی دلوں میں پیدا ہو گئی ہے۔ قوموں میں یہی ضعف کے آثار ہوتے ہیں۔ بہت دن کے تعیش کے بعد یہی حالت ہو جاتی ہے۔ شکار کر کے کھانے کی عادت جاتی رہتی ہے۔ مکاری سے اپنے عیش کے سامان مہیا کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اور زندگی کے معیار کے مطابق ڈاکو ہونا بنیا ہونے سے بہت اچھا بہتر اور مہذب تر ہے۔

ادھر ہندوستانیوں کے دل سے انگریز کا رعب ختم ہو گیا وہ چیز جسکو حفظ مراتب کہتے ہیں (Respect for . . .) وہ بالکل ختم ہے۔ آزادی کی تمنا ان کے دل میں ہے تو ہے اندر کوئی نظم و ضبط بھی ان میں نہیں ہے۔ وہ اگر انگریز کے کام کے نہیں تو سوال یہ ہے کہ اپنے کام کے بھی ہیں یا نہیں۔ انکے زیادہ تر حرکات خوف و نفرت اور انتقام ہیں۔ (انگریزوں کے خلاف نہیں انکے خلاف نہیں جنکو بھگانا ہے، بلکہ ان کے خلاف جن کے ساتھ چار دن رہنا ہے خواہ پڑوسی کی ہی حیثیت سے سہی) خیر ایک حرکت تو ہے۔ آج کل انکا اضطراب بھی اسی میں کارفرما ہے۔ . . . کی زندگی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہماری تو تمام کوششیں یہی ہیں لیکن ہمیں یہ بات یاد رکھنی ہے کہ انگریزوں میں حوصلہ کی کمی ہو تو ہو، اسکے مکر اور تدبیر میں کوئی کمی نہیں ہے۔ سوال انگریز کے سامنے یہ ہے۔ . . . برطانیہ کی طاقت کمزور ہو گئی ہے۔ دنیا کی دوسری طاقتیں بڑھ رہی ہیں۔ ہندوستان برطانیہ کی طاقت کا بڑا راز ہے۔ ہندوستانیوں کے دل سے انگریزوں کا وقار بالکل ختم ہو چکا، انگریزوں کی ساکھ اور انکا اعتبار صفر ہے۔ اگر انگریز چاہیں تو ہندوستانیوں کو آزاد ہونے سے روک سکتے ہیں، غلام بنا کر رکھ سکتے ہیں۔ اتنے دن کے لئے جب تک ہندوستانیوں میں آزادی کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی۔ یا جب تک ہندوستانیوں کو کوئی موقعہ ہاتھ نہیں آتا جیسا ۱۹۴۲ء میں آتے آتے رہ گیا۔ لیکن انگریز ہندوستانیوں کے بہترین دل و دماغ اور جذبہ وفاداری سے اب متمتع نہیں ہو سکتا۔ انگریز کے پاس یہاں حکومت کرنے کا نہ ارادہ ہے۔ نہ شاید وسیلہ۔ تو پھر کیوں نہ ہندوستان کی ایسی حالت کر کے کہ اسکو انگریز کی مدد کے بغیر چارہ ہی نہ ہو، ہندوستان کو آزاد کرنے کا اعلان کر دیا جائے۔ اور نیکی دیا کر؟ اس سے وہ کام لیا جائے جو طاقت سے نہیں لیا جا سکتا؟"

واقعات کا دباؤ اور انگریز کی حالت اپنے سامنے رکھ کر ہی انگریزی ہندوستان کو آزادی کی پیشکش سمجھ میں آسکتی ہے۔ لیکن آزادی کی نوعیت سمجھنے کے لئے بھی ان واقعات ہی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ ہندوستان برطانوی . . . (commonwealth) اور سلطنت کے حفاظتی منصوبہ میں بہت اہم درجہ رکھتا ہے۔ اس حیثیت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہندوستانی فوج ابھی خود مختار نہیں ہو سکتی۔ اسکی تربیت کے لئے ابھی ایک مدت درکار ہے۔ خود ہندوستان اس قابل نہیں کہ دنیا کی دوسری طاقتوں کے خلاف اپنی حفاظت کر سکے۔ اسلئے برطانیہ . . .

(بقیہ صفحہ ۵ پر)

ٹیپو سلطان شہید

یونس منصوری

> درمیان کارزار کفر و دیں
> ترکش ما را خدنگ آخریں

> آں کہ از مرگ پا انتہائے شوق
> آخرش با میر و ... شوق

جس طرح اسلام کے دورِ اولین میں حق و صداقت کا مجسم پیکر حسین ابن فاطمہؓ غیر بہت جو ملوکیت کی غلامی سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے دریائے فرات کے کنارے اپنی ہی قوم کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔ اسی طرح اسلام اور ہندوستان کو طوقِ محکومی سے بچانے کے لئے دریائے کاویری کے کنارے حیدر و فاطمہ کا یہ نورِ نظر بھی [illegible] شیرانہ مردانگی دکھاتا ہوا شہید ہو گیا۔ [illegible] اپنی ہی قوم [illegible] سلطنت خداداد)

آزادی ... یہی دن تھا جس دن کہ آزادیٔ وطن و ملت کا آخری علمبردار ...

ٹیپو سلطان میدانِ جنگ میں مردانہ وار لڑتا ہوا شہید ہوا۔

ٹیپو جس زمانہ میں پیدا ہوا وہ ہماری تاریخ کا نہایت عبرت انگیز زمانہ ہے۔ مغل سلطنت کے زوال کی حکومت کے بعد آخری ہچکیاں لے رہی تھی۔ تمام ملک میں افراتفری کا عالم تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ریشہ دوانیاں پورے زوروں پر تھیں۔ عیش و عشرت نے مسلمانوں کی کثیر تعداد کو کاہل اور نکما بنا دیا تھا۔ ذاتی اقتدار کی ہوس اور خود غرضیوں کی وجہ سے اسلامی حکومت کا تصور نظروں سے غائب ہو چکا تھا۔ غداروں کی ایک بڑی تعداد پیدا ہو چکی تھی۔ جو اپنے معمولی اور عارضی فائدوں کے عوض ملک و ملت کا سودا کرنے میں دریغ نہ کرتے تھے۔ غرضیکہ پورا ملک بیرونی حملہ آوروں اور اندرونی غداروں کی تخریبی کارروائیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

ایسے وقت اور ایسے ماحول میں ——— اسلامی حکومت کے قیام کی کوئی آخری صورت باقی رہ گئی تھی۔ تو جنوبی ہند میں دو اولوالعزم باپ بیٹوں کی کوششوں اور قربانیوں کا نتیجہ ——— سلطنت خداداد

ہاں تو ایسے پرآشوب زمانہ میں ٹیپو نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ جب ہم ٹیپو کے کام پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہمیں اس کام کی ہیبت اور عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک طرف ٹیپو کی بہادری اور جنگی قابلیت دیکھئے کہ انگریزوں، مرہٹوں اور نظام الملک نظام علی خاں (حیدر آباد) کے متحدہ اور پے درپے حملوں کے باوجود ہراساں نہیں ہوا۔ انھیں مسلسل شکستیں دیں۔ اور سا تھ ہی نئے نئے طریقوں سے اپنی فوجوں کو منظم کیا۔

دوسری طرف مسلمانوں کی مذہبی بدعتوں اور کافرانہ رسموں کا سدباب کیا۔ سلطان کی شہادت کے بعد لارڈ کارنوالس نے ان جملہ بدعتوں اور کافرانہ رسموں کو دوبارہ مسلمانوں میں رواج دینے کے لئے خوب سرگرمی دکھائی۔ اور ان رسموں کو اختیار کرنے والوں کو انعامات دئے۔ اور مسلمانوں کی بدبختی کا یہ عالم کہ مسلمان علما نے فتویٰ دے دیئے۔ کہ ٹیپو کی بہ نسبت انگریزوں کی حکومت میں اسلام زیادہ آزاد ہے۔

صرف یہی نہیں کہ سلطان نے جب دیکھا۔ کہ مسلمانوں کی عیش کوشیوں کی وجہ سے اللہ نے ان کا ایمان اچک لیا ہے۔ اور وہ مختلف قسم کی برائیوں اور خانہ جنگی میں مصروف ہیں تو اس نے سب کو ایک مرکز پر لا کر ہندوستان میں اسلامی حکومت کے دوبارہ قیام کے لئے جہاد کی عام تبلیغ شروع کی۔

ملک کے عام باشندوں کی اصلاح کی طرف بھی آپ پوری توجہ کی اور ان میں نئے طرزِ زندگی اور نئے سماج کی بنیاد ڈالنے کی کوشش کی۔ ٹیپو کے دور میں آپ ہر دور کی ... سیاسی، فوجی، ... اقتصادی تاریخ پر نظر ڈالئے۔ ٹیپو کی ترقی پسندی آپ کو ہر شعبہ میں نظر آئے گی۔ اس سلسلہ میں ٹیپو سے متعلق ... کی اس رائے میں کوئی مبالغہ نظر نہیں آتا کہ

"ٹیپو اپنے زمانہ سے بہت پہلے پیدا ہو چکا تھا"

ٹیپو کا ہم ذرا غور سے مطالعہ کریں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ اسکی انقلابی کوششوں کا دائرہ اسکی سلطنت تک ہی محدود نہ تھا۔ یہ کہنا بھی ناکافی ہے۔ کہ وہ پورے ہندوستان کی قسمت بدلنے کے درپے تھا۔ **بلکہ ٹیپو عالمگیر اسلامی اتحاد کا داعی تھا**۔ اس غرض کے لئے اس نے افغانستان اور دوسرے اسلامی ممالک کو پیغام بھی بھیجے۔ ترکی کے سلطان سلیم سے بھی اس نے خط و کتابت کی۔ مگر سترھویں صدی کے اس دور میں ترکی کے مسلمانوں پر بھی جمود اور بے حسی طاری تھی۔ اور وہاں بھی انگریز پوری سرگرمی سے اپنی شرارتوں میں مصروف تھے۔ چنانچہ دربار سے بھی ٹیپو کی حوصلہ افزائی نہ ہوئی۔

ہندوستان کو انگریزوں سے پاک کرنے کے لئے ٹیپو نے یہاں کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ نظام الملک اور مرہٹوں پر بھی تعاون کے لئے زور دیا۔ مگر انہوں نے تعصب اور تنگ نظری کی وجہ سے ساتھ نہ دیا۔

ٹیپو کی ان کوششوں پر پوری مسلم امت اور ہندوستان کے مستقبل کا دار و مدار تھا۔ اسکی کوششوں کی اہمیت اگر کسی نے سمجھی تو انگریزوں نے۔ اور انھیں ناکام بنانے میں انگریزوں نے اپنا تمام زور لگا دیا۔

انگریزوں نے سلطان کی سلطنت میں بھی سازشوں کا جال پھیلا دیا۔ انھیں میر صادق اور پورنیا جیسے ازلی غدار بھی میسر آ گئے۔ جن کی بے ایمانیوں نے ہندوستان کے سر ہمیشہ کی ذلت اور غلامی تھوپ دی۔

ہمارا اولوالعزم سلطان ان تمام بلاؤں کے ہجوم میں بھی دل برداشتہ نہ ہوا۔ اور اپنی نیک جدوجہد میں مصروف رہا۔

اس وقت جبکہ انگریزی فوجیں سرنگاپٹم کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں۔ اور میر صادق و پورنیا کی غداری کی وجہ سے سرنگاپٹم کا محفوظ رہنا ناممکن ہو چکا تھا۔ مردِ مجاہد دلیں تنہا ... موت کا ... اور امرا موجود تھے ان سے یہ کہہ کر کہ

"اس غداری کا نتیجہ تمہیں اسوقت معلوم ہوگا جب تم اور تمہاری آئندہ نسلیں اس ملک میں محتاج اور ذلیل ہوکر ایک ایک دانہ چاول اور باجرہ کی مٹھی کیلئے ترسینگی"

قلعہ کے چھوٹے دروازہ سے نکل کر میدانِ جنگ میں پہنچا اور انگریزی فوجوں سے لڑتا ہوا مغرب کے وقت شہید ہو گیا۔

سلطان کی شہادت کا جو اثر ہندوستان کی سیاست پر پڑا۔ وہ بعد کے واقعات سے خوب ظاہر ہے۔ انگریزوں کو اس سے جو خوشی ہوئی۔ اس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔ کہ جنرل ہارس۔ سلطان کی لاش پر کھڑا ہو کر مسرت سے چلایا

"آج ہندوستان ہمارا ہے"

ٹیپو کی شہادت کی خوشی میں انگریزوں نے نہ صرف کلکتہ بلکہ انگلستان میں بھی جلوس نکالے۔

سلطان شہید غلبۂ امت کے جس نیک اور بلند مقصد کو لیکر اٹھا تھا۔ اسی کی خاطر زندہ رہا۔ اور اسی کے لئے جان دے دی۔

ٹیپو نے ہماری تاریخ میں وہ جگہ حاصل کی ہے۔ جو بہت کم لوگ حاصل کر سکے ہیں۔ ہندوستان میں ... مسلمان بادشاہ بھی گزرے ہیں۔ لیکن ٹیپو کا مقام ان سب سے کہیں بلند ہے۔

ٹیپو نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ آج دنیا کا ہم ہماری طلب ... انقلاب کا سامنا ہے ... ۱۸۳ سال ... مسلم ملت ایک ... کی زندگی یا ہمیشہ کی ہلاکت۔ ٹیپو کی زندگی ... ملتا ہے۔ کہ ہم سب مسلمانوں کی طرح زندہ رہیں ... کی طرح مر جائیں۔ اسلام میں رہ کر تیسرا کوئی راستہ ہمارے لئے ...

نہیں ہے۔ بزدلی اور موت کے خوف سے اپنے دلوں کو پاک کریں۔ جہاں بزدلی ہے۔ وہاں اسلام نہیں۔

ہم سب کو بھی اپنے اعمال کے ساتھ خدا کی طرف واپس لوٹنا ہے۔ دین کی حمایت میں جلد کھڑے ہونے سے موت جلد نہیں آجائیگی۔ اور دیر کرنے سے آنے میں تاخیر نہ ہوگی۔ وہ بالآخر خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ہم چاہیں یا نہ چاہیں وہ ایک دن ضرور آئیگی۔

جس ملت نے ٹیپو جیسے ہیرو پیدا کئے ہیں۔ اسکی زندہ رہنا [illegible] ہے۔ وہ اب بھی اپنے اصولوں پر جم جائے۔ تو اس کا وجود انسانیت کی بقاء کا ضامن بن سکتا ہے۔

آؤ! ہم سب ملکر ٹیپو کے مقدس مشن کی تکمیل کریں۔

زندہ کن در سینہ آں سوزے کہ رفت
در جہاں باز آور آں روزے کہ رفت

(بقیہ صفحہ [illegible])

فراموش ہو جائے چنانچہ بعض حضرات کو اس قبال پر غیر ضروری طاقت صرف کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے کہ پاکستان میں صحیح اسلامی سزائیں ملنی چاہئیں، اور زنا کی سزا موت ہو اور چور کا ہاتھ کاٹا جائے۔ گویا اسلام محض ایک تعزیراتی نظام ہے۔ غرضیکہ یہ لوگ مسلمانوں کے دماغ کو چھوٹی اور غیر اہم باتوں میں الجھانے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ اسلام اپنے انقلابی فرائض ادا نہ کر سکے اسی طرح ایک صاحب نے اشتراکیت اور اسلام کے مسئلے پر ایک کتاب لکھی ہے۔ اشتراکیت سے وہ خاص طور سے اس وجہ سے بیزار ہیں کہ اگر اشتراکی نظام قائم ہو گیا تو کوئی غریب، رہیگا ہی نہیں پھر ہم خیرات کسے دینگے، اور ہمارے دینی فرائض کس طرح پورے ہوں گے اور [illegible] کس طرح آئیگی چنانچہ اس وقت سب سے لازمی چیز یہی ہے کہ مسلمانوں کو ایسے دوستوں سے آگاہ کیا جائے، اور انھیں سمجھایا جائے کہ اسلام میں مرکزی چیزیں کیا ہیں اور فروعی چیزیں کیا ہیں۔ یہ انکی ذہنی تربیت کا بنیادی اصول ہونا چاہئے۔ پھر ان مرکزی نظریات کی روشنی میں ان نئے خیالات کا سخت معروضی مطالعہ ہونا چاہئے جو دنیا میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ جو [illegible] میں ہمیں ایک ایسی سیاسی جماعت کی ضرورت ہے جو اپنا آدھا وقت کتب خانہ میں گذارا کرے۔ [illegible] یہ کہ مسلمان عوام کو عالمگیر دارالاسلام [illegible] قوم پرستوں کے اسلام سے نہیں بلکہ قرآن کے اسلام سے روشناس کرایا جائے اور قرآن کے اسلام کو سمجھنے کے لئے ہر نئے خیال سے روشناس [illegible] مسلمان اپنا انقلابی فریضہ [illegible] انقلابی مسلمان [illegible] عوام [illegible] ایشیائی کانفرنس [illegible]

مذہب اور سیاست
ایک اہم سوال

س — آپ نے اکثر جگہ اعلان کیا ہے کہ ہمارا سیاست سے تعلق نہیں ہے۔ ہماری جماعت مذہبی جماعت ہے۔ لیکن اسلام میں تو مذہب اور سیاست علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔ پھر آپکے دعوے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟

ج — عام طور سے سیاسی جماعت سے مراد ایک ایسی جماعت ہے جو لوگوں کو کسی ملکی نصب العین پر اپنا ہم خیال بنائے اور اپنے حق میں ووٹ حاصل کرے اور حریف جماعتوں کے زور کو توڑے۔ اور اسطرح حکومت میں اقتدار حاصل کرے ہمارا کہنا یہ ہے کہ قوم کی خدمت صرف اسی طرح نہیں ہو سکتی کہ ہر شخص اس تنازعہ میں حصہ لے۔ کیا لازمی بات ہے کہ ہر شخص سیاست کا ماہر ہو جائے، اور کوشش ہی کرنا [illegible] سیاست کی مروجہ صورت کیونکہ موجود ہے اسلئے ضروری ہے اسکو بھی بنا اور اسکے متعلق غور کرنا ضروری ہے لیکن یہ سیاست کا ہی نہیں ہے۔ قوم کی اور بھی ضرورتیں ہوتی ہیں جن کے بغیر سیاست محض نقش بر آب ہے۔

ملت کی زندگی کا راز صرف اس سیاست میں نہیں ہے سیاست تو اس زندگی کے لئے محض ایک سانچہ ہے۔ اور ایک بہانہ ہے۔ جب کسی ملت میں زندگی ہوتی ہے تو وہ سیاست کے تنگ سانچوں کو توڑ کر تاریخ میں اپنا مقام متعین کر لیتی ہے اسکو انقلاب کہتے ہیں۔ اور یہ انقلاب اسقدر غیر متوقع ہوتا ہے کہ سطحی سیاست کے دیکھنے والوں کو اسکا علم بھی نہیں ہوتا۔

سیاست زندگی کی ایک صورت ہوتی ہے۔ زندگی کو پیدا کرنے والی طاقت نہیں ہوتی۔ جب کسی ملت میں زندگی کی کمی ہوتی ہے وہ قومیں تبھی جو قانونی طور پر آزاد ہیں ذہنی اور تمدنی طور پر بلکہ سیاسی اور اقتصادی طور پر دوسروں کی غلام بنجاتی ہے۔

فن و ادب، جہاد و جانبازی، علم و عمل، سیاست و حکمت سب اسی زندگی کے مظاہر اور کرشمے ہیں۔ اور خود یہ زندگی ایک زندہ خیال (   ) ایک بے غرض مقصد اور ایک بلند اخلاق سے پیدا ہوتی ہے۔

اگر مذہب کے اندر زندگی کے یہ لوازم ہیں تو وہ زندہ ہے ورنہ چند معتقدات اور توہمات کا ایک مجموعہ ہے۔ مذہب یا تو ایک انقلاب ہے۔ ہمہ پہلو انقلاب۔ اور ہر لحظہ انقلاب ورنہ وہ ایک بے پناہ جمود ہے۔ مذہب یا تو زندگی کا ایک وسیلہ ہے ایک مسلک ہے، یا انسانی روح و دماغ کی زنجیر۔ مذہب مشعل راہ ہے یا حسب افیون ہے [illegible] یا تو زندگی ہے یا موت، رحمت ہے یا لعنت۔

یہی مذہب زندگی کو [illegible] طاقت [illegible] مذہب کہتے ہیں۔ زندگی سے علیحدہ مذہب کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں مذہب اور سیاست [illegible] کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام میں سیاست انسانیت کو بہتر کرنے والے [illegible]

نیکی اور طاقت کو ایک نقطہ پر جمع کرنے والے انقلاب کو کہتے ہیں۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ اسلام حاضر و موجود سے انکار نہیں کرتا لیکن اسلام حاضر و موجود سے بیزار ضرور کرتا ہے تاکہ بہتر عالم پیدا ہو سکے۔

ہمیں اپنے زمانے سے آنکھیں بند نہیں کرنی ہیں۔ اسکے رجحانات کو اچھی طرح سمجھنا ہے، اسکو پرکھنا ہے، لیکن اسکا غلام نہیں بننا ہے، بہروپیا نہیں بننا ہے بلکہ اس [illegible] کو ایک خاص سمت میں موڑنا ہے۔

میرا اندازہ ہے کہ جناب کے ذہن میں یہ سوال مذہب اور سیاست کا تخیل صاف نہ ہونیکی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔

"تحفظ امن"

محمد سلطان، محمد رمضان اور مصطفےٰ خاں بدستور جیلخانہ میں ہیں انکو آتش گیر مادہ کے قانون کے ماتحت گرفتار کیا گیا تھا۔ سیشن جج نے ضمانت پر رہائی کی اجازت بھی دیدی لیکن پولیس کلکٹر صاحب سے قانون تحفظ امن کے ماتحت ایک حکم نکلوا کر انکو جیل خانہ ہی میں رکھنے میں کامیاب ہو گئی ایک قانون سے کام نہ چلا تو دوسرا قانون موجود ہے اب سنا ہے کہ صوبائی حکومت سے چھ ماہ کے لئے انکو حوالات میں رکھنے کی اجازت منگوالی گئی ہے۔

قانون تحفظ امن درحقیقت ایک آرڈیننس ہے جسکو قانون کی صورت دیدی گئی ہے۔ جب موجودہ حکومت کی پارٹی برسر حکومت نہیں تھی تو آرڈیننس کی بڑی سخت نکتہ چینی اور تنقید کرتی تھی کہتی تھی کہ آرڈیننس قانون کی اسپرٹ کے خلاف ہے۔ پولیس کو اسقدر اختیارات دینے سے لوگوں کے حقوق محفوظ نہیں رہ سکتے۔ اس پارٹی نے برسر حکومت آنیکے بعد یہ کیا کہ آرڈیننس ہی کو قانون کی صورت دیدی لیکن کیا صورت بدلنے سے روح بھی بدل گئی۔

کچھ معلوم نہیں کہ یہ لوگ کیوں گرفتار ہیں۔ پولیس اگر کوئی مقدمہ تیار کر رہی ہے تو اسکے کرنے میں کتنی مدت لگیگی ان میں سے محمد سلطان امتحان سے بھی رہ گیا اور کچھ معلوم نہیں کہ غریب کب تک گرفتار رہیں گے۔ چھ مہینے کی اجازت تو آ ہی گئی ہے۔

یہ امن قائم رکھنے کا خوب طریقہ ہے۔ ہندوستان میں یہ طریقہ کچھ نیا نہیں ہے۔ اب کسی کو تعجب نہیں ہوتا تعجب اسپر ہوتا ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قومی حکومت آنے سے حالات بہت بدل گئے ہیں۔ کچھ لوگوں کے لئے بدل گئے ہوں گے؟

ابھی اطلاع ملی ہے کہ مخدوم محمد سلطان کے چھوٹے بھائی محمد عمران کو بھی اسی مہلک قانون کے ماتحت گرفتار کر لیا ہے

ہمارے کارکنوں اور دیگر مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان حالات میں نہ پریشان ہوں نہ انتقامی جذبہ دل میں آنے دیں۔ دنیا میں جو ہوتا ہے وہ بدستور اپنا کام کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کوئی کشادگی کی صورت پیدا کریگا۔

کو برداشت نہیں کر سکتا کہ ہندوستان میں روس کا سیاسی اقتدار قایم ہو۔

جہاں تک تجارتی مفاد کا تعلق ہے اسکی صورت یہ ہے کہ برطانوی سرمایہ دار اب اس بات کو سمجھ گیا ہے کہ ہندوستان سے فائدہ اسی صورت میں اٹھایا جا سکتا ہے جب ہندوستانی سرمایہ دار کو بھی اپنا ساجھی [illegible] کیا جائے اور اسی کا نام استعمال کیا جائے۔ چنانچہ برطانوی سرمایہ داروں اور ہندوستانی سرمایہ داروں میں اس قسم کے اشتراک شروع ہو گئے ہیں۔ برطانوی سرمایہ دار ہندوستان کی سیاسی تبدیلیوں سے ناخوش نہیں ہیں۔

پھر ہندوستان میں ہندو اور مسلمانوں میں جھگڑا کانگریس اور لیگ میں کشمکش، نوابوں اور راجاؤں میں اختلاف، ملک کی تقسیم کے بعد صوبوں کی تقسیم کا سوال [illegible] اور پرجا میں کشیدگی، راجاؤں اور نوابوں کی [illegible] لیڈروں سے ساز باز [illegible] ریاست [illegible] قوم کے خلاف قوم [illegible] طبقہ یہاں کی حکومت کا کمال۔ یہ عام باتیں ایسی ہیں کہ انگریز کے باقتدار ہندوستانیوں کے مطالبہ میں کوئی جان پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہندوستانیوں کو طاقت ایک عہد نامہ کی رو سے سپرد کی جائیگی۔ اس عہد نامہ پر برطانوی مدبر یقیناً غور و خوض کر رہے ہیں۔ اور اس عہد نامہ کے شرائط جو انگریز پیش کرینگے ہندوستانیوں کو لازمی طور پر ہی ماننے پڑیں گے۔ گویا ہندوستان کی اندرونی حالت کیسی ہی ہو انگریز کے مفاد کو ہندوستان میں کوئی ضرر نہیں۔

(۳)

تھوڑے سے غور و تامل سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ کوئی معجزہ نہیں ہو رہا۔ تاریخ میں معجزے نہیں ہوتے۔ معجزوں میں یقین کرنا بے یقینی کی انتہا ہے۔ دنیا کے قانون اور قوموں کے نفسیات نہیں بدلا کرتے۔ ہندوستان اور برطانیہ کے تعلقات اب اپنا چولا بدل رہے ہیں۔ مولوی فضل الحق کو فضول [illegible] گھبراہٹ ہے کہ کسی طرح انگریز کو ہاتھ پکڑ کر روک لو۔ انگریز ہندوستان سے نہیں جا رہا۔ ہاں اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ انگریز ملک میں انکی خاطر امن و امان قایم رکھے تو انگریز یہ ذمہ [داری] مول لینے کے لئے تیار نہیں۔ ہمیں خود تمام خارجی اثرات سے آزاد ہونا ہے اور ملک کی اندرونی حالت کی ذمہ داری اپنے اوپر لینی ہے۔ آج ہندوستان کی یہ حالت ہے کہ اگر وہ برطانیہ کے زیر اثر نہ رہا تو دوسری طاقتیں اپنا اثر جمائینگی اور ہندوستان ان کے مقابلہ کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ کتنی ہی تلخ سہی لیکن حقیقت ہے۔ اور اس لئے نہیں ہے کہ ہم ہمت چھوڑ بیٹھیں بلکہ اسلئے ہے کہ احمقوں کی جنت میں اپنا کاشانہ تعمیر نہ کریں۔ دنیا کی حالت یہ ہے کہ شاید [illegible] چھوٹی قوموں کے لئے اب کوئی گنجائش ہی نہیں ہے سوائے اسکے کہ وہ کسی بڑی طاقت کی دم والی بنکر رہیں۔ اتنی ان میں صلاحیت نہیں کہ وہ آپس میں ملکر خود ایک بڑی طاقت بن جائیں۔ یہ تمام باتیں اپنے سامنے رکھتی ہیں۔ ہم میں ایک بڑی طاقت بننے کی صلاحیت ہے۔ ہم یعنی آزاد ہو کر دوسروں کو آزاد کرنے کی صلاحیت ہے۔ ہم دنیا کی تاریخ میں ایک بہت بلند مقام اپنے لئے پیدا کر سکتے ہیں۔ [illegible] جو کچھ ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمیں اپنے اندر عزم، یقین، ایمان، عمل [illegible] تنظیم اور رواداری کی طاقتیں اور ایسی ہی بہت سی پیدا کرنی ہیں۔ ایک وقتی جوش کام آتے نہیں [illegible] تو قائم نہیں رہتا [illegible] ہیں۔ لیکن موت اور زندگی [illegible] حقیقتیں ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی قسمت کو نہیں بدلیگا جب تک کہ وہ لوگ خود اپنے کیرکٹر کو نہ بدلیں۔

یہ زندگی کا اٹل قانون ہے۔ جو ہمیشہ سے ہے اور [illegible] آنکھ کو [illegible] انقلابیوں [illegible] سمجھنے والے [illegible] یہ روشن حقیقت ہے۔

پرانی وفاداریاں اور نئے تقاضے

آجکل ہندوستان کی سیاست میں توجہ کے دو مرکز ہیں۔ ایک تو وہ فسادات جو آئے دن ہو رہے ہیں۔ اور دوسرے وہ فیصلے جو ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے متعلق اور ہندوستان کی مختلف قوموں کے باہمی تعلق کے متعلق [illegible] کر رہا ہے۔

ہندو مسلمانوں میں نفرت اور خوف کی ایک ایسی فضا پھیلی ہوئی ہے کہ ہر جگہ فساد کا امکان ہے۔ ہندوستان کی سیاسی حالت بدل رہی ہے۔ ہندوستانیوں پر زیادہ ذمہ داری رکھی جا رہی ہے۔ انکو زیادہ طاقت دیجا رہی ہے اور اس وجہ سے ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات [illegible] کشیدہ ہو [illegible] ایسی صورت [illegible] ایک سیاسی چال کے طور پر فساد بھی کروا دینا بہت آسان بات ہے۔ اور جہاں جہاں فسادات ہوئے ہیں وہاں اگر دیکھا جائے تو واقعات کے پس پردہ کوئی سوچی سمجھی سیاسی چال ضرور نظر آتی ہے۔ شروع ہو جانے کے بعد [illegible] فسادات [illegible] دیوانگی اور انتقام کے زور پر چلتے رہتے ہیں۔ اور سیاسی حالات پر بہت گہری طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔

مثلاً پنجاب اور بنگال کی تقسیم کے مطالبہ میں [illegible] وہ انہیں فسادات کی بدولت پڑی ہے۔ پاکستان کے [illegible] میں جو جان پڑی ہے وہ انہیں فسادات کی بدولت پڑی ہے۔ ہندو اور مسلمانوں میں جو خلیج زیادہ وسیع ہوئی [illegible] وہ بھی اسی وجہ سے ہے۔

اور جیسے جیسے ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے متعلق فیصلے کا دن نزدیک آتا جا رہا ہے آپس کی بے اعتمادی اور شک میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر ہندوستان کی تقسیم کا اصول مان بھی لیا گیا تو بھی معاملات کا تصفیہ نہیں ہوتا۔ یہ تقسیم کس حد تک ہوگی اور کن کن علاقوں کی ہوگی؟ ہندوستان کی تقسیم کا نام بعض طبقوں کے لئے بہت خطرناک [illegible] کسی نہ کسی طرح اپنی شرائط کے ساتھ اس "اصول" کو ماننے کے لئے تیار تھے اور ہیں۔ سوال تو یہی ہے کہ کن کن علاقوں کی تقسیم ہوگی اور کس [illegible] ہوگی؟ [illegible] بہت زیادہ ممکن ہے کہ ہندوستان کی سیاست کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ [illegible] صورت [illegible] صاف [illegible] ہے۔

ہندوؤں میں ایک خاص [illegible] پیدا ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ [illegible] خصوصاً [illegible] کے ہندو [illegible] دیتے ہیں۔ ہندوؤں کا سکھوں کو اپنے مقاصد کی خاطر استعمال کرنا بالآخر خود ہندوؤں ہی کے لئے کچھ زیادہ مفید ثابت نہیں ہوگا۔

اور دوسری اہم چیز [illegible] جہاں ربط ضبط تھا وہاں مسلمانوں کے خلاف مہاسبھائی ذہنیت بڑھتی جا رہی ہے۔ ابھی حال ہی میں یو پی کی لیجسلیٹو اسمبلی کا واقعہ بہت آنکھیں کھولنے والا ہے۔ پنڈت پنتھ اور مسٹر قدوائی نے لیگی ممبروں سے کچھ سمجھوتہ [illegible] کے انتخابات کے متعلق کیا۔ کانگریس بالکل مخلوط انتخابات چاہتی تھی اور لیگ جداگانہ انتخابات۔ سمجھوتہ میں ایک صورت ان دونوں کے بین بین پیش کیگئی تھی۔ لیکن کانگریس پارٹی نے وزیر اعظم اور مسٹر قدوائی کے اس سمجھوتہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور صاف طور پر مخلوط انتخابات کی تجویز اسمبلی میں پیش ہوئی۔ ایک عام [illegible] احساسات کی ہے کہ کانگریس کو سوائے ان مسلمانوں کے جو اسکے ساتھ بلا شرط شریک ہیں اور اس لئے کوئی وجہ اختلاف ہی کانگریس سے نہیں رکھتے اور کسی مسلمانوں کی جماعت کا لحاظ یا خیال نہیں کرنا چاہتے۔ بہار کے ضلع میں جو انتخابات ہوئے [illegible] مہاسبھائی ذہنیت ہی کانگریس کے اندر [illegible] کانگریس کے مقابلہ پر مہاسبھائی جماعت [illegible] ہے۔

مسلمانوں کی [illegible] جماعتیں بھی اپنا احتساب کر رہی ہیں۔ جمیعۃ العلماء ہند اور مجلس احرار اور "قوم پرست" مسلمان اس کشمکش [illegible] میں ہیں کہ پیش آمدہ صورت حالات میں انکا رویہ کیا ہونا چاہئے۔ مجلس احرار سے بہت سے سربرآوردہ لیڈر لیگ میں شامل ہو گئے۔ [illegible] احراری لیڈروں نے ان لوگوں سے اظہار بیزاری کیا۔ جمیعۃ العلماء ہند کے سکریٹری نے مسٹر محمد علی جناح کو پاکستان کے مسئلہ پر مجلس مشاورت منعقد کرنے کے بارے میں خط لکھا۔

یونینسٹ پارٹی ختم ہو گئی [illegible] ایک [illegible] بڑے بڑے [illegible] طرف تبدیلی ہوئی [illegible] ان لوگوں کے [illegible] مسلمانوں کی [illegible] جماعت ہونگی [illegible] احساس ہو۔

[illegible] شخص اپنے آپ سے یہ سوال کرے گا [illegible] کیا [illegible] کر سکتا ہوں جس جماعت میں [illegible] ہوں وہ کیا [illegible] رہکر میں ملت کی کس طرح خدمت کر سکتا ہوں [illegible]

سیشور وقل مچلنے سے یا پرانی وفاداریوں پر اڑے رہنے سے کام نہیں چلتا زمانہ کے نئے تقاضے دیکھتے ہیں، ان کو سمجھتا ہے، ان کو پورا کرتا ہے۔

اس موقعہ پر ہماری جماعت کا کام بالکل واضح ہے۔ سب سے پہلی ضرورت تنظیم کی ہے تاکہ شیرازہ منتشر نہ ہونے پائے۔ نہ کسی جگہ ہراس پھیلے نہ انتقام کی دیوانگی۔ امتحان کے موقعہ پر آدمی کچھ ایسا گھبرا جاتا ہے کہ آس پاس کا کچھ بھی نظر نہیں آتا، وہ انسان کو انسان ہی نہیں سمجھتا، یہ بھول جاتا ہے کہ سر پر خدا ہے۔ ہراس اور انتقام کی دیوانگی دونوں ایک ہی ذہنیت کے مظاہرے ہیں اور یہ ذہنیت مذموم ہے ہماری تنظیم کا منشا یہی ہے کہ یہ ذہنیت پیدا نہ ہونے پائے۔ طاقت اور رواداری دونوں کا ساتھ رہے۔

تنظیم عوام کی تنظیم ہو۔ عوام ہی اس تنظیم کے سردار ہوں وہی تمام ذمہ داری محسوس کریں [illegible] ہماری قوم کو ہر قسم کی اجارہ داری سے [illegible] اسباب کا بڑا خطرہ ہے۔ [illegible] قربانیوں سے ایک خاص طبقہ متمتع ہوجاتا ہے [illegible] حالت یوں ہی اور رہتی ہے۔

پھر اس تنظیم کے ذریعہ [illegible] اپنے تمام معاشی و اقتصادی مسائل کو حل کرنا ہے۔ اگر ہم نے زندگی کی [illegible] کی طرف سے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور اسلام کو [illegible] اور اقتصادی [illegible] بنائے رکھا تو ہماری زندگی [illegible] کمزور ہوجائیگی۔

یہ ہمارا کام ہے۔ سیاسیات کچھ ہی کروٹ کیوں نہ بدلے اس کام کی ضرورت اپنی جگہ ثابت ہے۔ اس زمانہ [illegible]

(بقیہ مضمون صفحہ ۱)

انگلستان میں یہاں [illegible] یہاں [illegible] تیار کرلی جائیگی اور وہ ہندوستانی [illegible] منافع میں سے نوے فیصدی کے قریب نفع لیگا ہوگا اور دس فیصدی برلا کا۔ اسی طرح امپیریل کیمیکل انڈسٹریز نے بھی ٹاٹا سے معاملہ طے کرلیا ہے۔ چنانچہ اب مغربی سرمایہ دار ہندوستانی سرمایہ داروں کے پردے میں اپنا کام جاری رکھیں گے، کیونکہ ہندوستانی سرمایہ داروں کو ایشیائی ممالک میں تجارت کی پوری آزادی ہوگی۔ دوسرے ایشیائی ممالک ہندوستان سے معاشی تعلقات رکھنے پر اسلئے مجبور ہوں گے کہ وہ صنعتی اعتبار سے بہت پس ماندہ ہیں، اور انھیں کسی نہ کسی سے مدد لینی ہی پڑیگی، مغرب سے یا ہندوستان سے۔ غرضیکہ فی الحال تو یہ دو استعمار، یعنی مغربی سرمایہ اور ہندوستانی سرمایہ، اس طرح مل جلکر کام کرینگے۔ ممکن ہے آگے چلکر دونوں میں مقابلہ شروع ہوجائے، بہرحال اس وقت تو مغربی سرمائے اور سامراج کو ہندوستانی سرمایہ داروں کی مدد کی سخت ضرورت ہے۔ اسی لئے یورپ اور امریکہ کے اخبارات یہ حمایت کرنے پر اتنا زور صرف کررہے ہیں کہ ہندوستان ایشیا کا رہنما ہے، بلکہ ہندوستانیوں کو خوش کرنے کے لئے ہندوستان کو دنیا کے امن اور فلاح کا ضامن بتایا جارہا ہے، کہیں ہندو تہذیب کی تعریفیں ہورہی ہیں، غرضیکہ مغربی سرمایہ دار ہندوستان کو سیدھا کرنے کی فکر میں ہیں، اور مسٹر نہرو خوش ہورہے ہیں کہ ہم اب دنیا میں سب سے طاقتور ہوتے جارہے ہیں!

یہ دنیا کی تاریخ میں کوئی نئی بات نہیں ہے کہ کلچر کو استعمار کے فائدے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، بلکہ یہ تو مغربی سامراج کا پرانا ہتھکنڈا ہے۔ ادب کے ایک بہت بڑے انگریز پروفیسر [illegible] صاف لفظوں میں کہہ چکے ہیں کہ انگریزی سلطنت کے [illegible] راسیہ ہے کہ ہندوستانی لوگ انگریزی ادب کو [illegible] پڑھتے ہیں۔ یہی ترکیب یہاں آزمائی جارہی ہے۔ ہندو اخبارات برابر ہندو تہذیب اور آریائی نسل کی برتری کا اعلان کررہے ہیں اور کسی نہ کسی طرح ہندوستان کو ایشیا کا فطری لیڈر ثابت کردینے کی دھن میں ہیں۔ چنانچہ ایشیائی کانفرنس اس غرض سے تو ضرور مفید تھی کہ ایشیائی ممالک کو ساتھ بیٹھنے [illegible] کا موقع ملا، لیکن اصل غرض [illegible] یہی تھی [illegible]

دیگر ایشیائی ممالک کی حالت

یہاں سوال ہوسکتا ہے کہ آخر [illegible] ہندوستانی سرمایہ دار [illegible] کیا [illegible] سرمایہ [illegible] ہندوستانی سرمایہ [illegible] ایشیا میں ہندوستانی [illegible] سرمایہ دار [illegible] ممالک [illegible] معاشی امداد لینے پر مجبور رہیں، اور معاشی امداد [illegible] موجودہ صورت حالات میں [illegible] [illegible] ایشیائی ممالک [illegible] [illegible] [illegible] اسلامی ممالک [illegible] [illegible] کیونکہ نیا خیال حکمراں طبقے کا [illegible] بڑا دشمن ثابت ہوگا۔ ان اسلامی ممالک نے اسلامی نظریہ حیات ترک کرکے مغربی قوم پرستی اور لادینیت یا مصری کی جمہوریت اختیار کرلی ہے۔ چنانچہ اسلامی ممالک کے عوام اسی طرح سے غلام ہیں جیسے کسی جاگیردارانہ نظام میں ہوسکتے ہیں۔ اور تو اور خود اسلامی اخوت اور انسانی برادری کا خیال ان حکمران طبقوں کیلئے بڑی پریشانی کا باعث ہے کیونکہ اس سے انکے تفوق پر کاری ضرب لگتی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں کہ جب ہر بڑا ملک اس فکر میں ہے کہ دوسرے ملکوں کو کسی نہ کسی بہانے اپنے ساتھ ملا لیا جائے۔ روس تک نے کمیونزم کے اصولوں کو بالائے طاق رکھکر سلاو قوم کے اتحاد کے نعرے کو ترقی دینی شروع کردی ہے، انگلستان اور امریکہ والے اینگلو سیکسن قوموں کو ملانے کی کوشش میں ہیں لیکن ہمارے اسلامی ممالک ابھی تک قوم پرستی کے نشے میں ہیں اور اسلام کو عالمگیر اتحاد کا ذریعہ بنانے سے ڈرتے ہیں اور اسے رجعت پسندی کے مترادف سمجھتے ہیں، چنانچہ اسی کانفرنس میں جو مصری خواتین آئی تھیں انسے دنیا بھر کے اسلامی ممالک کے وفاق کے متعلق سوالات کئے گئے تو انھوں اس خیال کو بڑی دور از کار اور غیر عملی بات سمجھا، اور کہا کہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ عرب عربوں کے لئے ہو، واقعات تو ضرور اسلامی ممالک کو ایک دوسرے کے قریب لا رہے ہیں، لیکن مشرق وسطی کے ممالک اس معاملہ میں عملی جدوجہد تاریخ کی مدد نہیں کررہے ہیں میرے خیال میں اسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ وہاں کے عوام محکوم ہیں اور حکمراں طبقے انھیں ابھرنے کی اجازت نہیں دیتے رہے، اسکے برخلاف ایشیا میں جاندار خیالات صرف ان ملکوں میں پیدا ہورہے ہیں جہاں عوام یہاں تک سیاسی حالات پر اثر انداز ہورہے ہیں یا خود اپنے ملک کی سیاست [illegible] رہے ہیں، مثلاً انڈونیشیا، ویٹ نام [illegible] اور ہندوستان۔ بلکہ اگر عملی صلاحیت کو رہنمائی کا معیار قرار دیا جائے تو ایشیا کی لیڈری کا حق ہندوستان کو نہیں بلکہ انڈونیشیا اور ویٹ نام کو پہنچتا ہے۔ جہاں عوام اور لیڈر دونوں صحیح انقلابی عمل کی قابلیت رکھتے ہیں۔

غرضیکہ اس تمام بحث سے یہ چند نتیجے برآمد ہوتے ہیں۔ مغربی استعمار اور سرمایہ داری ایشیا سے ہٹنے پر مجبور ہے مگر ہندوستانی سرمایہ دار اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتا اور مغربی سامراج کی جگہ لینا چاہتے ہیں۔ اس نئے خطرے سے بچنے کی صرف ایک صورت ہے، وہ یہ کہ ایشیائی ممالک کی زمام حکومت چند طبقوں کے ہاتھوں سے نکلکر عوام کے ہاتھوں میں پہنچ جائے، اور عوام کی ذہنی تربیت اس طرح ہو کہ وہ کسی نئے یا پرانے استعمار کے پھندے میں نہ آسکیں۔ ایشیائی عوام کی یہ تربیت دو ذریعوں سے ہوسکتی ہے، یا تو کمیونزم کے ذریعہ یا اسلام کے ذریعہ ۔۔۔ یا پھر ان دونوں کے اتحاد کے ذریعے۔

ہندوستانی مسلمانوں کا فرض

اس سلسلہ میں ہندوستانی مسلمانوں پر بہت زبردست فرض عائد ہوتا ہے۔ ہندوستانی مسلمان اپنے جغرافیائی مقام اور آئندہ امکانات کی وجہ سے دنیا کی سیاست میں زبردست اہمیت رکھتے ہیں اور خاص طور سے اسلامی دنیا میں کیونکہ ہندوستانی مسلمان تعلیمی اور ذہنی اعتبار سے دنیا کے سارے مسلمانوں سے آگے ہیں۔ اسلئے بڑی سخت ضرورت ہے کہ ہندوستان کے مسلمان صحیح انقلابی عمل کے معنی اور جمہوری طاقت کے زمانے کی ضروریات سمجھیں، اور اپنے فکر و عمل کو نئے سانچوں میں ڈھالیں، محض وقتی اور مقامی سیاسی فائدوں کا شکار ہوکے نہ رہ جائیں۔ یہ کہنا زیادہ غلط نہ ہوگا کہ دنیا کے امن اور فلاح کا بہت کچھ دار و مدار ہندوستانی مسلمانوں کی صحیح سیاسی تربیت پر ہے، کیونکہ وہی دنیا کے مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اسلام کو دوبارہ ایک انقلابی طاقت بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں کو ٹھنڈے دل سے اور معروضی طریقے پر سوچنا سکھایا جائے اور خاص خاص مفادات نے جو ذہنی تعصبات پیدا کر رکھے ہیں انھیں دور کیا جائے تاکہ وہ مذہب کے نام پر دھوکہ نہ کھا جائیں اور صحیح اسلامی عمل کا مطلب سمجھیں کیونکہ اس وقت بہت سے جائز اور ناجائز مفادات مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کی فکر میں ہیں، مثلاً جاگیرداری، سرمایہ داری، ذہنی کاہلی وغیرہ وغیرہ، یہ مفادات بڑی سرگرم کوشش کررہے ہیں کہ اسلام کو محض روزے نماز تک محدود کردیا جائے اور اسلام کے اندر جو سماجی انقلاب پنہاں ہے وہ بالکل

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۴ پر)

مدیر اختر حامد خاں
پرنٹر پبلشر عبد الرؤف خاں نے [illegible] پریس [illegible] چھپوا کر [illegible] سے شائع کیا

چندہ سالانہ مبلغ چھ روپیہ
ہفتہ وار
ششماہی ۳ روپے

18 MAY 1947

جلد نمبر ۵ نمبر ۔ بروز جمعہ ۱۶ مئی ۱۹۴۷ء - فی پرچہ ۱ر

دنیا ہماری نظر میں

سیاسی مقاصد کی خاطر قوت اور تشدد کا استعمال مت کرو: گاندھی و جناح

ایک مہینہ کے قریب ہوا کہ وائسرائے کے کہنے پر مہاتما گاندھی اور محترم جناح نے امن کے لئے ایک اپیل پر دستخط کئے اور اسکو شائع کرنے کی اجازت دی۔ اس اپیل میں دونوں لیڈروں نے حالیہ فسادات پر رنج و افسوس کا اظہار کیا اور ہمیشہ کے لئے سیاسی مقاصد کے حصول کی خاطر قوت اور تشدد کے استعمال کی مذمت کی۔

ہمیں معلوم نہیں قوت اور تشدد سے یہ سمجھا کے کیا معنی ہیں؟ تشدد اور عدم تشدد کا فرق کچھ اسقدر باریک ہے کہ اکثر اوقات محض نقطۂ نگاہ کا فرق بنکر رہجاتا ہے۔ مثلاً ۱۹۴۲ء کے کانگریسی ایجی ٹیشن کے متعلق کیا کہا جائیگا۔ لیگ کے موجودہ سرحدی ایجی ٹیشن کے متعلق کیا کہا جائیگا؟ جیسا کہ خود بیان سے ظاہر ہے سیاسی مقاصد کو قوت اور تشدد کے ذریعہ حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ کوشش کون کر رہا ہے؟ بیچارے "غنڈے" تو سیاست کو سمجھتے بھی نہیں۔ وہ سیاسی مقاصد کو کیا جانیں۔ یہ کام تو سیاسی لیڈروں کا ہی ہوسکتا ہے۔ اور انہیں کی اس بیان سے مذمت نکل سکتی ہے۔ اور اسوقت ہندوستان میں حقیقی معنوں میں دو ہی سیاسی لیڈر ہیں۔ یعنی مہاتما گاندھی اور محترم جناح جنکی طرف سے یہ اپیل شائع ہوئی ہے۔

چنانچہ اس اپیل کا اثر بھی وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا یعنی واقعات اس طرح ہوتے رہے گویا کوئی اپیل شائع ہی نہیں ہوئی تھی۔ کلکتہ میں برابر ہندو مسلم دو عملی رہی سرحد میں بدستور بے چینی پھیلی رہی۔ دہلی میں چھرے گھونپے جاتے رہے۔ کانپور۔ بمبئی وغیرہ میں فساد کے دورے پڑتے رہے اور خوف اور نفرت اور بے چینی کی فضا تمام ملک پر مسلط رہی۔

قوت اور تشدد کا استعمال بھی سیاست ہی کی ایک چال ہے

بات یہ ہے کہ جب ہندو اور مسلمانوں کو آخری فیصلہ کا دن نظر آنے لگا اور مطالبۂ پاکستان پر جذبات برانگیختہ ہوئے تو زور آزمائی شروع ہو گئی۔ ابتدائی ردو بدل کے بعد نوا کھالی کا افسوسناک حادثہ ہوا۔ اس حادثہ سے ہندو

اقوام ہند کی کشمکش
ہماری قسمت کس کے ہاتھ میں ہے؟

قوم نے فائدہ اٹھایا اور بہار اور گڈھ کے واقعات پیدا کئے گئے۔ پٹیل جیسے لیڈر مطمئن ہوگئے کہ ... ہندوؤں کا کھاتہ برابر ہو گیا۔ اور عام ہندو بہت خوش ہوا کہ وہ اپنی سیاست کو بزور بازو مسلمان سے منوا سکتا ہے۔

ادارہ

پھر پنجاب میں مسلم لیگ کی یونینسٹ وزارت کے خلاف جدوجہد شروع ہوئی۔ مقامی لیڈروں کو احساس ... لاحاصل تھا کہ مسلمانوں کی اکثریت کے نمائندہ ہونگی ... باوجود وزارت سے محروم ہیں۔ اتنے ہی میں صوبہ سرحد میں بھی لیگ کی طرف سے ایجی ٹیشن شروع ہو گیا تھا۔ پنڈت نہرو کے استقبال سے یہ پتہ لگ گیا تھا کہ ہوا کس رخ کی چل رہی ہے۔ ۲۰ر فروری کے اعلان کے بعد کہ اختیارات صوبائی حکومتوں کو بھی سپرد کئے جاسکتے ہیں۔ صوبائی حکومتوں کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔ سرحد کا ایجی ٹیشن چمک اٹھا۔ ادھر آسام میں کانگریسی حکومت کی بنگالی نو واردوں کے اخراج کی پالیسی کے خلاف زور پیدا ہوا۔ پنجاب میں معلوم نہیں احساس فرض کے نتیجہ کے طور پر یا گورنر کے کہنے پر (یعنی دفاداروں کے واسطہ سے یا آئندہ گورنری کی امید پر) ملک خضر حیات نے استعفیٰ دیا۔

اب سیاسی ہندوؤں نے بیوقوف سکھوں کو آگے رکھکر اپنا ایجی ٹیشن شروع کیا۔ ماسٹر تارا سنگھ نے مسلمانوں کو پنجاب سے ہی نکالنے کا اعلان کر دیا۔ نتیجہ کشت و خون آگ اور فساد کی صورت میں ظاہر ہوا۔ مسلمانوں نے امرتسر اور لاہور میں مقابلہ کیا اور جہاں وہ بہت بڑی کثرت میں تھے وہاں انکا سکھوں یا ہندوؤں کے خلاف اقدام انکی زیادتی تھی۔

ماسٹر تارا سنگھ کا جب ارادہ پورا نہیں ہوا اور مسلمان بدستور پنجاب میں موجود رہے تو اب تقسیم پنجاب کا سوال پیدا کیا۔ ادھر ماسٹر تارا سنگھ پنجاب کی سرحد سے نکلکر جہاں جہاں پہونچے اتفاق سے فساد بھی ان کے ساتھ ساتھ ہی پہنچا کلکتہ۔ کانپور۔ دہلی۔ تقسیم پنجاب کے ساتھ ساتھ تقسیم بنگال کا سوال بھی کھڑا ہو گیا۔ ہندوؤں کے لئے یہ پاکستان کے مطالبہ کا بہت اچھا جواب تھا اور گذشتہ چند مہینوں کے واقعات سے اس تقسیم بنگال اور تقسیم پنجاب کے مطالبہ میں جان سی پڑ گئی۔ تقسیم بنگال اور تقسیم پنجاب کی تائید میں کوئی وجہ ہو یا نہ ہو بہر حال فساد کا وہاں ہوجانا تو کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی جو کچھ بھی ہو اسوقت کانگریسی بساط پر یہی چال ہے۔

اب مسلم لیگ یا تو اسکے جواب میں یہ کر سکتی تھی کہ ان صوبوں میں بھی جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں مسلمانوں کے علاقہ بناکر پاکستان سے انکے الحاق کا مطالبہ کر دیتی اور مسلمان حکمرانوں کی ریاستوں کو بھی پاکستان میں شامل ہونے پر زور دیتی یا یہ بھی کرتی اور ساتھ ساتھ اپنا شمال مشرقی اور شمال مغربی علاقوں میں مکمل پاکستان کا مطالبہ بھی قائم رکھتی۔

موجودہ پوزیشن

مسٹر محمد علی جناح نے ۳۰ر اپریل کو ایک بیان میں تقسیم بنگال اور تقسیم پنجاب کے مطالبہ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ اس مطالبہ کا محرک حسد اور بغض کو بتایا ہے، اس مطالبہ کو بہت خطرناک بتایا ہے۔ اور امید کی ہے کہ انگریزی سرکار اس جال میں نہ گریگی۔ انہوں نے پورے پاکستان کا مطالبہ اس دلیل سے کیا ہے کہ مسلمان ایک چوتھائی ہیں، تو انکا دیس بھی ایک چوتھائی ہونا چاہئے۔ آبادی کے نقل و بدل سے تمام معاملات ٹھیک ہوسکتے ہیں۔ اور علیحدہ علیحدہ فوجوں پر زور دیا ہے۔

بابو راجندر پرشاد نے اسی روز بیان دیا کہ اگر ہندوستان کو تقسیم ہونا ہی ہے تو پوری پوری طرح تقسیم ہوجائے۔ پنجاب اور بنگال بھی تقسیم ہونے لازمی ہیں۔ اور اس تقسیم کے بعد فوجیں بھی علیحدہ علیحدہ ہوں۔ ان کا کہنا ہے کہ آخر لیگ کا مطالبہ یہی تو تھا کہ وہ "علاقے جن میں مسلمان اکثریت میں ہیں علیحدہ کر دئے جائیں اور وہ ایک آزاد ریاست بنائیں۔"

انگریزی کی طرف نگاہیں لگی ہیں
حل طلب سوالات

اب حالت یہ ہے کہ نئی دہلی میں مجلس آئین ساز کے اجلاس ہو رہے ہیں لیکن اب حلقہ بندی کا

(بقیہ صفحہ ۶ پر ملاحظہ ہو)

تنظیم کسے کہتے ہیں

نیکی کو منظم کرکے اس کارزار میں جہاں باطل کی طاقتیں ایک دوسرے ٹکرا رہی ہیں اسطرح حصہ لینا کہ یہ کارزار ہی حق و باطل کا کارزار بنجائے اور اس سے زندگی کی نئی نئی شاہراہیں کھلیں اور نئے نئے امکانات پیدا ہوں — یہی جہاد ہے —

آجکل "تنظیم" "تنظیم" کی رٹ ہر زبان پر ہے — لیکن اکثر لوگوں نے یہ سوچا بھی نہیں کہ "تنظیم" کے نام پر وہ جا رہے کیا ہیں۔ یہ ہر شخص محسوس کرتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ہونا ضرور چاہیئے — بےحسی اور جمود کی اب وہ کیفیت نہیں ہے جو تھی۔ لیکن ایک تو ابھی یہ احساس شدید نہیں ہوا ہے کہ بجائے یہ کہتے رہنے کے کہ قوم کو یہ کرنا چاہیئے یا وہ کرنا چاہیئے انکو خود اپنے متعلق یہ طے کرنا ہے کہ خود انہیں [illegible] ہم قومی ضروریات پر غور کرتے وقت آسانی کے ساتھ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ قوم ہم سے علیحدہ کچھ شے نہیں ہے، جو بات ہم قوم کیلئے کہتے ہیں کہ یہ ہونا چاہیئے یہ کرنا چاہیئے، وہ ہمارا ہی فرض ہے کہ ہم کریں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ہر شخص کو بالکل صاف یہ بھی فیصلہ کرنا ہے کہ اسے کرنا کیا ہے۔ وہ کیا دور ہے جس میں [illegible] قوم کی بہترین خدمت کر سکتا ہے۔

لفظ "تنظیم" کوئی طلسم نہیں ہے جس سے تمام مشکلیں حل ہوتی چلی جائینگی۔

زندگی کے لئے کوئی نہ کوئی نظام ناگزیر ہے۔ آدمی ہمیشہ جماعتیں بنا کر رہتا ہے یہ انسانی فطرت کا تقاضہ اور جب ہر ایک واحد مقصد کی خاطر آدمیوں کو ایک ڈسپلن کے ماتحت کام کرنا پڑتا ہی ہے کسی دفتر کا کام ہو اپنی بستی کی سماجی زندگی ہو کوئی کاروبار ہو، یا کہیں ڈاکہ ہی ڈالنا ہو بغیر ایک قسم کے ڈسپلن کے حصول مقصد ناممکن ہے پھر آپس میں مختلف جماعتوں میں تصادم ہوتا ہے تو یہ جماعتی احساس اور بھی بڑھ جاتا ہے اور ایک قسم کی تنظیم پیدا ہو جاتی ہے گذشتہ فسادات میں جہاں کہیں کوئی تنظیم نہیں تھی وہاں بھی چند دنوں میں وقتی طور پر بری بھلی ایک تنظیم قائم ہو گئی ہے۔

جماعتیں اسلئے بنتی ہیں کہ زندگی قائم رہ سکے انسان زندگی کا غلام ہی نہیں ہے بلکہ حاکم بھی ہے وہ اپنے ارادہ سے ان جماعتوں کی اسطرح تشکیل کرتا ہے کہ ان سے انسانیت کے اعلیٰ مقاصد حاصل ہو سکیں نسل اور ملک کے اعتبار سے جماعتوں کا بننا فطرت کی غلامی ہے حضور صلی اللہ نے ملت کو نسل اور ملک کی بندشوں سے بلند کر دیا۔ نسل اور ملک تو ہیں ہی انسانیت کو گروہوں میں منقسم کرنے والے تصورات اسلئے اس بنیاد پر جس قدر جماعتیں بنتی ہیں انمیں تصادم ناگزیر ہے انسان کی صلاحیتوں کو نشو و نما دینا، اور انسانی سماج میں عدل و اخوت کو قائم رکھنا یہ ایک ایسا مقصد ہے جو سب کو ملا سکتا ہے اس مقصد کو سامنے رکھکر ہماری ملت کی تاسیس کیگئی یہی مقصد ہماری تنظیم کی روح رواں ہے۔ مذہب انسانیت کو گروہوں میں منقسم نہیں کرتا، اسلام تو انسانیت کی معراج ہے، جہاد زندگی کے انتہے تنازعہ کو نہیں کہتے بلکہ جہاد تکمیل انسانیت کی جد و جہد ہے تمام ان طاقتوں اور بندشوں کے خلاف جو انسانیت کو پست اور مقید رکھتی ہیں جہاد زندگی کی خود اپنے ارتقاء کی خاطر قربانی ہے یہ تنظیم جو واقعات کے دباؤ سے از خود پیدا ہو جاتی ہے حقیقی اور انسانی تنظیم نہیں ہے، یہ تنظیم تو بھیڑیوں کے گلہ میں بھی پیدا ہو جاتی ہے یہ تنظیم منفی تنظیم ہے۔ یہ تنظیم عارضی تنظیم ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اس تنظیم سے تنظیم کی ضرورت یقیناً واضح ہو جاتی ہے اگر ہمارے اندر فہم ہو تو ہم زندگی کے اس تقاضہ کو سمجھ سکتے ہیں اگر ہمارے اندر عزم ہو تو ہم اس تقاضہ پر ایک مستقل تنظیم کی بنیاد رکھ سکتے ہیں جو صرف زندگی کی حفاظت کرے بلکہ اسکو بہتر بنا سکے ہماری تنظیم کی صورت یہ نہیں ہے کہ جیسا کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں میں اکثر تنظیمیں مسلمانوں کے خلاف جذبات ابھار ابھار کر قائم کیگئی ہیں اور جو خفیہ طریقے سے عمل کر رہی ہیں مجھے معلوم نہیں یہ بات کہاں تک سچ ہے لیکن اگر یہ سچ بھی ہو تو میں مسلمانوں کے لئے یہ بات کبھی پسند کر سکتا نہیں جو مجھے ہندوؤں میں بری معلوم ہوتی ہے۔ افسوس اسی بات کا ہے کہ ہم اکثر وہ باتیں جنکی دوسروں میں موجودگی کی شکایت کرتے ہیں خود اپنے اندر پیدا کرنیکی کوشش کرتے ہیں ہماری تنظیم کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم ہندوؤں کے خلاف تیاریاں کریں اور فساد اور بد امنی پیدا کریں ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اگر مسلمانوں پر کسی قسم کے منظم حملہ کا ارادہ کیا جائے یا مسلمانوں کے جائز حقوق کو دبایا جائے یا ان پر ظلم کیا جائے تو اسکا مقابلہ کرینگے اور ارادہ یہ ہے کہ ان باتوں کو بالکل ناممکن بنا دیں۔ اور ہم بجائے فساد پیدا کرنیکے فساد کو ختم کرنیکی طاقت اپنے اندر پیدا کریں گے۔

نہ ہماری تنظیم کی یہ صورت ہے کہ ہم کسی سیاسی جماعت کے والنٹیر یا "رضاکار" بنجائیں ہم ہر نیک کام میں شریک ہیں خواہ وہ کسی جماعت کے نام پر کیا جائے۔ ہم کسی سیاسی جماعت کے حریف نہیں ہیں۔ ہمارے اندازوں اور فیصلوں کو شمار کرنیکی اکائی اسلامی ملت ہے اور ناپنے کا معیار اسلام ہے۔

نہ یہ تنظیم ایسی ہے کہ اسلام کے کسی ایک رکن یا ایک وظیفہ کو لیکر تمام لوگوں سے اسکی رسمی پابندی کرواتے پھریں اور مسلمانوں کو اسی دلفریب مغالطہ میں رکھیں کہ رسمی پابندی سے واماندگیاں دور ہو جائینگی۔

ہم تنظیم کے معنی یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ایک بہت بڑی بھیڑ اپنے گرد جمع کر لی جائے، کیونکہ امتحان کے موقعوں پر بھیڑ کے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں اور وہ بکریوں کا ریوڑ بنجاتا ہے اور انتقام کے جوش میں اسمیں درندگی پیدا ہوجاتی ہے اور بھیڑیوں کا غول بنجاتا ہے۔

یہ تنظیم ملت سے علیحدہ ایک فرقہ یا ایک جماعت نہیں ہے۔ خاکساروں سے اس غلطی کا ارتکاب ہوا ہے مسلمان یہ ضرور سمجھتے تھے اور امیدیں رکھتے تھے کہ خاکسار ملت کی خدمت کرینگے اور اسکو نجات دلائیں گے۔ لیکن تا ہم عام مسلمانوں اور خاکساروں کے درمیان ایک دیوار سی حائل رہی اب بھی ان لوگوں کے ساتھ کام کرنا ہے جو اپنے آپ کو خاکسار نہیں کہتے اور نہیں کہنا چاہتے اپنے کاموں میں بھی ان کو شریک کرنا ہے اور انکے کاموں میں خود شریک ہونا ہے عام مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ خاکسار اچھے ہیں یا برے ہیں لیکن یہ نہ سمجھیں کہ خاکسار ہم ہی ہیں اور خاکسار بھی اپنی اکثر باتوں سے عام مسلمانوں کو جتاتے رہے کہ وہ کوئی خاص الگ مخلوق ہیں۔ اپنی جماعت کا پاس ہونا، اپنی جماعت کے رکن ہونے پر فخر کرنا بہت اچھی بات ہے لیکن یہ فخر تکبر کی حد تک بڑھنا خواری کی دلیل ہے۔ ملت کے سامنے بڑی سے بڑی جماعت چھوٹی ہے۔ ہم ملت کے سپاہی ہیں۔ خدا کرے ہمارا یہ دعویٰ مضبوط ہو۔ لیکن ملت کے سپاہی بننے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہم سوائے قواعد پریڈ کے کسی چیز سے کوئی واسطہ نہ رکھیں اور اسباب کی ضرورت ہی نہ سمجھیں کہ آنکھ کھول کر اپنے گرد و پیش کے حالات کو دیکھیں اور سمجھیں بلکہ ملت کے سپاہی بننے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ایک ارادہ اور نظام کیساتھ ملت کی بہبود اور فلاح کے لئے انتہائی جد و جہد کریں اور ہر شعبہ میں اپنی جد و جہد کو پھیلا دیں۔

بھیڑ اکٹھا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور کوئی پائیدار اور مستقل مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ محض ایک "پرائیویٹ فوج" بنانے سے جماعت میں کوئی استقلال نہیں پیدا ہوتا کیونکہ اس فوج کا کام ملت کی زندگی کے اندر سرایت کیا ہوا نہیں ہوتا اسلئے اسکی جڑیں بھی مضبوطی سے زمین کے اندر نہیں ہوتیں۔

ہمارے پیش نظر تو کارکنوں کی ایک جماعت ہے کارکنوں کا ایک جماعت کی صورت میں ہونا اسلئے ضروری ہے تاکہ ایک دوسرے کے تجربہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ایک نظام کے تحت اپنے کام کو آگے بڑھا سکیں اور بہت تیزی کیساتھ کام آگے بڑھے۔ اس جماعت کا نظام بھی سخت ہوتا ہے۔ ان کارکنوں کو ملت میں پھیل کر اپنا کام کرنا ہے جسمانی اخلاقی اور روحانی تربیت عام کرنی ہے۔ اسلامی اخلاق کو رواج دینا ہے اپنی ملی زندگی کے مسئلوں پر غور کرنا ہے اور ان کو سلجھانا ہے۔ ہمدردوں کی ایک بڑی تعداد پیدا کرنی ہے۔ اپنے آپ کو بالکل ملت سے ملحق کر دینا ہے، بلکہ اسطرح گھل مل جانا ہے جیسے پانی میں نمک۔ ہر شخص اس نیک کام میں جو حصہ اور جس حد تک حصہ لینا چاہتا ہے وہ لے۔

یہ کارکن ملت کی شیرازہ بندی کریں۔ مسلمانوں میں تنظیم پیدا کریں کوئی لازمی بات نہیں ہے کہ ہر مسلمان اس تنظیم میں شامل ہو اپنے آپکو خاکسار ہی کہے۔ مقصد تنظیم اور شیرازہ بندی سے ہے۔ نام میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔

(بقیہ صفحہ ۵ پر ملاحظہ ہو)

دیسی ریاستیں ایک تہائی ہندوستان ہیں

آج کل جہاں بڑے بڑے سرمایہ داروں کی جگہ ملک اور قوم کے دوستوں کی صفِ اول میں قایم ہوگئی ہے وہاں دیسی ریاستوں کے راجاؤں اور نوابوں کی پوزیشن بھی بہت مستحکم ہوگئی ہے۔ ایک زمانہ تھا جب عام طور پر کہا جاتا تھا کہ دیسی ریاستیں انگریزی حکومت کے ساتھ ساتھ ہیں، انگریزی حکومت ختم ہوتے ہی دیسی ریاستوں کا وجود مشکل ہوجائیگا۔ لیکن اب جب کہ کہا جاتا ہے کہ انگریزی حکومت ختم ہورہی ہے دیسی ریاستوں کی طاقت اور بھی مضبوط ہورہی ہے۔

آدمیوں کی طرح اداروں اور طبقوں کے اندر بھی زندگی کی خواہش اور بقا کی حس پیدا ہو جاتی ہے اب دیسی راجا اور نواب بھی خود سمجھ گئے ہیں کہ اپنی بقا کے لئے یہ ضروری بات ہے کہ ہندوستان کی مقتدر سیاسی جماعتوں سے ساز باز کریں سو وہ اس بات کو سمجھ گئے ہیں کہ اگر اس موقعہ پر سیاسی جماعتوں کو اپنا مخالف بنا لیا گیا تو عوام کے اندر بڑی شورش پھیل جائیگی اور اگر سیاسی جماعتوں کو اپنی موافقت میں رکھا گیا تو اندرونی معاملات میں پہلے کی طرح آزادی ہوگی۔

ہندوستان میں مقتدر سیاسی جماعتیں دو ہیں۔ کانگریس اور مسلم لیگ۔ انگریز نے ایک مجلس آئین ساز نئی دہلی میں قایم کی ہے۔ کانگریس اس کو چلا رہی ہے، مسلم لیگ نے اس کا بائیکاٹ کیا ہے۔ اب کانگریس کا تو یہ زور کہ کس طرح دیسی ریاستیں بھی اس آئین ساز اسمبلی میں شامل ہوجائیں اور مسلم لیگ کی یہ خواہش کہ دیسی ریاستیں اس آئین ساز اسمبلی سے علیحدہ رہیں۔ کانگریس یہ چاہتی ہے کہ مجلس آئین ساز میں جتنے ہندوستان کے حصہ آجائیں اتنی ہی اچھی بات ہے، مسلم لیگ یہ چاہتی ہے کہ یہ مجلس آئین ساز یا تو بالکل فیل ہوجائے یا اس کے مقابلہ کی ایک دوسری مجلس آئین ساز پاکستانی علاقوں کی قایم ہو۔

جہاں اندرونی معاملات میں کانگریس پر سرمایہ داروں کا اثر بڑھتا چلا جا رہا ہے وہاں دیسی ریاستوں سے ساز باز کرنے میں وہ راجہ کے مقابلہ میں رعایا کو نظر انداز کرسکتی ہے۔ یہ بھی طے ہوگیا کہ ریاستیں آدھے نمایندہ راجاؤں کے نامزد کئے ہوئے روانہ کریں اور آدھے عوام کے نامزد کئے ہوئے روانہ کریں۔ جہاں کسی قسم کا سیاسی نمائندگی کا ادارہ ہے وہاں تو وہی ادارہ نمایندہ کو روانہ کردیگا۔ اگر اب نہیں ہے تو کسی نہ کسی صورت سے عوام کا نمائندہ منتخب کرلیا جائیگا۔

جو حضرات دیسی ریاستوں کے حال سے اچھی طرح واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ریاستوں میں عوام کی نمائندگی بالکل ہی بے معنے چیز ہے۔ یہ بات بھی طے ہوگئی کہ انگریز کے جانیکے بعد ریاستیں ہی اقتدارِ اعلیٰ کی مالک ہونگی۔ اپنی مرضی سے وہ جسقدر طاقت مرکز کو سپرد کردیں وہ کریں، ورنہ مرکز کو ریاستوں کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کی کوئی قدرت نہیں ہوگی۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ ریاستیں اپنی اپنی فوج بھی ضرور رکھیں گی۔

اسقدر شرائط مان لینے کے بعد بھی جب ریاستیں مجلس آئین ساز میں شامل نہ ہوں تو کانگریس کا جھنجلانا سمجھ میں آسکتا ہے۔ چنانچہ کانگریس طرح طرح کے حربے استعمال کرتی ہے۔ کبھی خوشامد اور دھمکیاں کبھی یہ امید ظاہر کی جاتی ہے کہ اس نازک موقعہ پر ریاستیں شایان شان حصہ ہندوستان کی حصول آزادی میں لینگی، کبھی یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ راجاؤں کی خیریت اور سلامتی اسمیں ہے کہ وہ کانگریس کی بات مان لیں اور مجلس آئین ساز میں شریک ہوجائیں۔ کبھی یہ دھمکی دیجاتی ہے کہ اگر ریاستوں کے راجہ اس موقعہ پر مجلس آئین ساز میں شریک نہ ہوئے تو ہم ان کو غنیم تصور کرینگے۔ جہاں کانگریس کی طرف سے کوئی تہدید آمیز بیان شائع ہوجاتا ہے فوراً مسلم لیگ کی طرف سے ریاستوں کی وکالت اور حمایت میں دوسرا بیان شائع ہوجاتا ہے یہ بات خود راجاؤں کی پوزیشن کے مضبوط ہونیکی دلیل ہے۔ ریاستوں کے اندرونی معاملات میں ان سیاسی جماعتوں کا کتنا زور چلتا ہے وہ اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ عبداللہ ریاست کشمیر کے جیل خانہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

۱۔ کچھ ریاستیں بیکانیر، بڑودہ، اودے پور وغیرہ تو اسمبلی میں فوراً شامل ہونیکے حق میں ہیں اور اپنے نمائندے انہوں نے بھیج بھی دئے۔ انکا کہنا یہ ہے کہ اگر کانگریس سے ہم نے ساز باز کرلی تو پھر کوئی داخلی شورش ہمارے خلاف پیدا نہیں ہوسکتی اور جسقدر جلد ہم اسمبلی میں شریک ہوجائیں اتنی ہی اچھی بات ہے کیونکہ اسطرح ہم اسمبلی کے بہت سے فیصلوں پر اثر انداز ہوسکیں گے۔ انگریزی مخالفت کا اسمیں کوئی اندیشہ نہیں ہے کیونکہ انگریز خود اسبات کو چاہتا ہے۔

۲۔ ریاستوں کے راجاؤں میں سمجھوتہ اس بات پر ہوا ہے کہ ان شرائط پر تو سب متفق ہیں جنکی رو سے آئین ساز اسمبلی میں شرکت کیجائیگی اور اسبات کے لئے ہر ریاست آزاد ہے کہ جب اسکے جی میں آئے آئین ساز اسمبلی میں حصہ لے چنانچہ اکثر ریاستیں اسبات میں مصلحت سمجھتی ہیں کہ ابھی ذرا ہندوستان کے معاملات کو غور سے دیکھا جائے اور اسکے بعد کوئی فیصلہ کیا جائے۔ اسمبلی کی آخری منزلوں پر جبکہ مرکزی امور کا فیصلہ ہورہا ہو اسوقت اسمبلی میں شرکت کیجائے۔

۳۔ اگر ہندوستان میں دو علیحدہ علیحدہ اسمبلیاں بنگی یعنی ہندوستان اور پاکستان آئین ساز اسمبلیاں تو ریاستوں کا معاملہ اور پیچیدہ ہوجائیگا۔ کیا ریاستوں کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنا مرکز جس اسمبلی کے ساتھ چاہیں ملکر قایم کریں۔ یا پاکستانی علاقوں کی ریاستیں پاکستانی مجلس آئین ساز کیساتھ اور ہندوستانی علاقوں کی ریاستیں ہندوستانی مجلس آئین ساز کے ساتھ جائینگی یا ہندو اور مسلمانی ریاستوں کی تفریق ہوگی اور ہندو اور مسلمان ریاستوں سے کیا مطلب ہے۔ وہ ریاستیں جنکے حکمراں ہندو اور مسلمان ہیں یا جہاں ہندو یا مسلمان اکثریت میں ہیں۔

۴۔ پھر ایک یہ تجویز ہے کہ ریاستوں کی آئین ساز اسمبلی ایک علیحدہ بنے یعنی ایک تو ہندوستان کی آئین ساز اسمبلی ایک پاکستان کی آئین ساز اسمبلی اور ایک راجستان آئین ساز اسمبلی غرض ہندوستان کی بساط پر دیسی ریاستوں کا مہرہ عجب جانہ پر آگیا ہے۔

۱۔ ایک بات تو یہ ظاہر ہے کہ دیسی ریاستیں ابتک نمائشی فوجیں رکھتی تھیں اب باقاعدہ فوجیں رکھینگی، خواہ ان کا ارادہ لڑنیکا ہو یا نہ ہو لیکن زندگی اور بقا کا تقاضہ اس ناقابل اعتبار زمانے میں ان کو اس فیصلے پر مجبور کریگا، انکی ٹریننگ انگریز افسر کرینگے اور انگریز افسران دیسی ریاستوں میں اپنا قدم بھی بہت مضبوط کرینگے۔ انگریز کو دیسی ریاستوں میں اپنے مضبوط کرنیکے بہت موقع ہیں۔ دیسی راجہ تو خود اسبات کے خواہشمند ہوں گے کیونکہ خارجی کشمکش اور اندرونی شورش کا خطرہ موجود ہے۔ دیسی ریاستوں میں سرمایہ داری کے لئے بھی زیادہ اچھے موقع ہیں دیگر آسانیوں کے علاوہ ایک سب سے بڑی ضمانت سرمایہ داری کے لئے یہی ہے کہ دیسی راجہ یا نواب خود ایک سرمایہ دار بنکر نفع کماتا ہے

۲۔ دیسی ریاستوں کی پرجا کو امید رکھنا کہ برطانوی ہند کی سیاسی جماعتیں انکی مدد کرینگی یا آڑے وقت پر انکے کام آئیں گی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ دیسی ریاستوں کی پرجا اور برطانوی ہند کی "مقتدر" سیاسی جماعتیں اب دو مختلف منزلوں پر ہوگئی ہیں۔ یہاں کی "مقتدر" سیاسی جماعتوں کو اب حکومت اور طاقت مل رہی ہے۔ اور افسوس یہ ہے کہ حکومت اور طاقت ملنے کے ساتھ ساتھ انکی نوعیت میں بھی فرق آتا جاتا ہے، کانگریس جو کسی زمانے میں واقعی عوام کے جذبوں اور تقاضوں کی نمایندگی کرتی تھی اب اسمیں مخصوص مفاد پیدا ہوگئے ہیں اور کانگریس ایک خاص طبقے کی جاگیر بنگئی ہے۔ وہ تو اپنا انقلابی دور ختم کرچکی مسلم لیگ کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اسمیں عوام کے لئے کوئی مستقبل ہے یا نہیں خرابی یہ ہوئی کہ اس جماعت کو اس دور میں سے بھی گذرنا نہیں پڑا جسمیں سے کانگریس کو گذرنا پڑا ہے، جس دور میں کانگریس کو کوئی سیاسی طاقت حاصل نہ تھی اور طبقۂ خواص نے عوام کے جذبات اور تقاضوں اور ضروریات کا احترام کرکے اپنے آپ کو حیثیت سے انکے ساتھ شامل کیا اور کانگریس کی جدوجہد بجائے ایک مخصوص طبقہ کی کوشش کے پوری ایک قوم کی جدوجہد بنگئی جس جدوجہد میں سب برابر شریک تھے۔ اب طاقت ملنے پر اس جماعت ہی کی نوعیت بالکل بدلگئی اور اس طاقت کو بجائے ایک امانت سمجھنے کے اپنے جیل خانہ جانیکی مزدوری سمجھکر آپسمیں تقسیم کررہے ہیں۔ اور اگر کوئی اس طاقت کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو آنکھیں نیلی پیلی کرنے لگتے ہیں۔

مسلم لیگ کو اس دور سے نہیں گذرنا پڑا، اور تقسیم انعام کا وقت بالکل نزدیک آگیا، طاقت ملنے والی ہے بڑے بڑے سر اور سردار اس طاقت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ مسلم لیگ کا مستقبل مسلمانوں کی عوامی تحریک بنکر آگے بڑھتا ہے یا ایک خاص طبقہ کا سیاسی کھیل بنکر رہجاتا ہے

خیر! یہ بات اپنی جگہ بہت اہم ہے لیکن۔ موضوع بحث

میں ہمارا سکا ویسے ہی ذکر آگیا - بات یہ تھی کہ اسوقت ریاستوں پر جاکو کوئی توقعات برطانوی سیاسی جماعتوں سے رکھنا عبث ہے -

۳ - ایک یہ بات بھی قابل غور ہے کہ راجہ اور نواب ہندو مسلم سوال کو اپنے حق میں بہت آسانی سے استعمال کرسکتے ہیں - اپنے ہم مذہب لوگوں کو اپنے ساتھ رکھنے اور اپنے ہمنوا بنا لینے کی اس سے آسان کوئی ترکیب نہیں ہوسکتی کہ دوسرے مذہب کے آدمیوں سے خوف دلایا جائے اور ان کے دلمیں نفرت پیدا کی جائے دیسی ریاستوں میں یہ بات بہت آسانی سے چل سکتی ہے - ہندو اور مسلمان دو واقعی علیحدہ علیحدہ ملتیں ہیں لیکن علیحدہ علیحدہ نہیں اس لئے ہیں کہ آزادانہ طریق پر اپنی ترقی کرسکیں - نہ اسلئے کہ اس حقیقت کو کسی پر ظلم کرنے کی خاطر ایک داؤں یا ہتھیار بنایا جائے - حال ہی میں کشمیر میں شیخ عبداللہ اور انکی تحریک کیسا تھ جو کچھ ہوا وہ بہت عبرتناک بات ہے - اس تحریک میں کوئی فرقہ وارانہ شائبہ نہ تھا - شیخ عبداللہ تو کسی فرقہ وارانہ جماعت کو برکت نہیں سمجھتے - اس تحریک میں جیسے مسلمان تھے ویسے ہندو بھی لیکن چونکہ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اسلئے زیادہ تعداد مسلمانوں ہی کی تھی مہاراجہ صاحب اور انکے ٹھیکیداروں نے اسکو بھی فرقہ وارانہ رنگ دیدیا اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خود کشمیر میں ہندو اور خصوصیت سے پنڈت ڈوگرے اور پنڈت اس تحریک سے علیحدہ ہو بیٹھے اور کشمیر کے باہر "کانگریسی" اخبار وں میں بجائے مسلمانوں پر اس تحریک کے خلاف پروپیگنڈہ شروع ہوگیا شیخ عبداللہ اور انکے ساتھی جیل میں ہیں - اور کشمیر کانگریس خاموش اور ٹھنڈی ہے -

۴ - یہ ہندو مسلمان سوال ہر جگہ موجود ہے ہر ریاست میں موجود ہے - اس بات کو نظر انداز کرنے سے کام نہیں چل سکتا - اگر ریاستوں میں ہندو مسلمان اختلافات کو بڑھایا جاتا ہے تو تمام ہندوستان میں بدامنی پھیلنی ناگزیر ہے اور یہ بدامنی بہت شدید ہوگی اور اسکے نتیجے بہت دور پہنچنے والے ہیں کیونکہ دیسی ریاستوں کے راجہ یا نواب انگریز کی طرح غیر جانبدار نہیں ہیں بلکہ یا تو ہندو ہیں یا مسلمان - ان اختلافات میں اگر راجہ اور نوابوں نے بھی کھلم کھلا یا خفیہ طور سے حصہ لیا تو یہ فساد کا ایسا دروازہ کھلتا ہے جسکا بند ہونا مشکل ہے سنا گیا ہے کہ کچھ ریاستوں کے رئیس بھی برطانوی ہند کی اس ہندو مسلم کشمکش میں بہت غلط طریقہ سے حصہ لیتے ہیں -

دوسری طرف اگر ہندو مسلمان کے سوال کو نظر انداز کرنے سے بھی کام نہیں چل سکتا مسلمانوں کا معاملہ اور بھی زیادہ نازک ہے - دیسی ریاستوں میں مستقبل کا سوال محض اسطرح حل ہوسکتا ہے کہ مسلمان منظم طریقہ سے رہیں اور اپنی تنظیم کی بنیاد طاقت اور نیکی پر رکھیں اور ہر جگہ اسی بنیاد پر منظم ہوں - یہ بات مسلمانوں کے لئے ضروری اور لازمی ہے اور خود دیسی ریاستوں کے لئے مفید ہے -

دیہات میں کام

موضع سنیلہ سے سالار محمد بشیر صاحب کی اطلاع ہے - عرصہ ۲½ ماہ کے قریب ہوا کہ تحریک خاکسار کی بنیاد یہاں قائم ہوئی اللہ کے فضل سے تقریباً ۵۰ حضرات معاونین و مجاہدین کی صف میں نام لکھے گئے -

فہرست معاونین

۱ - سید محمد اسحاق صاحب - ۲ - بابو سراج علی صاحب
۳ - عبدالحکیم صاحب - ۴ - حافظ منیا دعلی صاحب
۵ - حکیم محمد موسیٰ صاحب -
۶ - چودھری سعداللہ خاں صاحب -
۷ - محترم مبین الحق ۸ - محترم قاضی عبدالسلام -

فہرست مجاہدین

۱ - سالار محمد بشیر - ۲ - محترم فخرالحسن -
۳ - محترم حبیب علی -
۴ - محترم بابو خاں -
۵ - سید اشفاق علی -
۶ - محترم شریف الحسن -
۷ - محترم شریف -
۸ - محترم طیب علی -
۹ - محترم عبدالغنی - ۱۰ - محترم عبدالعزیز -
۱۱ - محترم منظور - ۱۲ - محترم تقی -
۱۳ - محترم چھوٹے خاں ۱۴ - محترم فلن -
۱۵ - محترم علی حسن ۱۶ - محترم عبدالحفیظ -
۱۷ - محترم عظمت علی ۱۸ - محترم عبدالقدوس -
۱۹ - محترم نذیر احمد ۲۰ - محترم محمود علی -
۲۱ - محترم اشتیاق علی -
محترم بشیر احمد
۲۳ - محترم نیاز محمد -
۲۴ - محترم عطا محمد -
۲۵ - محترم صغیر احمد
۲۶ - محترم بندو -
۲۷ - محترم عبدالحمید
۲۸ - محترم علی خان -
۲۹ - محترم قائم خاں -
۳۰ - محترم حشمت علی -
۳۱ - محترم حنیف -

سالار محمد بشیر کو مبارک ہو کہ خدا انکی نیک کوششوں کو کامیاب کر رہا ہے - نئیں مجاہدوں کی تمام اطراف و جوانب میں زندگی کی لہر پیدا کی جاسکتی ہے سالار کا کام محض قیام جماعت نہیں ہے بلکہ اس جماعت سے مناسب کام لینا ہے جس علاقہ کے گاؤں میں اتنے مجاہد کارکن ہوں اس تمام علاقہ میں کوئی مصیبت کوئی پریشانی یا کوئی شکایت نہیں پیدا ہوسکتی -

حضرات معاونین کا فرض ہے کہ جماعت کے چلنے میں جو کچھ موانعات ہوں انکو اپنی جانی اور مالی مدد سے دور کریں -

ہاپوڑ کے مسلمان اور پولیس

جن پولیس افسروں کے رویہ میں محترم محمد سلطان احمد ان کے چار ساتھیوں کو گرفتار کیا گیا ہے ان کے متعلق مسلمانان ہاپوڑ کے خیالات مندرجہ ذیل ریزولیوشن سے ظاہر ہوتے ہیں :-

ہاپوڑ - ۱۴ اپریل ۱۹۳۹ء بروز ہفتہ بعد نماز ظہر جامع مسجد میں مسلمانان ہاپوڑ کا عظیم الشان جلسہ زیر صدارت سید حامد حسن صاحب رئیس ہاپوڑ منعقد ہوا جس میں تقریباً چار ہزار اشخاص کا اجتماع تھا - جلسہ میں مولانا حکیم [illegible] صاحب صدیقی نے تقریر فرمائی مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت جو مصائب و آلام شدید ہو کر تمہارے سامنے پیش آرہے ہیں اور یہاں کی مقامی پولیس تم پر ناجائز زیادتیاں عمل میں لا رہی ہے تم ہمت اور صبر و ضبط کے ساتھ سختیوں کا مقابلہ کرتے رہنا یہی تمہارے لئے کامیابی کی دلیل ہے - اور آئندہ مقصد کی کامیابی میں تمہیں اس سے زیادہ قربانیاں دینی پڑیں گی حسب ذیل قرار دادیں پاس کی گئیں :

(۱) مسلمانان ہاپوڑ کا یہ جلسہ حکومت یو-پی سے پر زور اپیل کرتا ہے کہ آج پانچ ماہ کا عرصہ گذر گیا مگر ہاپوڑ کی فضا میں تا حال اطمینان بخش امن قائم ہوسکا موجودہ سرکل انسپکٹر صاحب پولیس کی تشریف آوری کے بعد سے حالات بجائے بہتر ہونے کے اور زیادہ خراب ہوتے جا رہے ہیں - اور فضا کو خوشگوار بنانے میں کوئی صحیح اور مخلصانہ اقدام نہیں کیا جاتا - اگر ہم آئینی طور پر اپنی پریشانیوں کے دفعیہ کے متعلق فریاد کرتے ہیں تو سنوائی نہیں ہوتی نیز ہماری آواز کو ناجائز دباؤ کیساتھ روک دیا جاتا ہے - اور فرقہ وارانہ پالیسی کے ماتحت ہمارے قلوب کو مجروح کیا جاتا ہے - بنابریں مسلمانان ہاپوڑ کا یہ جلسہ حکومت یو-پی سے درخواست کرتا ہے کہ موجودہ سرکل انسپکٹر صاحب و انچارج صاحب کا فوراً تبادلہ کیا جائے نیز یہاں کے موجودہ واقعات کی جانچ کرائی جائے اس قسم کے واقعات کرنے والوں کو سختی سے سخت سزا دی جائے ایک وفد مسلمانان ہاپوڑ کا صوبہ مسلم لیگ یو-پی کے صدر نواب محمد اسمٰعیل خاں و ممبران عاملہ حکومت کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے جو یہاں کے مقامی حالات اور مسلمانوں کیساتھ پولیس کی زیادتیاں جو عمل میں لا رہی ہے انکا اظہار کر سکے -

---

ان پولیس افسروں کا تبادلہ ہوچکا ہے لیکن ان کا بویا ہوا بیج آگ برسا رہا ہے -

کانگریس اور مزدور

کچھ غور طلب باتیں

کانگریس کو ہندوؤں میں عوام اور خواص سب ہی کی تائید حاصل ہے۔ پچھلے الیکشن میں کاشتکاروں اور مزدوروں نے اسی کے حق میں اکثر رائے دیں۔ کیونکہ کاشتکاروں اور مزدوروں کو یہ امید تھی کہ کانگریس کے برسر اقتدار آنے کے بعد انکی حالت بہتر ہو جائیگی اور حکومت میں انکی خوشنوا آواز ہوگی۔ کاشتکاروں کی دلجوئی کے لئے تو خیر جگہ جگہ زمینداریوں کو ختم کرنے کی تجویزیں ہیں بھی لیکن کانگریس سرمایہ داروں کے خلاف کیا کر سکتی ہے؟

کانگریس کے اوپر سرمایہ داروں کا جیسا اثر ہے وہ ظاہر ہے۔ مرکزی حکومت میں بجٹ کے متعلق جو کچھ ہوا وہ تو ایک بدنامی کی داستان (Scandal) ہے۔ لیاقت علی خاں ایک بجٹ تیار کرتے ہیں۔ پنڈت نہرو اور دوسرے کانگریس وزیر بھی اسمبلی میں پیش ہونے سے پہلے اسکی دفعات اور تجویزوں سے متفق ہیں۔ اس بجٹ میں کوئی ہندوستان کا اقتصادی نظام الٹ دینے کی تجویزیں نہیں ہیں۔ غریب آدمیوں سے صرف نمک کا ٹیکس معاف ہو گیا ہے۔ سرمایہ داروں اور مل مالکوں سے ہی روپیہ لیا جا سکتا تھا چنانچہ ان پر زائد منافع ٹیکس کی بجائے کاروباری منافع پر ٹیکس (صرف ایک سال کے لئے) اور انتقال سرمایہ سے جو منافع ہو اس پر ٹیکس لگا دیا گیا اور جنگ کے زمانہ میں جو کچھ بے ایمانیاں کر کے مال جمع کیا تھا اسکی تحقیقات کی تجویز تھی۔ سرمایہ داروں کی کانگریس کے ذریعہ مخالفت اسقدر شدید ہوئی کہ ان میں سے کسی تجویز کو بالکل مسترد کرنا پڑا اور کسی میں ترمیم کرنی پڑی۔ اس طرح سرمایہ داروں کے ہاتھ میں کانگریس کی رگ جان ہے۔

چنانچہ زمینداریوں کے متعلق کانگریس حکومتوں کے سامنے کوئی تجویز تو ہے، لیکن ملوں اور کارخانوں کے متعلق کوئی تجویز بھی نہیں۔ بس وہی وقتی طور پر معاملات کو دبانے کی تجویزیں ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اسٹرائک ہوتے ہیں۔ مزدوروں میں بے چینی پھیلتی ہے۔ اور بالکل وہی طریقہ "امن امان" قائم رکھنے کے اور معاملات کو سلجھانے کے "طریقے جو انگریزی براہ راست حکومت میں جاری تھے اب بھی عمل میں لائے جاتے ہیں کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ کمیونسٹ پارٹی کی شرارت ہے۔ تھوڑی سی دیر کے لئے اگر مان بھی لیا جائے کہ اس شورش کے پیچھے کمیونسٹ کارکن ہوتے ہیں تو دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ اس شورش کا کوئی جواز بھی ہے یا نہیں۔ مزدوروں کو شکایت کا کوئی موقعہ ہے بھی یا نہیں۔ اور اگر جائز شکایت ہے تو حکومت کو از خود اسے دور کرنا چاہیئے، شورش کا انتظار بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ بغیر شورش کے کب حکومت نے کچھ بات دیکھی یا کوئی بات سنی؟

نتیجہ کے طور پر کمیونسٹ کا اثر مزدوروں پر پھیلتا جا رہا ہے اگرچہ یہ سچ بھی ہے کہ کمیونسٹ ملک کی حالت کا زیادہ خیال نہیں رکھتے، مزدوروں کے مفاد کا بھی اتنا خیال نہیں رکھتے جتنا اپنی پارٹی کے مفاد کا، پھر بھی مزدوروں کو شکایتیں، اور تکلیفیں ضرور دیتے

اب کانگریس نے خود اپنی "ٹریڈ یونین" ---- بنانے کا ارادہ کیا ہے۔ تاکہ کمیونسٹ کے اثر کو توڑا جائے، آئے دن کے اسٹرائیک جو حکومت اور مل مالکوں کے لئے دردسر ہیں بند ہوں، اور کانگریس کا اثر مزدوروں میں پھیلے۔

ہمارے لئے غور کے قابل مندرجہ ذیل امور ہیں:-

(۱) مزدور بھی سیاست کا ایک بڑا مہرہ بن گئے ہیں۔ انگلستان میں لیبر حکومت کی تقویت کا بڑا سبب ٹریڈ یونین ہیں۔ یہ ٹریڈ یونین صرف اقتصادی معاملات سے اپنا تعلق نہیں رکھتے، صرف مزدوری کی بہتری ہی ان کا مقصد نہیں ہوتا بلکہ سیاست میں بھی حصہ لیتے ہیں، شاید ایسا کرنا بعض صورتوں میں ناگزیر بھی ہو جاتا ہے۔

(۲) جو جماعت موجودہ اقتصادی مشکلات کا حل نہیں رکھتی اسکی بنیاد بہت مضبوط نہیں ہے۔

(۳) ملوں اور کارخانوں میں بھی ہندو مسلم کا سوال موجود ہے اور بڑی شدت سے موجود ہے۔ سرمایہ دار اپنی پوزیشن مضبوط رکھنے کے لئے اور اپنے آپ کو قوم پرست ظاہر کرنے کے لئے دوسری قوم کے مزدوروں کو اپنے یہاں ملازم تک نہیں رکھتے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۲ سے آگے)

ہم تو اس سودے کے لئے بھی بخوشی تیار ہیں کہ ہمارا نام مٹ جائے بشرطیکہ ہمارا کام ملت میں عام ہو جائے اسقدر عام کہ اسکی زندگی ہی کا کام ایک جزو بنجائے اور علیحدہ نام کی کوئی ضرورت ہی نہ رہے۔

دیکھو! دنیا میں برائی بہت آسانی سے پھیل جاتی ہے۔ برائی کا پھیلنا ایک ڈھلاؤ سے نیچے لڑھکنا ہے۔ نیکی بہت آہستہ آہستہ اور مشکل سے آگے بڑھتی ہے۔ دنیا میں نیک ارادوں کی کمی نہیں ہے، نیک جذبات ہر انسانی دل میں ہوتے ہیں، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود برائیاں پھیلتی ہیں۔ دنیا میں کتنے ہونگے جو جنگ چاہتے ہیں، اور ایسے کتنے ہیں جو امن اور صلح چاہتے ہیں۔ لیکن جنگ ہوتی ہے اور امن اور صلح کی خواہش دل میں رکھنے والوں کے لئے بھی کوئی چارہ سوائے اس کے نہیں رہتا کہ وہ ایک طرف یا ---- دوسری طرف حصہ لیں۔ گویا نیک ارادے بھی شر ہی کو پھیلانے میں ممد و معاون بن جاتے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ ارادی طور پر جنگ کوئی بھی نہ چاہتا ہو لیکن صورت حال اس طرح پیدا ہو جاتی ہے کہ اپنے ارادوں اور خواہشوں کے خلاف ہر شخص کو جنگ میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ تم آئے دن کے فسادوں کو دیکھو۔ فساد کو پھیلانا چند بدمعاشوں کا بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ (بدمعاش سے میری مراد غریب اوباش ہی نہیں بلکہ اکثر غیر ذمہ دار لیڈر بھی) لیکن امن قائم کرنا کس قدر مشکل ہے، فساد پیدا کرنے کی طاقت کسقدر آسان اور سستی ہے لیکن فساد کو روکنے کے لئے کسقدر نیکی اور طاقت کی ضرورت ہے باوجودیکہ ان لوگوں کی تعداد کم نہیں ہے جو فساد کو نہیں چاہتے۔

اس بات کو دیکھو کہ خوف اور نفرت کا پراپگنڈا کسقدر جلد پھیل جاتا ہے، تعصبات کسقدر آسانی سے گہرے کئے جا سکتے ہیں۔ جنگ کے زمانہ میں جنگ میں حصہ لینے والی قوموں کے پراپگنڈا کے اثر کو دیکھو۔ ہر فریق یہ سمجھتا ہے کہ غنیم کی قوم کا ایک ایک فرد شیطان ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ غنیم کی قوم کا بھی ہر فرد انسان ہی ہے جس کو شیطان بنا دیا گیا ہے بالکل اسی طرح جس طرح فریق اول کا وہ فرد جو اپنے آپ کو بدستور انسان ہی سمجھتا رہتا ہے۔

یہ کیوں ہے کہ بدی بہت آسانی سے پھیلتی ہے۔ اور نیک ارادوں کے باوجود نیکی تیزی سے نہیں بڑھتی۔ یہ کیوں ہے کہ نیک لوگوں کو بھی اسی جنگ و جدل میں جسمیں باطل کی طاقتیں کارفرما ہوتی ہیں حصہ لئے چارہ نہیں یہ اس لئے کہ نیکی کی طاقتیں منتشر ہیں منظم نہیں، اور عام طور سے نیکی کی تنظیم اسقدر مشکل ہے کہ اسمیں کوئی برائی کا پہلو نکل ہی آتا ہے۔

نیکی کو منظم کر کے اس کارزار میں جہاں باطل کی طاقتیں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہیں اس طرح حصہ لینا کہ یہ کارزار ہی حق و باطل کا کارزار بنجائے اور اس سے زندگی کی نئی نئی شاہراہیں کھلیں اور نئے امکانات پیدا ہوں۔ یہی جہاد ہے۔

> بگذر از خاور و افسونیٔ افرنگ مشو
> کہ نیرزد بجوے ایں ہمہ دیرینہ و نو
> آں نگینے کہ تو با اہرمناں باختہ
> ہم بجبریلِ امینے نتواں کرد گرو!
> زندگی انجمن آرا و نگہدارِ خود است
> اے کہ در قافلہ بے ہمہ شو با ہمہ رو!
> تو فروزندہ تر از مہرِ منیر آمدہ
> آنچناں زی کہ بہر ذرہ رسانی پرتو!

کوئی سوال ہی نہیں رہا ۔ ادھر محترم محمد علی جناح اسبات کی تیاری کر رہے ہیں کہ علاقہ پاکستان کے لئے ایک علیحدہ آئین ساز قایم ہو جائے ۔ اور سب کی نگاہیں وائسرائے کے اعلان کی طرف لگی ہوئی ہیں ۔

(۱) ایک سوال تو یہ ہے کہ صوبہ سرحد کے متعلق وائسرائے کیا کرتا ہے ۔ سرحد کی اسمبلی کا اس بنا پر ختم کرنا کہ وہ حالات پر قابو نہ پاسکی حکومت کے قانون اور فن میں کچھ اچھی نظیر قایم کرنا نہیں ہے ۔ لیکن سرحد میں کانگریسی حکومت انگریز کے ہندوستان کے متعلق منصوبہ میں فٹ نہیں بیٹھتی ۔

(۲) کیا پنجاب اور بنگال میں علیحدہ علیحدہ علاقوں کے لئے علیحدہ وزارتیں قایم کی جائینگی اور گورنران پر حاکم ہوگا ۔ اگر ملک بالکل تقسیم ہوا تو کیا ہوگا ؟

(۳) فوج اور ریل و رسائل کے محکمہ بھی علیحدہ ہونگے یا مشترک ۔

(۴) ۱۶ رمئی کا اعلان ختم ہو چکا یا ابھی اس میں کچھ جان باقی ہے ۔

یقینی باتیں

غرض اسقدر سوالات ہیں اور تمام سوالات کے حل کے لئے انگریزوں کی طرف نگاہیں لگی ہوئی ہیں ۔ یہ باتیں تو تمام غیر یقینی ہیں کچھ یقینی باتیں بھی ہیں ۔

(۱) کانگریس اور لیگ جو دو جماعتیں ہندوستانی سیاست میں اہمیت رکھتی ہیں کسی فارمولا پر متفق نہیں ہیں ۔ اور نہ ہو سکتی ہیں ۔

(۲) جو بات ہوتی ہے وہ وائسرائے ہی کی طرف سے ہوتی ہے ۔ وہی تمام امیدوں کا مرکز ہے ۔ اسی کی طرف نگاہیں اٹھی ہوئی ہیں ۔ ہندو لیڈر اور مسلمان لیڈر آپس میں بالکل اعتماد نہیں رکھتے وائسرائے بہادر پر ہر شخص کو اعتماد ہے ۔

(۳) وائسرائے کا جو کچھ بھی فیصلہ ہوگا وہ ایسا ہوگا کہ بظاہر اس پر دونوں فریق چپ ہو جائیں اور اپنی منظوری بھی دیدیں لیکن جب اس پر عمل درآمد ہوگا تو معلوم نہیں اختلاف اور تنازعہ کس حد تک پہونچ جائیں ۔

۱۶ رمئی کے اعلان کی یہی روداد تو ہے ؟

(۴) اور یہ بھی بالکل یقینی بات ہے کہ ہندوستان کسی نہ کسی صورت میں منقسم ہوگا اور اسطرح منقسم ہوگا کہ کوئی حصہ اسکا طاقتور نہ ہو سکے اور انگریز کے فوجی اور تجارتی اثر سے باہر نہ جا سکے ۔

اپنی قوم کو آزاد اور طاقتور دیکھنے کی تمنا دل میں رکھنے والو ابھی منزل بہت دور ہے ۔

ایک مذاق

معلوم ہے آپ کو کہ مہاتما گاندھی اور محترم محمد علی جناح نئی دہلی میں ملے ۔ انکا ملنا بھی وائسرائے بہادر ہی کا ایک کرشمہ ہے ۔ انہوں نے ایسی ترکیب کی کہ وائسرائے کے گھر ایک دوسرے سے بظاہر اتفاقیہ ملاقات ہو جائے تیسری کوئی کسی سے باتیں ہوں اور اپنے ملک کی قسمت کا فیصلہ خوب ہو رہا ہے ۔

سنا ہے کہ دونوں لیڈر ۔۔۔ بات ۔ کا عہد کیا کہ ہم

روس اور مغربی طاقتیں

ہمارے لئے کیا راستہ ہے ۔

ماسکو کی کانفرنس ختم ہو گئی ۔ روس ، برطانیہ ، امریکہ اور فرانس کے وزرائے خارجہ آپس میں ملے تھے تاکہ جرمنی کے متعلق کچھ فیصلہ کریں ۔ جنگ ختم ہوئے عرصہ ہو چکا لیکن ابھی جرمنی کے متعلق کچھ فیصلہ ہی نہیں ہوا ہے ۔ ہوتا تھا کہ جرمنی کی ۔۔۔ مرکزی حکومت کی صورت کیا ہوگی ۔ وہ تدابیر اختیار کی جائیں کہ جرمنی دوبارہ ایک فوجی طاقت نہ بن سکے نازی فلسفہ اور طریق زندگی کا بالکل خاتمہ کر دیا جائے اور جنگ کا تاوان وصول کیا جا سکے ۔

ایک دوسرے پر الزامات بڑھتے ہوئے اختلافات

اس کانفرنس کی ناکامیابی کی مختلف توجیہیں کی جا رہی ہیں ۔ روس کو پورا تاوان نہ ملنے کی شکایت ہے ۔ امریکہ اور برطانیہ کہتے ہیں کہ جرمنی میں ہم کو بہت روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے ، اس روپیہ کو ہمیں واپس لینا ہے ، پھر تاوان کا سوال اٹھایا جا سکتا ہے ، روس الزام رکھتا ہے کہ برطانیہ اور امریکہ جرمن مل مالکوں سے سمجھوتہ کر کے پھر کسی صورت میں نازیت کو قایم کرنا چاہتے ہیں ۔ جرمنی کی جنگی صلاحیت کو توڑنا نہیں چاہتے ، امریکہ اور برطانیہ کا کہنا ہے کہ روس کے پاس جرمنی کا زرخیز ترین حصہ تو پہلے ہی ہے ۔ روس کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے اقتصادی اور سیاسی اثر کو بڑھائے ۔ روس کو یہ بڑا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کیوں یورپ اور بحر روم میں اتنا حصہ لے رہا ہے ۔ ترکی اور یونان کو قرضہ دینے سے تو امریکہ کے ارادے اور بھی واضح ہو گئے ہیں ، امریکہ اسبات کا عہد کئے ہوئے ہے کہ جمہوریت آزادی ، انسانیت کا علم اٹھا کر ڈکٹیٹرشپ اور اشتراکیت کو آگے نہ بڑھنے دے ۔ روس طنز کرتا ہے کہ یہی محاورے تو استعمار کی زبان میں استعمال کئے جاتے ہیں ۔ اور ظاہر بظاہر سب یہ کہہ رہے ہیں کہ باوجودیکہ ہم کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکے لیکن ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے ۔ اب ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور نومبر میں پھر جب ملیں گے تو اور زیادہ ٹھوس نتائج پیدا ہو سکیں گے ۔

اس عرصہ میں مغربی طاقتوں کا ارادہ ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں کو اور مضبوط کر لیں ۔ وہاں صنعت کو ترقی دیں لیکن نہ اسقدر کہ جرمنی پھر ایک فوجی طاقت بن سکے ، غلہ روس کے علاقہ میں پیدا ہوتا ہے ، اب امریکہ مغربی علاقوں میں غلہ بہم پہونچائیگا اور مغربی علاقے روسی علاقے سے بے نیاز ہو جائیں گے ۔

یہ کیا انصاف ہے ؟

اول تو یہی بات سمجھ میں نہیں آتی

۔۔۔ مشترکہ اپیل امن کے لئے دونوں نے نکالی ہے اسپر اپنے اپنے حلقہ اثر میں عمل کرو دیا جاوے ۔ پھر ہندوستان کے متعلق بھی اپنی اپنی پوزیشن تو معلوم ہوا کہ ۱۹۴۲ء میں جہاں تھے وہیں بدستور قایم ہیں ۔ باتیں کیں اور رخصت ہوئے ۔

پھر شکست خوردہ قوموں کو کیوں فوج رکھنے کے حق سے محروم رکھا جاتا ہے ۔ جاپان میں بھی یہی کیا جا رہا ہے ، یہ کہا جاتا ہے کہ جاپان دنیا کی تہذیب اور تاریخ میں ایک نیا باب لکھ رہا ہے ۔ اگر نازی طریق زندگی یا جاپانی طریق زندگی سے لڑائیاں ہونیکا امکان ہے تو سرمایہ داری طریق زندگی یا کمیونسٹ طریقہ ہی کونسی دنیا کی امن کی ضامن ہے ، جرمنی اور جاپان کی فوجوں سے لڑائی ہونیکا اندیشہ ہے تو امریکہ اور روس کی ۔۔۔ فوجیں کیا امن کا سبق پڑھتی ہوئی ہیں ، لڑائی میں تباہ ہوئے تو سب ملک تباہ ہوئے ۔ سب سے زیادہ مفتوح ملک ، پھر تاوان کیسا ؟ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ فاتح قومیں خود کسی ایسے نظام کی حامل بنجائیں جو نیکی پر مبنی ہو اور صلح کا ضامن ہو ۔ پھر مفتوح قوموں کو اسمیں شریک ہونیکی دعوت بھی دیتی ہیں ؟ معلوم نہیں عارضی شکست و فتح کے معیار کے علاوہ وہ کونسا معیار ہے ، اور اتحادیوں کے پراپیگنڈہ کے علاوہ وہ کونسا علم و یقین ہے جسکی رو سے جرمنی اور جاپان ہی خاص طور پر گمراہ قومیں ہیں ۔

ہم کدھر جائیں

اب یہ دو طاقتیں دنیا میں زور پکڑ رہی ہیں ایک طرف روس ، اور دوسری طرف امریکہ ، برطانیہ وغیرہ ۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جس دنیا میں ہم بستے ہیں وہیں یہ طاقتیں بھی موجود ہیں ۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے کسی ایک کی طرف ہو رہنا اس کمزوری کی حالت میں خطرناک ہی ہو سکتا ہے ۔ ہمیں اپنا کیمپ علیحدہ بنانا ہے ۔ ایک نئی تہذیب کو دنیا میں رواج دینا ہے ، انہیں پرانی طاقتوں کے زبردست سایہ میں وہ زندگی کا پودا پلنا ہے ، یہ طاقتیں بھی خود بہت دن تک نہیں رہ سکتیں ۔ اللہ تعالیٰ نے انسداد ظلم کا یہ انتظام کیا ہے کہ ایک فرعون ہو تو اسکے لئے موسیٰ پیدا ہو جاتا ہے ۔ اور دو فرعون آپس میں ٹکرا کر نہیں رہ سکتے ۔

سوچو اور فیصلہ کرو کہ اس کیمپ کی نوعیت کیا ہوگی جو تمہیں اپنے لئے بنانا ہے ۔ دنیا میں اسکا کیا مقصد اور کیا پیغام ہوگا ۔ تم کہدو گے کہ ابھی تو ہمیں انگریز سے ہی نبٹنا ہے ، ابھی یہ سوال پیدا نہیں ہوتا ، ابھی تو ہمارے سامنے دوسرا سوال یہ ہے کہ ہندوؤں کے ساتھ ہمارے کیا تعلقات رہتے ہیں ۔ ہاں یہ سب الجھنیں ہیں لیکن مجھے تو تاریکی ختم ہوتی نظر آتی ہے ۔ مجھے تو سایہ ہٹتے نظر آ رہے ہیں ۔ دنیا میں آندھیاں چل رہی ہیں لیکن زندگی کے پودے شیشہ کی الماریوں میں نشو و نما نہیں پاتے ۔ ایسی ہی آندھیوں میں یہ پودے پروان چڑھتے ہیں ۔ اس آندھی سے ڈر و مت ، اس میں زبردست تخریب اور زبردست تعمیر کا پیغام ہے ۔ تو نکلے سر اس آندھی میں بکھر کر زندگی کے بیج چاروں طرف بکھیر دو ۔

ہفتہ وار
دہلی
31 MAY 194
چندہ سالانہ
مبلغ چھ روپیہ
ششماہی
۸ ـ
جلد ۱ نمبر ۱ ، میرٹھ ـ بروز جمعہ ۳۰ مئی ۱۹۴۷ء ـ فی پرچہ ۱

دنیا ہماری نظر میں

مشرق بصورت مغرب کے غلبے سے آزاد ہونے کے لئے بیتاب ہے، بلکہ آزاد ہوتا بھی نظر آ رہا ہے، اور مغربی طاقتیں بھی بظاہر ملکی سے مجبور و مغلوب ہو کر اپنا بوریہ بستر سمیٹتی معلوم ہو رہی ہیں۔ لیکن اس آزادی کے ساتھ ساتھ ایک نئی قسم کی غلامی کے جال بھی بچھتے جا رہے ہیں، اور عزت ہے کہ پھنسنے والے خود شکاری بن کر ہے ہیں کہ آؤ جال پھیلاؤ۔ مغرب کی سیاسی حکومت، بلکہ درحقیقت یوں کہنا چاہئے کہ روزمرہ کے معاملات کا نظم و نسق کرنے والی حکومت تو جا رہی ہے، لیکن معاشی حکومت بدستور قائم ہے بلکہ خود مشرقی ملکوں والے مغرب کے معاشی اثرات کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ چونکہ مقامی سرمایہ دار بھی اس معاملہ میں مغربی سرمایہ داروں کی مدد پر ہیں اس لئے اندیشہ ہے کہ مغرب کی یہ معاشی حکومت کافی سخت ہو گی، اور معاشی غلامی کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے سیاسی اور بین الاقوامی معاملات میں مشرقی ممالک اب بھی بڑی حد تک محکوم اور مجبور رہیں گے اور امریکہ یا برطانیہ یا روس کے ہاتھوں میں شطرنج کے مہروں کی طرح ہوں گے۔

لیکن کیا یہ خطرے ان رہنماؤں کی نظر میں نہیں ہیں جو ایشیائی ملکوں کی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں؟ ممکن ہے مشرقی لیڈر ان امکانات سے ڈر رہے ہوں لیکن یہی حقیقت ہے کہ ایشیا کے زیادہ تر آزادی طلب لیڈر اپنے یہاں کے عوام اور عوامی تحریکوں سے بھی اتنا ہی ڈرتے ہیں۔ ایک بات تو یہ ہے کہ وہ لوگ معاشی اعتبار سے متوسط طبقے کے آزاد خیالی کے ستائش ہیں، اور سیاسی آزادی ہی کو سب سے بڑی چیز سمجھتے ہیں، ساتھ ہی سرمایہ داری کے زمانے میں سیاست کے زمانہ میں ملک کے دفاع کے لئے بھی اعلیٰ پیمانے کی صنعتیں لازمی سمجھی جاتی ہیں۔ چنانچہ آزاد ہوتے ہی ہر ملک کی یہ فکر ہوتی ہے کہ کسی طرح صنعتی اعتبار سے اپنے آپ کو جلد سے جلد مضبوط بنا لیا جائے۔ اتنی جلدی صنعتی ترقی حاصل کرنے کے لئے دوسرے ملکوں سے مدد مانگے بغیر چارہ نہیں اور

اسلامی ممالک اور یورپ کا معاشی حال

محمد حسن عسکری

معاشیات کی ایک خادمہ بن کر رہ گئی ہے، اور معاشی آزادی کے بغیر سیاسی آزادی بے معنی چیز ہے۔ اور پوری معاشی آزادی کے حصول میں یہ چیز مانع ہے کہ ایشیائی لیڈر عموماً متوسط طبقے کے لوگ ہیں اور عوام کے اقتدار سے ڈرتے ہیں۔ اسلئے وہ برداشت کر ہی نہیں سکتے کہ معاشی نظام عوام کے ہاتھوں میں پہنچے۔

سیاسی آزادی حاصل کرنے کے بعد ہر ملک کے سامنے مستقبل کی معاشی حالت کے متعلق دو صورتیں درپیش ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ملک کی صنعتوں کو آہستہ آہستہ ترقی کرنے دیا جائے اور معیار زندگی بلند کرنے کے لئے زیادہ بے قرار نہ ہوا جائے۔ اس صورت میں تو ملک بیرونی اثرات سے آزاد رہ سکتا ہے۔ لیکن یہ صورت آج کل چلنے والی نہیں۔ اول تو دوسرے ملکوں کو دیکھا دیکھی ہر ملک کے عوام اپنا معیار زندگی بلند کرنا چاہتے ہیں پھر جو [illegible]

جو ملک مدد دینے کے قابل ہیں وہ سب مغربی ممالک ہیں، یا اب کچھ ہندوستان اس قابل ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن کوئی مفت میں دوسرے ملکوں کو کیوں مدد دیگا؟ جو غیر ملک بھی اپنا روپیہ اور مشینیں اور آدمی دیگا، ساتھ ساتھ اقتصادی مراعات بھی مانگے گا۔ یہاں سے پھر ایک نئی غلامی کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ ایک طرح سے ہمارے زمانے میں امداد باہمی بالکل ناگزیر ہے، اور ہر ملک دوسرے ملکوں سے مدد لینے اور دوسروں کو مدد دینے پر مجبور ہے۔ لیکن مدد لینے کی شرائط مختلف ہوتی ہیں، ایک وہ شرائط جو عوامی اور محنت کش طبقوں کی حکومت طے کرتی ہے، اور دوسری وہ شرائط جو متوسط طبقے کی با اقتدار گروہ طے کرتا ہے، ایشیائی ممالک میں اور خصوصاً اسلامی ممالک میں یہی ہو رہا ہے کہ غیر ملکی حکومتوں یا مغربی سرمایہ داروں سے جتنا [illegible] ہو رہی ہیں وہ سب اپنے عوام کو [illegible] ہو رہی ہیں، اور ان کی مفاد کا خیال نہیں رکھا جا رہا ہے ایران [illegible] عرب، سارے مشرق وسطیٰ میں ملکی [illegible] اور انگریز سرمایہ داروں کی قسم کا معاہدہ کر رہے ہیں [illegible] دور دور تک جا پہنچے ہیں [illegible] ناک ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا ملک آزاد ہو چکا ہے، اسکی صنعتی ترقی کے لئے ہم قرض نہیں لینا چاہتے، بلکہ ہماری خواہش ہے کہ غیر ملکی سرمایہ دار اپنی خوشی سے یہاں آکر روپیہ لگائیں اور ہماری مدد کریں، البتہ انہیں ہماری حکومت کے بنائے ہوئے قانونوں کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ ان قانونوں سے مطلب غالباً یہ ہے کہ مزدوروں کو اجرت دینی ہوگی، ان کے لئے غسل خانے اور اسکول بنوانے ہوں گے، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن بہت سی باتیں ایسی ہیں جنھیں سرمایہ دار اپنی خوشی سے پورا کریں گے، کیونکہ [illegible] اصل سوال تو یہ ہے کہ معاشی نظام پر اقتدار کس کا رہیگا؟ خود ہم اپنے ہندوستان میں دیکھ رہے ہیں کہ انگریز سرمایہ دار [illegible] روپیہ لگا رہے ہیں اور ہندوستانی صنعتوں کی مدد کر رہے ہیں۔ لیکن اصل میں ہوتا یہ ہے کہ چیزیں بنتی ہیں انگلستان میں اور دیسی چیزوں کے نام سے بکتی ہیں۔ اسی طرح جو کارخانے ہندوستان میں ملے جلے سرمائے سے قائم ہو بھی گئے ہیں ان پر غیر ملکیوں کا اقتدار ہے اور زیادہ منافع ہندوستان سے باہر چلا جاتا ہے۔ غالباً ایسا ہی حال انڈونیشیا کا بھی ہوگا۔ بلکہ ہندوستان تو پھر بھی نسبتاً معاشی اور صنعتی اعتبار سے بہت مضبوط ہے۔ انڈونیشیا اپنے آپ کو معاشی غلامی سے کیسے بچا سکے گا؟ بلکہ وہاں تو ایک خطرہ یہ بھی ہے کہ امریکن اور انگریز اور ڈچ سرمایہ داروں کے ساتھ ساتھ ہندوستانی سرمایہ دار بھی حصہ بٹانے پہنچ جائیں گے۔ اور اسکی داغ بیل ایشیائی ممالک کی کانفرنس میں ڈالی جا چکی ہے۔ چونکہ ہندوستان ایشیائی ملکوں میں [illegible] انڈونیشیا یہاں [illegible] سرمایہ داروں کو [illegible] دنیا [illegible] نتیجہ تو دونوں حالتوں میں ایک سا ہوگا بلکہ ہندوستانی سرمایہ داروں کی غلامی

(بقیہ صفحہ ۲ پر دیکھئے)

اکثریتی اور اقلیتی علاقوں کے مسلمانو! اپنا مستقبل تعمیر کرو!

قیاس غالب یہ ہے کہ کسی نہ کسی صورت میں انگریز تقسیم ہند کا اعلان کر دیں گے۔ اس مقالہ میں یہ سوال زیر بحث نہیں ہے کہ اتنا علاقہ علیحدہ کیا جائیگا جتنا مسلم لیگ مطالبہ کرتی ہے یا صرف اتنا علاقہ علیحدہ کیا جائیگا جس پر کانگریس رضامند ہوگی۔ ہم صرف چند ان نتائج پر غور کرتا ہے جو اس تقسیم سے پیدا ہونگے۔

اقلیت کا مسئلہ | ہندوستانی علاقوں میں مسلمانوں کی کافی تعداد ہے اسی طرح پاکستانی علاقوں میں (جو مسلم لیگ نے تجویز کئے ہیں) ہندوؤں کی کافی تعداد ہے۔ اگر ہندوستان اور پاکستان دو علیحدہ علیحدہ ریاستیں بنگئیں تو ان دونوں میں اقلیت کا نہایت ... مسئلہ موجود رہیگا قومی قومیت کے ... اقلیتوں کا مسئلہ بہت دشوار ہو گیا ہے۔ اور دشوار ہوتا جا رہا ہے اور جب وہ اقلیت کسی متصل ملک یا قوم سے وفادار ہو اور روحانی طور پر ان سے ہی متعلق ہو جیسا کہ ہندوستان کے مسلمان یا پاکستان کے ہندو ہوں گے تو یہ مسئلہ بارود کا ایک ڈھیر بنجاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اگر ہندو حکومت نے ہندوستان میں مسلمانوں پر ظلم کیا تو مسلمان حکومت علاقہ پاکستان میں ہندوؤں سے انتقام لیگی اور مسلمانوں کے تحفظ کی بہترین ضمانت یہی ہو سکتی ہے۔

یہ بات بادی النظر میں صحیح معلوم ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت میں ایک دھوکہ ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ قصاص میں زندگی ہے لیکن قصاص کے لئے شرط اولین یہ ہے کہ ظالم سے قصاص لیا جائے، اور اسکو سزا دیکر ظلم کا سدباب کیا جائے، اجتماعی تعزیری قصاص بھی سمجھ میں آسکتا ہے، لیکن جب ظالم کوئی اور ہو جس پر تمہارا کچھ بس نہ ہو اور اسکا انتقام کسی اور سے لیا جائے محض اسلئے کہ وہ تمہاری پناہ میں ہے یہ گمان بھی نہیں ہے تو وہ قصاص نہیں بلکہ انتقامی ظلم ہے اور دو ظلم مل کر ظلم کو بڑھا سکتے ہیں ختم نہیں کر سکتے۔ اگر ظلم قاطع ظلم ہوتا تو دنیا میں ہولناک جنگیں نہ ہوتیں اور ہندوستان میں آج فساد نہ ہوتے۔ ہوا یہ کہ ایک فساد نے دوسرے فساد کو بھڑکایا اور ترقی دی اور فساد ان علاقوں میں بھی ہوا جہاں ہندو اکثریت میں ہیں اور ان علاقوں میں بھی ہوا جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔

ایک وفاق کا امکان | آج جو حالات ہیں ویسے حالات ہمیشہ نہیں رہے اور نہ ہمیشہ رہیں گے، یہ دور گذر نیوالا دور ہے عبوری دور ہے، لیکن اسی وجہ سے اہم بھی ہے۔

اگر ہندوستان اور پاکستان بالکل علیحدہ ہوگئے تو کہا جاتا ہے کہ پھر ایک دوستی کا عہدنامہ ہوجائیگا، لیکن سوال یہ ہے کہ ہندوستان اور پاکستان ایک دوسرے کے خلاف ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں، یا تو قومیت کی کشمکش میں ملت کا تخیل ہی ختم ہو جائے جیسا عیسائی قوموں کا، اور ... پاکستانی قومیت میں مدغم ہو جائیں اور ہندوستانی مسلمان ہندوستانی قومیت میں مدغم ہو جائیں، اور اگر ایسا نہیں ہوا تو ان دو ملکوں میں مخالفت کی صورت میں ...... اندرونی بغاوت کا اندیشہ ہے۔ عہدنامہ ان ملکوں میں ہوا کرتا ہے جن میں آپس میں مخالفت بھی ہو سکتی ہے، جن ملکوں میں آپس میں مخالفت ہو ہی نہیں سکتی ان میں کوئی وفاق ہوتا ہے۔ اگر برطانیہ کے اعلان میں کسی قسم کا واحد مرکز نہ ہوا تو ممکن ہے اس دور کشمکش کے ختم ہونے کے بعد کوئی وفاق ... کی صورت پیدا ہو جائے۔ آج مسلمانوں کو اپنا قومی وجود قائم رکھنے کے لئے پاکستان کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے، ممکن ہے کل ان کو اپنی امن قائم رکھنے کے لئے وفاق کی ضرورت محسوس ہو۔

اس بحث کا مقصد پاکستان کی مخالفت یا موافقت نہیں ہے

لیکن ہمیں تو اپنے پیش نظر مسائل کو دیکھنا ہے۔ زمانہ ہمیں کیا کیا تجربہ دکھائیگا اور کیا کیا سبق دیگا، یہ دور کی بات ہے۔ اور اس وقت بھی ہم .... پاکستان کی مخالفت یا موافقت نہیں کر رہے ہیں۔ ہم تو ایک صورت میں پاکستان کے ہمیشہ موافقت میں تھے اور اب تو پاکستان کی مخالفت یا موافقت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اب تو سوال یہ ہے کہ پاکستان کے قیام کی صورت میں کیا کیا مسئلے خصوصیت سے اقلیتی علاقوں کے مسلمانوں کے سامنے پیدا ہوتے ہیں۔

مسلمان اقلیتوں کا مستقبل | ... ہم سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان ایک قوم ہیں اور اس قوم کا ایک دستور اور ایک ریاست ... چاہئے۔ اور اسکا مجوزہ نام ہے پاکستان۔ کیا قیام پاکستان سے ہندوستانی علاقوں کے مسلمانوں کی قومیت بھی پاکستانی ہو جائیگی اور جس جگہ وہ ہیں وہاں ان کی حیثیت اجنبیوں کی رہیگی، یا انکی قومیت ہندوستانی ہی رہیگی لیکن وہ اپنی مدد اور حفاظت کے لئے ہندوستانی حکومت کی طرف نہیں بلکہ پاکستانی حکومت کی طرف دیکھتے رہیں گے۔ دونوں صورتوں میں ان کو وہ استقلال حاصل نہیں ہوتا جو پر امن ترقی کے لئے ضروری ہے۔

دو علیحدہ علیحدہ قومیتیں؟ | خود مسلمانوں میں بھی ہندوستانی مسلمان اور پاکستانی مسلمان کے امتیاز پیدا ہونیکا قوی اندیشہ ہے، ریاستیں قومیت کے احساس کو پیدا کرنے اور ان کو تیز تر کرنے میں بہت ممد و معاون ہوتی ہیں۔ اگر ہم نے کوئی مناسب تدبیر نہ کی تو ہندوستانی اور پاکستانی مسلمان ایسے ہی علیحدہ ہو سکتے ہیں جیسے افغانستان اور ایران کے مسلمان۔ یہ بھی اور ... ایک یہ بھی بات ہے کہ اس طرح دونوں حصوں کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔ یہ خطرہ اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ ہم یہ بات اپنے ذہن میں نہیں رکھتے کہ ہم کس معنی میں ایک ملت ہیں۔

انتقال آبادی کا مسئلہ | کہا جاتا ہے اور ٹھیک کہا جاتا ہے کہ اگر پاکستان کے ہندو، ہندوستان چلے جائیں اور ہندوستان کے مسلمان پاکستان چلے جائیں تو یہ تمام مشکلیں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اگر ایسا ہو جائے تو بہت کچھ مشکلیں حل ہو جائیں لیکن یہ ... بھی بہت زبردست مشکل ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ لوگ زمین کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ پر بلا روک ٹوک چلے جاتے تھے، زمین پر کافی گنجائش تھی۔ انسان زمین کے ایک ایک چپہ کو ... کی ملکیت ... تقسیم کرنے ... نہیں لایا تھا، انسانی جماعتوں کے مسلئے اسقدر سخت اور بے لوچ نہیں ہوئے تھے جتنے قومیت نے کر دئے، لیکن اب وہ زمانہ نہیں ہے، اور انتقال آبادی شطرنج کے مہرہ کی چال نہیں ہے۔

اضطراری ہجرت | ہمارے مسلمانوں کا آنا، اور سرحد اور مغربی پنجاب سے ہندوؤں اور سکھوں کی آمد کو دیکھکر یہ کہا جاتا ہے کہ انتقال آبادی خود بخود ظہور میں آ رہی ہے، اس تجویز پر فطرت کی مہر تصدیق ہے، فرض کرو کہ سرحد اور مغربی پنجاب سے ہندو اور سکھ بھاگ کر ہندو اکثریتی علاقوں میں آکر آباد ہوگئے، لیکن پاکستان کو کہاں کہاں کے مسلمانوں کو خوش آمدید کہنا پڑیگا، کیونکہ ہندو تو بہت کم اقلیت ایک تھوڑے سے علاقہ میں ہیں، وہ تو لیگ کے مجوزہ پاکستان ہی کے ایک حصہ سے نکلکر دوسرے حصہ میں آسکتے ہیں لیکن مسلمان تمام ہندوستان کے رقبہ میں منتشر ہیں اور پھر یہ بھی غور طلب بات ہے کہ یہ اضطراری ہجرت بروئے عمل لانے کے لئے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ...... کیا قیمت ادا کرنی پڑیگی؟

(بقیہ مضمون صفحہ ۶ پر دیکھئے)

تقسیم ہند اور یوپی میں اردو کا مسئلہ

(انتظار حسین)

ہندوستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہونے والا ہے وہ کتنا ہی ہولناک سہی لیکن یہ کیوں فرض کیا جائے کہ اس ہولناک تخریب سے کوئی شاندار تعمیر عمل میں نہیں آئیگی آخیر میں تخریب کو تعمیر کا کیوں مقدمہ نہ کہا جائے اور خون ہی کو آزادی کا حصہ کیوں نہ سمجھا جائے۔ سیاسی دنیا تو بہر صورت گرم ہی ہے۔ سوال سامانی دنیا کی پیدائش کا ہے۔ لیکن وہ دو پاؤں کے درمیان کا یہ وقفہ بہت نازک اور بہت خطرناک ہوتا ہے۔ عوام میں زیادہ تعمیر سے زیادہ عزم اور زیادہ عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض اوقات انسان کی بڑی بڑی قیمتی مقبوضات مجبوری سے کم ہو جاتی ہیں۔ جب افراتفری مچی ہے تو انسان کو اپنے مقبوضات سے زیادہ اپنی فکر دامن گیر ہوتی ہے جنرل وکن واقعی بڑا ہوشمند تھا کہ میدان کارزار میں بھی گرسٹے کا گرشیہ گنگنا تا رہا اور اس کی تخلیق کے مقابلہ میں کیوبک کی فتح کو بھی ہیچ سمجھا۔ بات یہ ہے کہ زندگی میں بہی ہوشمندی کے بغیر کام چلتا نہیں ہے۔ یہ زندہ رہنے کا معاملہ بڑا ٹیڑھا سا ہے۔ جن چیزوں کو بعض اوقات اپنے زعم میں ہم زائد اور عیاشی سمجھ بیٹھتے ہیں وہ بعد میں اتنی اہم اور ضروری ثابت ہوتی ہیں کہ انکے بغیر زندگی کچھ بے معنی اور سپاٹ سی چیز بن کر رہجاتی ہے۔ زندگی کا مسئلہ سیاسی آزادی اور معاشی بہتری پر آکر ختم نہیں ہو جاتا۔ قومیں محض تجارتی بازاروں اور مسلح فوجوں کے بل پر زندہ نہیں رہتیں۔ الیکشن اور منڈی کے نیچے سے بلند کچھ ذہنی اور روحانی دلچسپیاں بھی ہیں جن پر قومی ترقی اور فلاح کا بڑی حد تک انحصار ہوتا ہے ہم اسوقت سیاست میں بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔ لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ جب ہم اس ہنگامہ سے فراغت پا کر پیشانی کا پسینہ پونچھ کے بیٹھیں تو معلوم ہو کہ ہم بہت کچھ پانے کے ساتھ ساتھ بہت کچھ کھو چکے ہیں۔ یہ ہنگامہ رستاخیز ہی سہی لیکن ہمیں اپنے ثقافتی اور روحانی اداروں کے تحفظ سے بالکل بے پرواہ نہ ہونا چاہئے۔

تقسیم ہوا یا نہ ہو بہر صورت یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ متحدہ ہندی ریاست کے امکانات اب بڑی حد تک ختم ہو گئے ہیں۔ اب اگر ہندوستان دو حصوں میں بٹتا ہے تو اسکا اثر ہماری ثقافت، ہمارے ادب ہماری زبان پر کیا پڑیگا۔ اسوقت سب سے اہم مسئلہ زبان کا ہے۔ اردو کا اب تک تو یہ دعویٰ رہا ہے کہ وہ ہندو مسلمانوں کا مشترک مقبول مفید ہے اور یہ کہ پورے ہندوستان کی قومی زبان ہو۔ لیکن اب جبکہ متحدہ ہندی قومیت اور متحدہ ہندی ریاست کا تخیل دم توڑ چکا ہے تو اردو کا مستقبل کیا ہوگا۔ یہ ایک سوال ہے جہانتک پاکستانی ریاست کا تعلق ہے تو آپ مسٹر محمد علی جناح کی حالیہ تقریر کا حوالہ دے سکتے ہیں کہ اردو پاکستان کی قومی زبان ہوگی۔ یہ بات خوش آئند ہے اگرچہ اس حیثیت سے المناک بھی ہے کہ جس زبان کو قاعدہ سے پورے ہندوستان کی قومی زبان بننا چاہئے تھا وہ حالات و واقعات کے اثر سے سکڑ کر ایک مخصوص خطہ کی زبان بنکر رہجائیگی۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہ واقعہ بھی یادگار رہیگا کہ جس جماعت نے ہندوستان کی سیاسی تقسیم کی مخالفت اس شد و مد سے کی اسی نے زبان کی تفریق کو بھی فروغ دیا۔ خیر تو بات یوں چلتی ہے کہ پاکستان میں تو اردو قومی زبان بنجائیگی۔ لیکن یو۔پی میں جسکی تہذیب سے اسکا اتنا گہرا تعلق ہے اسکی پوزیشن کیا ہوگی۔ یہ بڑی بے یقینی کا زمانہ ہے ہمیں نہیں معلوم کہ کسوقت واقعات کیا پلٹا کھائیں گے اور ہمارے سامنے یہ سوال کس شکل میں آئیگا۔ لوگوں کے ذہن میں ایک خیال ہجرت کا بھی چکر لگا رہا ہے۔ لیکن اسمیں کچھ زیادہ جان نظر نہیں آتی۔ اسلئے کہ بہر صورت ہم انسان ہیں کسطرح کے مہرے نہیں ہیں۔ ہمیں یو۔پی میں رہنا بھی ہے اور اس سوال کو حل کرنا ہے۔ ہم لوگ جواب دینے کی تو کچھ مشق نہیں تاہم کانگریس کا اردو کے ساتھ جو رویہ ہے وہ سب پر ظاہر ہے۔ پھر قومی عزم بھی بڑی چیز ہے۔ یہ درست ہے کہ زبان غیر ارادی اور غیر شعوری عمل کا نتیجہ ہوتی ہے لیکن یہ بھی درست ہے کہ اگر کوئی قوم ایک زبان ترک کر کے دوسری زبان کو اختیار کرنے پر تل جائے تو دنیا کی کوئی قوت اسے اسکے ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اسلئے یہ کہنے کا روگ تو ہندوؤں میں بڑی حد تک کم ہوتا چلا جا رہا ہے رہا وقتی کا سوال تو تعلیم یافتہ ہندو تو سے اپنی زبان سے خارج کر چکے ہیں بری طرح ہندوستانی رہتے ہی رہتے ہیں اور ہندو عوام میں آج نہیں تو کل یہ میلان پیدا ہو جائیگا۔ پھر کانگریس کے نقطۂ نظر سے یہ کیا بات ہے کہ اگر اردو پاکستان کی قومی زبان بنیگی تو ہندی ہندوستان کی قومی زبان کیوں نہ بنے۔ اس نقطۂ نظر سے ہم آزاد رہتے ہوئے بحث کرنا تو اب فضول ہے۔ اب تو صرف یہ سوچنا ہے کہ ہم اس زبان کا یہاں کس طرح تحفظ کر کے اپنی ثقافتی انفرادیت کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب کی سرکردگی میں ایک وفد نے زبان کے سلسلہ میں محترم سمپورنانند سے جو ملاقات حال ہی میں کی ہے اس سے کانگریسی حکومت کی آئندہ لسانی پالیسی بڑی حد تک روشنی میں آجاتی ہے۔ محترم سمپورنانند ایک زبان کے امکانات پر غور کرتے ہیں۔ انھیں انکے ارادہ سے کون باز رکھ سکتا ہے۔ وہ ایک زبان کے امکانات پر غور کریں اور ہم اردو کے بقا کے امکانات پر غور کرتے ہیں۔

اگر یو۔پی میں ہندی کو قومی زبان قرار دیدیا جاتا ہے تو اسکا جواب ہم کس صورت میں دینگے۔ یہ درست ہے کہ ہمارا لسانی شعور بڑا رچا ہوا ہے اور اسکی آسانی سے بیخ کنی نہیں کیجا سکتی۔ لیکن تبلیغ و اشاعت بھی کچھ نہ کچھ اپنا اثر رکھتی ہے جب حکومت ایک زبان کو نوازتی ہے تو دوسری زبانوں پر اسکے چھا جانے کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔ حکومت کی مختلف صورتوں میں نوازشیں لوگوں کو اس زبان کے سیکھنے پر مائل کر دیتی ہیں۔ تو یہ مسئلہ ثقافت اور زبان اور ادب کے تحفظ کا مسئلہ بالخصوص ادیبوں اور مصنفوں اور تعلیمی ماہروں سے متعلق ہے۔ اسوقت ضرورت اس بات کی ہے کہ یو۔پی کے تمام ادیب اور مصنف اور ماہرین تعلیم ملکر اس مسئلہ پر غور کریں اور آنیوالے وقت کے لئے تیاری کریں۔ ہمیں اپنے کالجوں اور اسکولوں کو تیار کرنا چاہئے۔ اگر ہندی کو زبان قرار دیا جاتا ہے تو اسکا ہمیں کیا علاج کرنے ہیں اپنے اسکولوں اور کالجوں میں اردو کو لازمی زبان قرار دینا ہوگا۔ اس سے بھی زیادہ اہم کام یہ ہے کہ ہم اپنے عوام میں

اسلام ہماری زندگی پر یا بزرگوں کا تبرک

(متین طارق)

مسلم لیگ کے اجتماع سے دل کی بے اطمینانی ختم ہوئی۔ معلوم ہوا ہماری نظروں میں وسعت پیدا ہوگی۔ اجتماع میں نظریوں سے قطع نظر کرتے ہوئے دیکھنے کی کوشش کی گئی کہ دنیا کا تقاضہ اور ہمارا فرض کیا ہے کیونکہ اب اس وقت عمل کے بغیر چارہ نہیں۔ زندگی نظریہ نہیں ہے بلکہ فکر اور عمل ہے

کہتا ہے تو راز ہے زندگی
• نقطۂ ذوق پرواز ہے زندگی

آج وقت ساری دنیا میں کشمکش ہو رہی ہے بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو ہضم کرنے کی فکر میں ہے گوری قوم ہے یا کالی تھوڑے ہیں یا بہت ہر کسی کی یہی تمنا ہے کہ ہم خود مختار رہیں اور اپنا اچھا برا ہم خود سوچ سکیں

دنیا ہمارے ارد گرد دور نزدیک بڑے بڑے طوفان اٹھ رہے ہیں اکثر تصادم آپس میں ٹکرا رہے ہیں ایک قوم کا گریبان دوسری کے ہاتھ میں ہے انسان اپنی اندھی کوششوں کے بل بوتے پر راستہ ٹٹول رہا ہے ہندوستان میں یہ کشمکش اور بھی شدید ہے۔ زمانہ تیزی سے کروٹ بدل رہا ہے انقلاب آگ اور خون کے قدموں سے آگے بڑھ رہا ہے اور کچھ پتہ نہیں کہ اسکی سمت و صورت کیا ہے۔ ہر طرف لالچ اور دھوکوں کا جال پھیلا ہوا ہے اور انسان حیران ہے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اور وہ خود کیا کرے۔

ہم۔ یہ شعور پیدا کریں کہ وہ کونسی زبان بولتے ہیں اور یہ کہ یہ زبان انکی زندگی کا کتنا اہم اور زبردست مسئلہ ہے۔ یہ لسانی تو ثانوی چیز ہے زبان کی بازیابی تو درحقیقت بازاروں اور گلی کوچوں میں ہوتی ہے کسی زبان کے مرجانے کے معنی یہ ہیں کہ وہ بول چال کی زبان نہیں رہی۔ اس کا گڑھ کہیں خوب مضبوط بنانا ہے۔ اگر ہم نے عوام میں لسانی عصبیت پیدا کر دی تو گویا ہم نے آدھی جنگ جیت لی۔

اقتصادی سیاست

سیٹھ کی اور دیوالیہ کی

امریکہ کے پاس ڈالر بھی ہیں اور اشیاء بھی ہیں - اگر سرمایہ کو کہیں لگانے کا موقعہ نہ ہو تو ٹھیک ہی ہے - اور اگر اشیاء کو خریدنے والا کوئی نہ ہو تو وہ اشیاء بیکار رہیں - مندا بازار اسی وقت ہوتا ہے جب بازار میں اشیاء ہوں لیکن اسکو خریدنے کی طاقت ہی کہیں نہ ہو - دنیا میں ایسے بھی ملک ہیں جنکے پاس اسوقت نہ اشیاء ہیں نہ تو وہ خود بہت سی چیزیں خرید سکتے ہیں نہ ان کے پاس ڈالر کی پونجی کہ وہ امریکہ سے چیزیں خریدیں -

اب اگر امریکہ کی بنائی ہوئی اشیاء کوئی خریدنے والا نہ ہو تو وہاں بھی بازار مندا ہو جائیگا - ایک سیدھی سادھی سمجھ کا آدمی دریافت کر سکتا ہے کہ آخر بازار مندا ہو جائیگا تو کیا نقصان ہے، جتنی چیزوں کی ضرورت ہو اتنی چیزیں پیدا کریں، سب ملکر بانٹ لیں - اور پھر آرام کریں، اور واقعی بالکل ٹھیک بات ہے، لیکن امریکہ ملک ہے سرمایہ داروں کا سرمایہ داروں کے ملک میں آرام ([illegible]) نہیں ہوتا، بیکاری ہوتی ہے، وہاں ضرورت کو دیکھکر پیداوار نہیں ہوتی، منافع کی خاطر ہوتی ہے، اگر منافع نہیں ملتا تو کیوں کوئی اشیاء پیدا کرے، تو بات یہ ہے کہ اگر امریکہ کی اشیاء کو خریدنے والا کوئی نہ ہو تو وہاں کساد بازاری ہوگی، منافع ختم ہوں گے اور خوب بیکاری پھیلیگی -

اور اگر دیگر ملکوں میں اشیاء نہ پہونچیں تو وہاں لوگ بھوک سے مر جائیں گے، پھر ان کے بھوکے مرنے کی تو کوئی بات نہیں، سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر امریکہ کی چیزیں خریدنے والا کوئی نہ ہوا تو امریکہ میں بہت سے آدمی بھوکے مر جائیں گے -

چنانچہ امریکہ کا یہ فرض ہو گیا کہ وہ دوسرے ملکوں کو ڈالر دے - اور اس ڈالر سے وہ امریکہ کی بنی ہوئی اشیاء خریدیں تاکہ امریکہ کا کاروبار چلتا رہے -

تم کہوگے یہ عجیب چکر ہے، امریکہ کے پاس ڈالر بھی ہیں اور اشیاء بھی ہیں، اور وہ پھر یہ فیصل کھیلتے کہ ایک قوم کو اپنے پاس سے ڈالر دیتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ اگر تا ری دوکان بہت ان ڈالروں کی چیزیں خریدو - تو اس سے نا مدہ کیا [illegible] تو وہ خود ہی ان چیزوں کو کیوں نہیں [illegible] کھتی میں پھینک دیتے -

تو تمہاری سمجھ میں تو یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے لیکن کوئی عیب بات ایسی نہیں جو اس دنیا میں نہ ہوتی ہو، چنانچہ یہ بھی ہوتا ہے - وہ چیزیں جو انسانی محنت سے بنائی گئی ہیں اور انسانی زندگی کے لئے ضروری ہیں ایک سرمایہ داری منطق سے غارت بھی کی جاتی ہیں، [illegible] دوسری قوموں کے ذریعہ اپنی چیزیں خریدوانے میں فائدہ یہ ہے کہ ایک تو اپنے زر کا سود آتا رہیگا، دوسرے مقروض ملک شکر گذار اور ممنون ہوگا اور سیاسی اور اقتصادی زندگی میں سیٹھ ملک کا زیردست ہو جائیگا اور یہ مالدار ملک اگر چاہے تو اپنے کسی زبردست غنیم کے خلاف اس روپیہ کے ذریعہ سے ایک مضبوط محاذ قائم کر سکتا ہے -

چنانچہ امریکہ میں یہی کیا جا رہا ہے امریکہ اگر قرضہ نہ دے تو اسکی چیزوں کو کوئی خریدنے والا نہ ہو وہاں کساد بازار ہو جائے، بیکاری پھیلے، لوگ بھوکوں مریں، چنانچہ امریکہ اپنی زندگی بچانے کیلئے قرضہ دیتا ہے

اور قرضہ دینے میں عرب اور ایران اور یونان اور ترکی میں اپنے قدم بڑھاتا جاتا ہے - انگلستان پر اپنا اثر جماتا جاتا ہے - اور کمیونزم کی روک تھام کرتا جا رہا ہے -

اب تم کہوگے کہ یہ عکس ملک ملکر یہ تہیہ کر لیں کہ اس سیٹھ ملک کا قرضہ نہ لیں گے - تو کیا ہو اور ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ اگر مالدار ملک کی نیت ارادوں کو نگاہ میں رکھا جائے تو یہ بات کچھ بری تو ہے نہیں - اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں کوئی برائی نہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ قرض دار ملک بھی آپ میں ایک دوسرے کے قرض دار ہوتے ہیں ہر ملک اپنے سے کمزور ملک سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے، اسلئے قرض کو واپس کرنا، باوجودیکہ اس قرض کی نوعیت سب جانتے ہیں، ساکھ اور ایمانداری کی بات مان لی گئی ہے -

اور دوسری بات یہ ہے کہ [illegible] بھی ہوتا ہے چنانچہ جرمنی نے پہلی جنگ کے بعد ہی کیا، انگلستان کا قرض دار تھا، فرانس انگلستان کا قرض دار تھا اور ہوا یہ کہ جرمنی فرانس کو تاوان دے - جرمنی [illegible] تاوان دیتا، پھر یہ ہوا کہ جرمنی نے امریکہ سے قرضہ لیا وہ روپیہ فرانس کو دیا، فرانس نے انگلستان کو دیا، انگلستان نے پھر امریکہ کو دیا، امریکہ نے پھر جرمنی کو قرضہ دیدیا، ہٹلر نے اس مذاق کو ختم کر دیا -

۱۱ تیسری بات یہ ہے کہ دنیا کی سیاست میں دیوالیہ ہونا بھی ایک اہمیت رکھتا ہے - دیوالیہ اگر ذرا سمجھدار ہو تو فائدہ ہی فائدہ ہے - جرمنی دیوالیہ سیاست کا ماہر تھا، اور ملک تو قرض دیکر اپنا اثر قائم کرنا چاہتے ہیں، جرمنی کی یہ دوربینی اور باریک بینی تھی کہ وہ یہ بات سمجھا کہ قرض لیکر بھی اپنا اثر قائم کیا جا سکتا ہے، ایک ملک دوسرے ملکوں سے بہت کچھ قرض لے لے، دوسرے سارے ملک اس مقروض ملک میں دلچسپی لینے لگیں گے کیونکہ اسکی تباہی میں خود انکے روپیہ کی تباہی بھی تو ہے، شرط یہ ہے کہ مقروض ملک باوجود دیوالیہ ہونے کے چالاکی، اور طاقت سے دوسروں سے روپیہ وصول کر سکے، اور قرض دینے والے ملکوں کو یہ یقین دلا سکے کہ انہیں کسی نہ کسی طرح ان کا فائدہ بھی ہے، جیسے جرمنی نے یہ یقین دلا دیا تھا کہ وہ تہذیب کو روسی بھیڑیوں سے بچانے کیلئے پاسبانی کی خدمت سرانجام دیگا،

آجکل انگریز وہی دیوالیہ کی سیاست چل رہا ہے، امریکہ کا بھی قرضہ ہے، ہندوستان، مصر، ارجنٹائن اور معلوم نہیں کس کس اور ملک کا بھی قرضہ

ادارۂ الامین تک!

(سلیم الدین حمید...)

ایک خاکسار اسلئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کا ایک مخصوص حصہ اسلام کی خدمت کیلئے وقف کر دے - [illegible] فرض ہے کہ وہ اپنی جماعت کی [illegible] اور اسکے کاموں [illegible] پیدا کرے اور خود سمجھکر دوسروں کو بھی سمجھائے [illegible] نیا بدلنکا حلقہ [illegible] کا سیاسی [illegible] اسی خیال کے [illegible] ایک روز [illegible] کیا اور [illegible] آواز کے جواب میں [illegible] نہیں آتی تھی جہاں تک ایں [illegible]

تمام زندگی مردانہ [illegible]

جہانتک [illegible] کا کام ہے ہمارا اسکا تعلق ہے تو اسکو تو قانون مطلق کی ماتحتی ہے اور وہ اسے جب تک سمجھا ہے جب امت اپنے اندر اجتماعی طور پر صلاحیت پیدا کر لیتی ہے لیکن قوم کا کوئی شخص انفرادی حیثیت سے اپنا تن من دھن قوم کی خاطر لگانا چاہے تو وہ کر ہی کیا سکتا ہے بجز اسکے کہ وہ ہر خطرے سے نڈر ہوکر اور ہر نکتہ چینی سے بے نیاز ہوکر مردانہ وار بازی لگا دے - سعادت ہو جیتا وہ بھی جیتا اور جو ہارا وہ بھی جیتا -

تو ادارہ الامین کے لوگ بھی کچھ اسی قسم کی طبیعت کے واقع ہوئے ہیں - کہنے کو تو چھوٹی سی دوکان ہے اور سازو سامان بھی زیادہ نہیں مگر ہمت اور حوصلے خدا نے بہت بلند دئیے ہیں اور شان ایسی کہ بادشاہ کے سامنے بھی سر نہ جھکائیں، کام جو کچھ ہوتا ہے وہ کھرا اور صاف صاف جیسے ایک ایک مربع انچ زمین کیلئے لڑتے جائیں اور فتح کرتے جائیں ایسے کاموں کا نتیجہ بڑے بڑے کاموں اور ایسی جماعت کا دنیا کی بڑی بڑی جماعتوں سے مقابلہ کر لینے سوداہے کیونکہ اچھائی اور مقدار ضروری نہیں کہ یکجا ہوں، یہ دنیا ہوتا ہے کہ ہر کام کی کامیابی اسکی ظاہری شان و شوکت پر منحصر ہو - دیکھو اسلام کی تاریخ — قطرہ قطرہ

ھم - اسکے اوپر ہو - اب طرح طرح کے کھیل کھیلے جا رہے ہیں، کبھی امریکہ سے جن شرائط پر برطانیہ نے قرضہ لیا تھا انکا واسطہ دیا جاتا ہے، کبھی اپنی جنگی خدمات کا ذکر کیا جاتا ہے، کبھی یہ حقیقت بتائی جاتی ہے کہ برطانیہ کی بہتری میں سب کی بہتری ہے، غرض مختلف حیلہ ہیں لیکن ہے وہی دیوالیہ کی سیاست -

بنے شروع ہی ہے اور پھر خار بجاتی ہے - خاکسار تو ہر حوبتی دوستی - دنیا کے ہاتھوں خود مسلمانوں کے ہاتھوں بلکہ خود [illegible] کے ہاتھوں، مگر اب تو وہ کچھ دعویٰ نہیں کرتے، نہ شہنشاہیت کا، نہ سیاست کا، بلکہ صرف خدمت خلق کرکے ہی اپنا نام زندہ رکھنا چاہتے ہیں - کیا انہیں بھی کسی کو اعتراض ہو سکتا ہے جب ملت خفتہ بیدار ہوگی تو [illegible] سامنے آکھڑے ہوں گے، انعام مانگنے نہیں بلکہ ملت کی حفاظت اور خدمت کے لئے [illegible] ادارہ الامین [illegible] معلوم ہوتی ہے

ناظم ادارۂ الامین!

مقالہ زیر عنوان "اپنے ساتھیوں سے" نظر سے گزرا۔ اسکے جواب میں تحریر ہے کہ میں

(۱) اس تحریک کو عملی طور پر بڑھاؤنگا۔

۱۔ محلے میں جماعتیں قائم کرونگا

۲۔ طلبا/محنت کش/دستکاروں میں تنظیم کرونگا۔

۳۔ الامین کے ...... جتنے خریدار بناؤنگا
...... فی پرچے ہر ہفتہ لگاؤنگا

(۲) اس کیلئے قلمی معاونت کرونگا۔ اور الامین کو ملت کی نئی زندگی کا علمبردار بنانے کی کوشش کرونگا۔

(۳) اس تحریک کی مالی حالت کو مضبوط کرنے کے لئے ...... تک معاونت کرونگا۔

(۴) اس تحریک کا عام طور پر چرچا کرکے اس کی ذہنیت اور مقاصد کو اپنے حلقۂ اثر میں پھیلانے کی کوشش کرونگا۔

والسلام

الٹی ہوئی بساط

برطانیہ کی خارجی پالیسی اور چرچل کی اتحاد یورپ کی تجویز

انگلستان کے دارالعوام میں انگلستان کی خارجی پالیسی کے متعلق وزیر خارجہ نے تقریر کی اور اس پر بحث ہوئی۔ اس تقریر و بحث سے چند باتیں بالکل صاف طور پر واضح ہوتی ہیں۔

(۱) جہاں تک بحر الکاہل کے علاقہ کا تعلق ہے (یعنی جاپان، جزائر بحر الکاہل، چین وغیرہ) اس علاقہ میں امریکہ کا اقتدار بلا روک ٹوک ہے۔ صرف چین میں روس سے تصادم ہوتا ہے۔ انگریز کی حیثیت اس علاقہ میں قریب قریب صفر ہے۔

(۲) جہاں تک خود برطانیہ کے مقبوضات اور حلقۂ ہائے اثر کا تعلق ہے وہاں سے برطانیہ کا اثر کم ہوتا جا رہا ہے۔ مصر کے متعلق کہا گیا ہے کہ ہم مصریوں کو خوش کرنے کے لئے اہل سوڈان پر زیادتی نہیں کر سکتے۔ یہ بھی انگریز کو امید ہے کہ مجلس اقوام متحدہ میں مصر اپنے مقدمہ میں کامیاب نہ ہو سکیگا لیکن خود مصر کے اندر اسقدر بے چینی پھیلی ہوئی ہے جو کسی وقت بھی نہایت خطرناک صورت اختیار کر سکتی ہے۔ مشرق وسطٰی کے متعلق کہا گیا ہے کہ ہمارے مالی اور تجارتی مفاد کا تقاضہ ہے کہ ہم ان ممالک پر برابر اپنی توجہ دیتے رہیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ہمارے ملک کے آدمیوں کا معیار آسائش بہت پست ہو جائیگا،، لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمام بحر روم کے علاقہ اور مشرق وسطٰی کے علاقہ میں فوجی ذمہ داریاں امریکہ ہی لیتا جا رہا ہے۔ اس علاقہ میں بھی اگر یہ ممالک خود طاقتور نہ ہو سکے اور حق حقدار کو نہ پہنچا تو۔ امریکہ ہی برطانیہ کا وارث بنتا نظر آتا ہے۔

(۳) روس سے اختلافات اور بھی نمایاں ہو گئے۔ امید ظاہر کی گئی ہے کہ لندن میں جب بڑی طاقتوں کے وزرائے خارجہ جمع ہوں گے تو جرمنی کے متعلق اور یورپ کے متعلق کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں گے کیونکہ ماسکو میں اختلافات کے تمام وجوہ معلوم ہو چکے ہیں کچھ نہ کچھ نتیجہ تو کبھی نہ کبھی لازمی طور پر نکلیگا ہی۔ لیکن یہ بات کہ تمام فریق اپنی مرضی اور خوشی سے کسی ایک نتیجہ پر پہنچ جائیں گے بعید از قیاس ہے۔

(۴) روس سے اختلافات اور زیادہ بڑھ جانے میں برطانیہ کے لئے خرابی یہ ہے کہ اس طرح وہ بالکل ہی امریکہ کے زیر اقتدار آ جائیگا۔ انگریز امریکہ سے دوستی کے خواہاں تو ہیں لیکن موجودہ صورت حالات میں تو صاف صاف نظر آ رہا ہے کہ امریکہ برطانیہ کو ختم اور ہضم کرتا جا رہا ہے۔

اسی لئے چرچل بڑے جوش و خروش سے اپنی اتحاد یورپ کی اسکیم چلا رہا ہے۔ تجویز ہے کہ برطانیہ اور فرانس اس اسکیم کے بانی مبانی ہوں اور اس میں وہ جرمنی کو بھی شامل کریں اور اس طرح مغربی یورپ کی طاقتوں کا ایک زبردست اتحاد قایم ہو جائے۔ مذہبیت کے علمبردار بھی مغربی یورپ سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ یورپ سے بھی کچھ تعلق رکھتے ہیں اور اسلئے یورپی تہذیب پر تحاد شکست کھا رہی ہے۔

(۵) چرچل کی یہ کوشش بہت قابل عبرت ہے۔ وہ واقعی یہ جانتا ہے کہ اس ملک کا زوال رک جائے جرمنی کے بعد اگر انگلستان بھی ختم ہو گیا تو یورپی تہذیب کا خاتمہ ہے۔ اور چرچل یورپی تہذیب یا برطانوی استعمار کی بساط الٹنے کو کبھی تیار نہیں تھا۔

وہ چاہتا ہے کہ مادی سہاروں پر یہ گرتی ہوئی عمارت قایم ہو جائے لیکن غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اب اس تہذیب میں جسکا علمبردار یا (نوحہ خواں) چرچل ہے کچھ جان باقی ہے یا نہیں۔ اسمیں کچھ روح ہے یا نہیں۔ دنیا میں اب اسکا کوئی تاریخی مقصد ہے یا نہیں؟ شواہد تو یہ ہیں کہ اگر مغربی تہذیب میں دوبارہ زندگی پیدا ہونے والی ہے تو وہ زندگی برطانیہ کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ جرمنی کے ہاتھوں سے پیدا ہوگی۔ برطانوی اقتدار تو خود اپنی "فطری" موت مر رہا ہے۔

اب کہیں فلسطین کے حالات معلوم کئے جائیں گے

فلسطین کا معاملہ انجمن اقوام متحدہ کے سامنے پیش ہوا۔ انجمن اقوام متحدہ نے یک حالات دریافت کرنے کے لئے کمیشن مقرر کر دی جس میں بڑی طاقتوں کا نمایندہ کوئی نہیں ہے۔ عربوں نے لاکھ زور دیا کہ فلسطین کے حالات سب کو معلوم ہیں، اب مزید حالات کیا معلوم ہوں گے، اور واقعی سوچنا تو یہ ہے کہ فلسطین کو کس طرح اس ظلم اور حالت سے نجات دی جا سکتی ہے جسمیں پہلی جنگ کے بعد سے انگریز نے اسکو گرفتار کر رکھا ہے۔ نہ صرف فلسطین کی غلامی بلکہ عرب اور یہود کا مسئلہ بھی تو انگریز کا ہی پیدا کیا ہوا ہے۔ بلکہ جس طرح ہندوستان میں ہندو اور مسلمان کا، اور مصر میں مصر و سوڈان کا۔ چہرہ یہ تجویز پیش کی گئی کہ تفتیشی کمیٹی بہت جلد فلسطین میں ایک آزاد جمہوری ریاست کے قیام کے مسئلہ پر غور کرے۔ روس، ہند اور اسلامی ممالک اس تجویز کے حق میں تھے لیکن انگریز اور امریکہ وغیرہ نے مخالفت کی اور یہ تجویز منظور نہیں کی گئی۔

امریکہ کا رویہ تو بالکل صاف ہے۔ وہ تو بلا تکلف یہودیوں کی موافقت میں ہے۔ روس نے اس تجویز کی حمایت کی کہ فلسطین میں ایک آزاد جمہوری ریاست کے قیام پر غور کیا جائے لیکن پہلی مرتبہ روس نے یہودیوں کے ساتھ ظاہراً ہمدردی کیا ہے۔ یورپ میں جو مظالم نازیوں نے ان پر ڈھائے ان پر تاسف کا اظہار کیا ہے، یہ مجبوری بتائی ہے کہ مشرقی یورپ کے ممالک یہودیوں کو مدد دینے کے لئے کچھ نہیں کر سکتے (!) اور ایک یہودی ریاست کے قیام کی ضرورت بتائی ہے۔

برطانیہ کو بس یہ ضرورت ہے کہ اسکا قبضہ قایم رہے اور ذمہ داری سب پر منقسم ہو جائے۔ وہ یہودیوں کے زیر اثر ہے لیکن کھلم کھلا عربوں کو اپنا دشمن بنانا نہیں چاہتا۔

اور اب گویا فلسطین کی آزادی کا سوال تو تفتیشی کمیٹی کے سامنے سرے سے ہی نہیں۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کمیٹی کے ممبر فلسطین کے معاملات کی کوئی دلچسپی نہیں رکھتے اور یہ بات خرچہ اندازی کی وجہ ہو سکتی تھی اگر یہ حقیقت نہ ہوتی کہ یہود و نصاریٰ رائے پر اثر ڈالنے کے زیادہ ذرایع رکھنے میں بہت عربوں کے۔

پھر تفتیشی کمیٹی کو جو کام سپرد کیا گیا ہے وہ ایک نہایت مشتبہ تحریر ہے کہ کمیشن خاص طور پر یہود، عیسائی اور مسلمانوں کے "مذہبی مفاد" کا خیال رکھے۔ معلوم نہیں اسکا سوائے اسکے مطلب کیا ہے کہ فلسطین میں جو نظام قایم کیا جائے اس نظام کو قبول کرنے کے لئے یہ یقین دلایا جائے کہ اس نظام کے ماتحت ہر شخص کا مذہب محفوظ ہوگا ہم آپ مذہب کے محفوظ ہونے کے معانی خوب سمجھتے ہیں۔

ان ہرکاروں کی چالوں پر ہم سب بالکل بجا طور پر ناراض ہیں۔ لیکن عربوں کو اس انجمن اقوام متحدہ سے زیادہ امید رکھنا ہی فضول تھا۔ اور اس سے زیادہ افسوسناک نتیجہ مصر کے معاملہ کا ہوگا اور اس کے خلاف ہندوستان کے حق میں ... انصاف کے علاوہ یہی بات ... کہ ہندوستان سے دوستی میں کثیر ملکی فائدہ ہے۔

لیکن کیا انجمن اقوام متحدہ، کے فیصلے واقعی آخری فیصلے ہیں ... ضرور نہیں ہیں ... انجمن یقیناً ... وہ یہود کی حدود ... نہیں ... اسی جذبہ کے ... کی تاریکی میں اپنی محنت اپنا راستہ بنائیں گے۔

... ساری دنیا میں نئی زندگی پھیل رہی ہے غلام قومیں آزاد ہو رہی ہیں اور فلسطین کے متعلق ابھی حالات ہی معلوم کئے جا رہے ہیں۔

آپ سے ایک التماس

پچھلے شمارہ میں ہمارا مقالہ "اپنے مخاطبوں سے" آپکی نظر سے گذرا ہوگا۔ اسی سلسلہ میں اس شمارہ کے ساتھ ایک گشتی مراسلہ ہم آپکی خدمت میں بھیج رہے ہیں اسکی خانہ پری کر کے ہمیں بھیج دیجئے جو خانہ بیکار ہوں (یعنی اس قسم کی معاونت آپ نہیں کر سکتے یا نہیں کرنی چاہتے) انکو کاٹ دیجئے۔ ہمیں آپکے عملی تعاون کی ضرورت ہے چاہے آپ کسی صورت میں اور کتنا ہی کم کر سکیں تو یہ بھی ضروری نہیں کہ آپ ہماری تحریک کے رکن بنیں۔ ہمارے پیش نظر تمام مسلمانوں کے مشترکہ مقصد (Common Cause) کا ہے انکا بھی جو ہماری تحریک میں شامل ہیں اور جو نہیں ہیں انکا بھی۔

ہم یہ مراسلہ اس امید کے ساتھ بھیج رہے ہیں کہ آپ ... اسکی خانہ پری کر کے بھیج دیجئے۔

ہم آپکے جواب کا انتظار کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

طاقت اور نیکی

(ایک سوال)

لیکن بے یقینی کی فضا میں بھی یقین کیسا عمل کرتا ہے، اور وہ ہو گا جو اس سے بھری ہوئی دنیا میں حق کے تقاضے پورے کرنے ہیں اسلام کی تعلیم کی روح کو زندگی کی حقیقتوں کے سانچے میں ڈھالنا ہے۔ سانچے روزمرہ کی زندگی میں نت نئے پیدا ہونے والے مسائل کو گہری نظر سے دیکھ کر صحیح طریقہ کار تلاش کرنا ہے اور اپنی قوم کی اسلام کی بنیادوں پر تنظیم کرنی ہے عوام میں حقیقی معنی میں بلند اخلاق پیدا کرنے ہیں کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ دیرپا انقلاب ناممکن ہے جب تک انسانی سیرت میں بنیادی تبدیلی نہ کی جائے جو صرف خدا پر ایمان لانے سے ہوتی ہے۔

آزادی ایک انعام ہے جو اچھے عمل اور نیتوں کا صلہ ہے جس سے جوہر زندگی نکھر جاتا ہے اور یہی چنگاری ہے جس کی روشنی میں انسان فلاح کا راستہ دیکھتا ہے اور غلامی ایک لعنت ہے جو برے کاموں کی سزا ہے اور اس کا داغ ذلت اور مسکنت کا داغ ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ جو قانون اٹل ہے اسی پر چلنے کا انعام فیروزمندی ہے اس میں انسانیت کی بقا کے لئے انتہائی صلاحیتیں ہیں نیز دنیا کی اندھیریوں میں یہ ایک مینارہ نور ہے جس کی روشنی میں آدمیت اپنا راستہ پا سکتی ہے۔

اسلام ہماری زندگی کا قانون ہے جب سے ہم نے رب کعبہ کے استوار نظام سے منہ موڑا ہے اسی وقت سے ہم پر ذلت مسلط کر دی گئی۔ اور کامل ایمان ہے کہ جب تک ہم اسی اٹل قانون پر کاربند نہ ہوں گے اس وقت تک فلاح نہیں پا سکتے جب تک ہم اپنے ایک ایک عمل ایک ایک بات سے اس بات کی شہادت نہ دیں گے کہ خدا سب کا حاکم ہے دنیا میں اسی کا سکہ دائمی ہے اس وقت تک سکون کی بشارت محال ہے جب تک نیت میں خلوص، ایمان میں استقامت اور اسوۂ کاملہ پر عمل نہ ہو کامیابی کی ہولناکیوں سے چھٹکارا محال ہے۔

ہم اسلام کو بزرگوں کی یادگار بنا کر نہیں بلکہ زندگی بنا کر قائم رکھیں گے۔

ایک کارکن لکھتے ہیں: "مسلمانوں کا اعتقاد ابھی خاکساری اصولوں پر پیدا نہیں ہوا۔ وہ نہیں سمجھتے کہ زندگی کی کشمکش میں ایمان اور اخلاق اور نیکی کی کیا قیمت ہے۔ [illegible] لیکن وہ یہ نہیں دیکھ سکتا کہ [illegible] نہیں سکتا ہے۔"

جواب: طاقت کی [illegible] اور [illegible] کی [illegible] اہمیت [illegible] نہیں جو بات آسانی سے [illegible] ہے [illegible] طاقت کو جمع کرنے [illegible] کو استعمال کرنے کے لئے اور اس کو قائم رکھنے کے لئے [illegible] ایمان اور بلند اخلاق کی ضرورت ہے۔ [illegible] بڑھانے اور قائم رکھنے کے لئے [illegible] ذریعوں میں سے ایک ذریعہ ہیں لیکن ایمان اور عمل ہماری زندگی کی [illegible] بن سکے [illegible] کی طرح ہیں۔

ایمان کے بغیر طاقت نہیں ہو سکتی [illegible] استعمال کیا جا سکتا ہے، بلند اخلاق کے بغیر طاقت قائم نہیں رہ سکتی۔ انتہائی طاقت حاصل کرنے کے بعد آج یورپ یہ محسوس کر رہا ہے کہ قیام کے لئے صرف طاقت ہی کافی نہیں ہے بلکہ [illegible] اور [illegible] کی بھی ضرورت ہے۔ جس نظام میں انسان کو محض طاقت کا پرزہ بنایا گیا وہی فنا ہوا۔ میں اس وقت ایمان اور اخلاق کی مطلق قیمت سے کوئی بحث نہیں کرتا، صرف اسباب پر زور دے رہا ہوں کہ زندگی کی کشمکش اور تصادم میں بھی ان صفات کی بہت بلند اہمیت ہے۔

لیکن اسلحہ اور مادی طاقت کے استعمال کی جو مخالفت کی جاتی ہے وہ بھی بالکل غلط اور فضول بات ہے، [illegible] اور [illegible] فرق ایک تیز ہتھیار تھا تو ہر قوم نے نئی اسلحہ کی جدوجہد میں وسعت کیا، اور یہ ہتھیار اسی قوم کی مخصوص ذہنیت اور تاریخ کے مطابق تھا۔ اب وہی قوم اس ہتھیار کو بے ضرورت سمجھ کر رد کر رہی ہے، یہ اہم بات نہیں ہے کہ اس فرق کو کس شخص نے جتایا اور مروج کیا اہم بات یہ ہے کہ ایک زمانہ میں کس طرح ہر قوم نے اسباب کو قبول کیا اور آج کس قدر تیزی کے ساتھ یہی بات کہ

جو اس بات کو نظرانداز کر کے محض نیکی اور فضول ہے۔

ہندوؤں نے تو طاقت اور نیکی کے اس فرق کو سمجھ کر اس طرح استعمال کیا لیکن افسوس ہے کہ مسلمان اس فرق کو [illegible] کی طرح استعمال کر رہے ہیں۔ [illegible] مسلمان ہو سکتے ہیں [illegible] چونکہ مسلمان نماز نہیں پڑھتے مسلمانوں پر یہ ہلاکت آئی۔ اب علاج یہ ہے کہ مسلمان پانچ وقت کی نماز پڑھنے لگیں، اور کچھ نہ کریں۔ سب بگڑی باتیں بن جائیں گی۔ انشاء اللہ ہے "کہ اچھے خاصے مسلمان یہ کہتے ہوئے ملیں گے مسلمان نماز پڑھیں قرآن شریف پڑھیں خدا کو خوش کریں، نماز اور روزوں سے خدا کے برگزیدہ بن جائیں پھر کیا خطرہ ہے آتش برق درہم کر کسی ایسی قوم کو مسلمان کر دے جو ایٹم کی طاقت کیا ملک کا ملک ریز (Cosmic ray) سے تسخیر کئے ہوئے ہو" کوئی کہیگا کہ مسلمان جیسے نیک بن جائیں انکے بعد تمام طاقت ان کے ملوانگی اور نیکی کا پروگرام ممکن ہے کہ ایک صدی تک پورا نہ ہو سکے دنیا کے [illegible] سے کہہ دو کہ رک جائیں زمانہ اپنی گردش کو ساکت کر دے کیونکہ مسلمان صحیح معنی میں سچے مسلمان بن رہے ہیں!! مسلمانوں پر جو تباہیاں آئی ہیں ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے "کہ یہ تباہیاں ہیں ہی اسوجہ سے کہ مسلمان مسلمان نہیں رہے، علاج یہ ہے کہ مسلمان مسلمان بن جائیں"

جہاں تک اس تشخیص و علاج کا تعلق ہے یہ بالکل درست ہے بلکہ افسوس اس کا مطلب محض سطحی اور رسمی نیکیاں قبول کر کے زندگی کی گہری حقیقتوں سے غافل ہونا ہے۔

یہ زندگی کی تلخ حقیقتوں سے گریز اسلام کا وطیرہ نہیں ہے۔ اسلام مردان کار کے لئے مذہب ہے، مخنث بازار کے لئے نہیں، اسلام میں فولادی شمشیریں اور گھوڑے بھی ہیں، جنگ و جدل بھی ہیں، چھاؤنیاں اور جنگ کی تیاریاں بھی ہیں اور نیکی اور بلند اخلاق بھی ہے، بلکہ جس طرح یہ سچ ہے کہ نیکی کے بغیر طاقت کو قیام نہیں اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ بغیر طاقت کے نیکی بے جان ہے۔

دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ نیکی اور طاقت کو ایک ہو کر یہ کس طرح جمع کیا جائے۔ اکثر لوگ طاقت سے کنارہ کش ہو کر نیکی کی طرف مائل ہوتے ہیں لیکن زندگی نے ان کے نظریوں کو مسترد کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زبان سے نیکی نیکی پکارتے رہے طاقت کے پیچ و خم میں ایسے گرفتار رہے کہ کچھ نہ سمجھ سکے کیا کیا جائے۔ کسی بات پر یقین اسوقت زیادہ بڑھ جاتا ہے جب لوگ اسباب کو عملی صورت میں دیکھتے ہیں یہ بات بھی ہمارے مشاہدہ میں آئی ہے کہ جہاں خاکسار تحریک ذرا پھیلی ہے وہیں طاقت اور نیکی کی بڑھتی ہوئی رو کو دیکھ کر حوصلہ اور ہمت میں بھی زیادتی ہوئی ہے اور خدا میں بھی یقین بڑھا ہے۔ یہ بات سچ ہے کہ خاکسار تحریک کا ابھی عشر عشیر بھی عمل میں نہیں آیا، اس میں بہت کچھ سطحیت اور نمائش بھی تھی، اس میں پھر ذاتی غرضیں بھی شامل ہو گئیں۔ اسی لئے ہماری یہ کوشش ہے کہ اس نام کے علاوہ بغیر اس نام اسلام کا تجربہ کیا جائے۔ اور پورا تجربہ یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں تجربہ کیا جائے یہ پریڈ صرف ایک علامت ہے، زندگی اور تنظیم اور حرکت اور مساوات کی۔ یہ پریڈ ہی تمام خاکسار تحریک ہرگز نہیں ہے۔ تحریک کی جڑیں بہت ہیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں ایک بات یقینی ہے، آج ہماری ترقی کی رفتار مدھم ہے لیکن اگر ہم نے استقلال سے اپنا کام جاری رکھا تو بہت جلد وہ دن آنے والا ہے کہ مسلمان اس حقیقت کو سمجھیں گے اور عمل کریں گے جس کو اسلام کہتے ہیں۔ زمانہ سب سے بڑا معلم ہے۔

الاصلاح کراچی [illegible] دی تھی [illegible] کا فرق ایک [illegible] سری [illegible] مسلمانوں کے [illegible] ایک [illegible] منظم جو [illegible]

(بقیہ صفحہ ۲ سے آگے)

ہجرت کی پالیسی؟ اگر یہ انتقال آبادی فطری طور پر واقع نہیں ہوتی بلکہ ایک پالیسی کے ماتحت عمل میں آتی ہے تو پاکستان کے ان علاقوں سے جہاں ہندو اکثریت میں ہیں وہ کیوں نکلنے لگے ہیں؟ کونسی طاقت یا کونسا انصاف ان کو مکان اور زمین خالی کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ پنجاب کو لیجئے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو سکھ جو ایک جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ رکھ دینا اتنا آسان بھی نہیں جس طرح مہرہ کا ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دینا ۔ انگریزوں سے ہندوستان کو خالی کروایا جا سکتا ہے۔ عربوں سے اسپین کو خالی کروایا جا سکتا ہے، ترکوں سے بلقان کو خالی کروایا جا سکتا ہے، لیکن ہندوستانی علاقوں کے رہنے والے مسلمان کہیں اور سے آکر یہاں آباد نہیں ہو گئے ہیں۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جو ہمیشہ سے یہیں رہتے چلے آئے ہیں۔ یہی علاقہ ہمیشہ ان کا وطن رہا ہے اور اس پر وہ فخر بھی کرتے ہیں۔ ان کے لئے وطن چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ انکی جڑیں اسی زمین میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس حقیقت کو یہ کہکر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ جناب! مسلمان کسی مقام کا پابند نہیں، ہجرت تو اسکا اصل حیات ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ باتیں اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہیں لیکن اس موقعہ پر یہ باتیں کرنا محض حماقت اور نادانی ہے۔ کچھ لوگ اپنا سرمایہ لیکر وہاں جا پہنچے جہاں سرمایہ کی کھپت ہے، لیکن ایسا خدا جانتا ہے اور بانی کے لئے کیا ہوگا۔ خود ان علاقوں کو اس قابل ہونے کے لئے کہ وہ اپنے مہمانوں کو مستقل جگہ دے سکیں ایک کثیر قرض کی ضرورت ہے جو کہیں نہ کہیں سے حاصل کرنا ہے۔

صوبائی تعصب؟؟ مسلمان تو ان آباد ہو سکتے ہیں جن علاقوں میں ترقی کی گنجائش ہے یا جن علاقوں کو ہندو اور سکھوں سے خالی کروایا جا سکتا ہے۔ ہندو اور سکھوں کو زبردستی ان کے اکثریتی علاقوں سے نکالنا نہ ممکن ہے نہ اچھی بات ہے، وہ علاقہ جن میں ابھی ترقی کی گنجائش ہے بہت زیادہ نہیں ہیں،

تو سوال یہ ہے کہ جب وہاں آبادی اتنی ہو جائیگی جتنی وہ علاقہ برداشت کر سکتا ہے اور کثرت آبادی سے لوگوں کا آسودگی کا خط ایک حد تک اوپر جانے کے بعد نیچے مڑنا شروع ہو جائے تو کیا اس وقت صوبائی اور غیر صوبائی، ملکی اور غیر ملکی کا سوال پیدا نہ ہوگا۔ انصار اور مہاجر کے تعلقات کیسے رہیں گے۔ کشمکش حیات آج اسقدر تیز ہے کہ انسان اس کشمکش میں اپنا فائدہ اٹھانے کے لئے ہر ہتھیار کو استعمال کر لیتا ہے، اگر مذہب سے کام چلے تو مذہب کو، اور ملک و نسل سے کام چلے تو ملک و نسل کو۔

کیا کرنا ہے؟

یہ چند سوال ہیں جو موجودہ حالات کے پیش نظر دماغ میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ وقت انتہائی فیصلہ کن ہے۔ اسوقت وقتی اثرات سے بلند ہو کر اور وقتی جذبات سے دور ہو کر اپنا راستہ دیکھنا ہے۔ مسلمان قوم خلافت کے زمانے میں بھی بہت سی غلطیاں کر چکی ہے۔ اگر اس موقعہ پر ہم نے غلطیاں کیں تو وہ بہت مہنگی پڑیگی کیونکہ اب ہماری طاقت اور ذمہ داریاں زیادہ ہیں۔ پاکستان کا بننا، ایک ایسے ملک کا وجود میں آنا جہاں مسلمان اپنی مرضی کی زندگی بسر کر سکے، بڑی مبارک بات ہے، لیکن اس ذمہ داری کو اچھی طرح محسوس کرنا ہے۔ یہ تو نہ کریں کہ ایک ہڑبونگ میں اپنی قسمت کا فیصلہ کر ڈالیں۔

(۱) اکثریتی علاقوں کے مسلمانوں کو تو اپنی ذمہ داری اور بھی اچھی طرح سمجھنی ہے، وہ یہ کہ آج اسلام کا امتحان ہو رہا ہے، اور ان کے عمل پر ہی یہ منحصر ہے کہ آئندہ اسلام ایک زندہ نظریہ اور طریق حیات کے طور پر رہیگا یا نہیں۔ سوشلزم سوشلزم کی رٹ لگاتے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، اب تو یہ دکھانا ہے کہ اسلام کے پاس خود مسلمانوں کے لئے اور غیر مسلموں کے لئے کیا کیا تحفہ ہے۔ اقلیتی مسلمانوں کے سوال کو چھوڑو، خود اکثریتی علاقہ کے مسلمانوں کے لئے یہ سوال

زندگی اور موت کا سوال ہے عروج اور زوال کا سوال ہے۔ دوسروں کے خلاف اور اپنے حق میں بے انصافی کر کے یا کسی پر ظلم کر کے اپنا بھلا کرنے کی امید رکھنا خیال خام ہے خواہ ایسی امید یں ہندو رکھیں یا مسلمان۔ فیاضی اور رواداری طاقت کا زیور ہی نہیں ہے بلکہ طاقت کی ضمانت بھی ہے۔

۲۔ اقلیتی علاقوں کے مسلمانوں کو اپنے اوپر اور اپنے خدا کے اوپر بھروسہ کر کے رہنا ہے۔ تنظیم اور نیکی سے رہنا ہے، اگر اقلیتی علاقوں کے مسلمان ارادہ کریں تو یہ بات بہت مشکل بھی نہیں ہے۔ اب تک وہ اسی طرح رہتے چلے آئے ہیں۔ یہ امید رکھنا کہ ان کی مدد کے لئے سرحد سے پٹھان آجائیں گے جو مظالم ان پر کئے جا رہے ہیں اسکا کسی اور علاقہ میں انتقام لے لیا جائے غلط بھی اور غیر مفید بھی ہے، ہمیں دل میں کمزوری پیدا کرنے والے تمام خیالات کو اپنے دل سے دور رکھ کر مضبوطی سے قدم جمانے ہیں۔

(۳) انتقال آبادی کے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ یہ سوال ابھی سیاست کی بحثوں میں بہت اہم ہے لیکن اس سوال کے متعلق ایک کارآمد عملی رویہ ہے، انتقال آبادی ہو یا نہ ہو، ہم کو یہ بات طے کر لی ہے کہ اگر کوئی شخص یہاں سے جائے تو وہ بھاگ کر نہ جائے بلکہ اپنے اختیار اور ارادہ سے جائے۔ اور اس کے لئے ہمیں اپنے اندازوں میں یہی فرض کرنا ہے گویا ہمیں یہاں سے کہیں جانا نہیں ہے۔ دیکھو اگر فرض کرو ہم نے اپنی زندگی کی

تدبیریں یہ سوچ کر کیں کہ ہمیں یہیں رہنا ہے اور طاقت اور نیکی کے ساتھ رہنا ہے اور پھر کسی آزاد فیصلہ کے مطابق ہم میں سے کچھ اور کہیں چلے بھی گئے، تو کوئی برائی نہیں، لیکن اگر ہم نے یہ سوچ کر کہ اب ہمیں تو یہاں سے جانا ہی ہے کوئی انتظام یا تدبیر نہ کی اور فرض کرو کہ کسی وجہ سے کہیں جانا نہ ہو سکا تو کسقدر بری بات ہوگی۔ اس اندازہ اور ارادہ سے کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا کہ ہم یہیں عزت اور طاقت اور نیکی سے رہیں گے، دوسری صورت میں نقصان ہونے کا قوی امکان ہے۔

(۴) غریب آدمیوں کو ایک اور بات بھی یاد رکھنی ہے، وہ عموماً سمجھتے ہیں کہ مالدار آدمیوں کی سرپرستی سے ان کو فائدہ پہونچتا ہے، اب انکو یہ سمجھنا ہے کہ وہ بغیر مالدار آدمیوں کے رہ سکتے ہیں مالدار آدمی بغیر انکے نہیں رہ سکتے۔ اپنے کو خود اعتمادی اور ہمت کیساتھ رہنا ہے۔

(۵) اور ہندوستان کے دو حصے ہو جائیں یا تین یا تین سو مسلمانوں کو یہ بھی یاد رکھنا ہے کہ وہ ایک ملت ہیں ملت کی بنیادوں کو استوار رکھنا ہے اور قومیت کی کشمکش میں اس زبردست نعمت کو اپنے ہاتھ سے نہیں کھونا ہے۔ کیونکہ اسی نعمت کے ذریعہ تو اس کشمکش سے نجات ممکن ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱ سے آگے)

تب تو تھوڑی بہت آزادی بھی حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ لیکن [illegible] سرمایہ داروں کی ماتحتی [illegible] ہوتی۔

انڈونیشیا ہو یا دوسرے اسلامی اور ایشیائی ممالک [illegible] معاشی محرومیں بر حق۔ لیکن انکے پورے [illegible] کا طریقہ یہ نہیں ہے جو [illegible] صاحب اقتدار طبقہ اختیار کر [illegible] لی ہوئی۔ اگر اس طرح کہ پچھلے [illegible] سیاسی اور معاشی اقتدار عوام کے سپرد کر دیا جائے، اور انکے [illegible] کی [illegible] وہ [illegible]۔ [illegible] انکے [illegible] اپنے معاشی مفادات کی حفاظت کر سکیں [illegible] ایشیا کا معاشی نظام ایسا نہیں ہوا چاہیے کہ محنت کش طبقے اپنے آپ کو محض اجرت پر کام [illegible] مزدور سمجھیں بلکہ انہیں یہ احساس [illegible] ہو [illegible] خود ان سب چیزوں کے مالک ہیں [illegible] اور خود اپنے لئے کام کر رہے ہیں [illegible] محنت کش [illegible] میں کوئی فرق نہیں [illegible] اُن ملکوں میں [illegible] ذلیل حالت میں ہونا بڑی شرمناک [illegible] جہاں مذہب ہر چیز کو خدا کی ملکیت بتاتا ہے۔ اگر اسلامی ممالک کی باگ ڈور اور مسلم عوام کی قسمتیں اسی طرح چند مخصوص طبقوں کے ہاتھ میں رہیں تو نہ تو اسلامی ممالک صحیح معنی میں آزاد ہو سکتے ہیں اور نہ اُس نئے اسلامی انقلاب کی تکمیل ہو سکتی ہے جسکے آثار ہمارے زمانے میں نظر آ رہے ہیں۔ بلکہ وہ حلقے جو اسلامی حیات ثانیہ سے ڈر رہے ہیں اور اسے اپنا رقیب سمجھتے ہیں ہم پر یہ طعنے دے رہے ہیں کہ "بین الاقوامی اسلامیت" کا خیال اور ایسی تحریکیں صرف متوسط طبقے تک محدود ہیں اور انکے ذریعے اس طبقے کے لوگ اپنا الّو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ [illegible] زندگی مسلم عوام کے دلوں میں [illegible] شدت سے ابل رہی ہے۔ مگر اس کے باوجود اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس طعنے میں بھی کچھ صداقت، ورنہ کم سے کم ایک تنبیہ [illegible] ہے۔ اسلامی انقلاب ہو یا کوئی اور انقلاب صرف متوسط طبقے کے بل بوتے پر کبھی کامیاب ہوا [illegible] نہ ہو سکتا۔ اسلامی انقلاب اور اسلامی ممالک کی آزادی اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ مسلم عوام اور مسلمان محنت کش طبقے ہر شعبہ میں برابر کے شریک نہ ہوں، اور ملک کی آزادی کے ساتھ ساتھ عوام کی بھی آزادی نہ ہو۔

وائسرائے کا کیا منصوبہ ہے؟

دو تین دن میں وائسرائے ہندوستان کے رہنماؤں کو بلا کر اپنے منصوبہ کا اعلان کرنے والے ہیں۔ مختلف رایوں کا اظہار ہو رہا ہے۔ اور کوئی ٹھوس بات جس پر ہندوستانی آپس میں مل سکیں یا [illegible] منصوبہ سے ظاہر ہونے والی ہے۔

(۱) اب کیا [illegible] طاقت کو ہندوستانیوں کے ہاتھ میں سپرد کرنے کا جو طریقہ تجویز کیا گیا تھا اس میں تو کسی قسم کا اختلاف کسی کو نہیں ہے۔ لیکن [illegible] کہ یہ اعلان جو کیا جائیگا اسکی کیا اہمیت ہوگی۔ آیا وائسرائے [illegible] بات کہہ رہے ہیں (جیسی کہ آخری [illegible] ۲۲ مئی کا منصوبہ ہے؟) اور پھر دیکھیں گے کہ مختلف حلقوں میں اسکا کیا رد عمل ہو رہا ہے، یا ایک بات کہہ کر [illegible] ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آخری فیصلہ ہندوستانی لیڈروں کے ہاتھ میں ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے [illegible] اپنی ذمہ داری سے اچھی طرح واقف ہے۔ اور انگریز ایک بڑی ہونگ کہا [illegible] ہندوستان سے رخصت نہیں ہونگے مگر جون [illegible] تک رخصت ضرور ہو جائینگے۔ سوال [illegible] کہ اگر انگریز اپنے فیصلہ کو [illegible] منوا [illegible] تو اقتدار [illegible] انکے اندر [illegible] یا نہیں۔

(۲) یہ بات بھی صاف ظاہر ہے کہ برطانوی حلقوں میں ہندوستان کے متعلق جن تجاویز پر غور کیا گیا ہے، وہ محض اسی نقطۂ نظر سے غور نہیں کیا گیا ہے کہ ہندوستان کے حق میں کیا تجاویز مفید ہونگی بلکہ اس نقطۂ نظر سے بھی کہ برطانیہ کے حق میں کیا بات مفید ہوگی۔ وائسرائے کی ہندوستان سے انگلستان جانے کے متعلق جو کمیونک شائع ہوا تھا اس میں بھی یہ اشارہ موجود تھا کہ زیر غور تجاویز برطانوی دول مشترکہ اور تمام دنیا کے نقطۂ نظر سے بھی بہت اہم ہیں۔ نیویارک کے ایک اخبار نیویارک ٹائمز نے ہندوستان کی حالت کا جائزہ صحیح یا غلط [illegible] ٹائمز کی رائے ہندوستان کے تمام فریق چاہتے ہیں کہ ہندوستان اور برطانیہ میں باہمی دفاع کے لئے ایک عہد نامہ ہو جائے جسکی رو سے ہندوستان کی حفاظت کی ضمانت انگریزی بحری اور ہوائی بیڑا لے لے۔ موجودہ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان اور برطانیہ کے تجارتی تعلقات ایسے ہی استوار رہیں گے جیسے رہتے آئے ہیں۔ برطانیہ کی مزدور حکومت کی [illegible] اپنی سلطنت سے دستبردار ہونیکی پالیسی نے اس سلطنت کی روح کو قائم رکھا ہے۔

(۳) اب ہندوستان کے مستقبل کے متعلق کئی منصوبے ہو سکتے ہیں۔

(الف) ۱۶ مئی کے اعلان کو قائم رکھا جائے۔ اور تفصیلات میں جو کچھ اختلافات ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

(ب) ہندوستان کی تقسیم کی جائے اور [illegible] صوبہ پنجاب اور صوبہ بنگال کی بھی۔

(ج) شمال مغرب میں ایک دم بریدہ پاکستان دیدیا جائے اور بنگال [illegible] ایک آزاد اور خود مختار ریاست بنانے پر غور کیا جائے۔

(د) ممکن ہے کہ سرحد کے پٹھانوں کی ایک خود مختار ریاست بنائے جانے پر بھی غور کیا جائے اور ان کو استصواب کا حق دیا جائے کہ وہ ہندوستان کے کسی حصہ کے ساتھ مل جائیں۔

ان باتوں کے لئے اکثر علاقوں میں رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے بھی کوئی مشین قائم کرنیکی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ یہ بات کہ ریاستوں کا رویہ کیا رہیگا، تقسیم ہند کی صورت میں وہ علیحدہ ہونگی یا حسب خواہش ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ ملینگی کچھ معلوم نہیں۔

(۴) ان تمام مختلف تجویزوں میں سے کسی کی صورت میں ملک کے منقسم ہونیکا امکان باقی ہے۔ اور سوال فوج کے دو حصے ہونیکا بھی درپیش ہے۔ سیاسی مبصر تو کہتے ہیں کہ حقیقت میں برطانیہ کے لئے اہم سوال بھی دفاع کا مسئلہ ہے۔ اسی دفاع کے مسئلہ کی برطانوی دول مشترکہ اور تمام عالم کے نقطۂ نظر سے اہمیت ہے۔ ہندوستان میں دو قومیں ہونیکی صورت میں دفاع کی صورت کیا ہوگی اور اس مسئلہ میں جو [illegible] بہت مشکل ہے کیونکہ [illegible] یہ خطرہ [illegible] ہندوستان کے [illegible] دوسری [illegible] مرکز ہو جائے۔

(۵) اور تقسیم ہو یا نہ ہو جانتک سوال ہے مسٹر محمد علی جناح کا، [illegible] ۱۶ مئی ۱۹۴۶ کے بعد انہوں نے کچھ شرائط سے ہندوستانی ایک متحدہ حکومت قبول کر لی تھی۔ لیکن کانگریس اور مسلم لیگ تفصیلات پر متفق نہ ہو سکیں اور اب حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ محترم محمد علی جناح اپنا سو فیصدی پاکستان کا مطالبہ پیش کر رہے ہیں۔ ادھر کانگریس اسبات پر مصر ہے کہ اگر ہندوستان کی تقسیم ہوئی تو اسکا منطقی نتیجہ پنجاب اور بنگال کی تقسیم بھی ہوگی ورنہ پاکستان بھی قائم نہیں ہو سکتا۔

(۶) یہ تو پوزیشن ہوئی بڑے لیڈروں کی۔ اب دیکھئے کہ کانگریس کے اندر عدم تشدد [illegible] کا [illegible] گاندھی کے علاوہ کوئی نام لینے والا بھی نہیں۔ تمام عدم تشدد والے اسکے قصیدہ خواں [illegible] اور [illegible] تشدد کی ضرورت پیدا [illegible] ہیں۔ [illegible] کانگریس کے اندر بہت سی جماعتیں نظر آتی ہیں [illegible] تلبیل [illegible] جو کانگریس میں تمام ہندوستانیوں کی بہتری کی خاطر [illegible] سے شامل ہیں۔ [illegible] جماعتیں بھی ہیں جو [illegible] وہ سوشلسٹ اپنے آپکو کہتے ہوں یا مہاسبھائی ذہنیت رکھتے ہوں اس جماعت کہلاتے ہیں جس میں مسلمانوں کی ایک اکثریت شامل ہو۔ اور سیاسی گتھیوں کو زور سے سلجھانے کے لئے تیار رہیں۔

ادھر مسلم لیگ کے نعرہ پاکستان اور محترم محمد علی جناح کے اندر تو سبکا یقین ہو لیکن ایسے بہت کم افراد ہیں جنھوں نے یہ غور کیا ہو کہ پاکستان کیا ہو گا اور واقعی ہوں کہ ہمارا فائدہ کیا چاہتا ہے۔ کیا ایک کمزور مرکز ہوتے ہوئے بھی پاکستان ہو سکتا ہے؟ کیا تبادلۂ آبادی ممکن ہے اور ممکن ہے تو کس حد تک؟ [illegible] انتقال آبادی مناسب ہے تو کیا وہ خود بھی اسکے لئے تیار ہیں؟ اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں پر پاکستان کا کیا اثر پڑیگا؟ پاکستانی صوبوں کے مسلمان اپنے سامنے کیا نصب العین رکھتے ہیں؟ اسلامی حکومت یا سوشلزم جسے کہتے ہیں؟ پاکستان کے مقصد کی موجودگی میں بنگال کی متحدہ آزاد ریاست کا مطالبہ کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا یہ محض ان کمیونسٹوں کی صدا ہے جو لیگ میں شامل ہو گئے ہیں؟ جو علاقائی تعصبات کس حد تک موجود ہیں، کیا اخوت اسلامی کا جذبہ خود غرضیوں پر غالب آ جائیگا؟

لیکن اس تمام ابہام کے باوجود مسلمان [illegible] آئندہ واقعات کے منتظر ہیں جہاں سے بہت صورتیں [illegible] نجات ناممکن ہے۔ ص

ص۔ ایسے حالات کی تصویر معلوم نہیں کہ اب ۲ جون کے اعلان کے بعد واقعات کیا کروٹ لیں۔ کشمکش کی کیا صورت پیدا ہو جائے ایک تو سیاست کی منطق ہوتی ہے [illegible] واقعات کی منطق ہوتی ہے [illegible] سیاسیات [illegible]

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲۲

الامین

ہفتہ وار

ادارہ الامین کا دوسرا اجلاس

- مسلم عوام کی انقلابی حرکت کا آغاز
- ملی زندگی کے مسائل، ایمان اور عمل کی ضرورت۔
- ہم طبقوں اور گروہوں کا نہیں امت کا غلبہ چاہتے ہیں۔

اعلان کے مطابق ادارۂ الامین کا دوسرا اجلاس ۸ و ۹ اپریل کو علیگڑھ میں ہوا۔ سندھ، بلوچستان، پنجاب، یو۔ پی اور بہار کے اکثر ارکان شریک ہوئے۔ کچھ لوگ موجودہ فسادات کی وجہ سے نہ آسکے۔

ہم سب ایک عرصہ سے ساتھ کام کرتے چلے آئے ہیں، اور اسلئے نہ صرف یہ کہ ہمارے پیش نظر مقصد ایک ہے بلکہ بہت حد تک ذہنی اور اخلاقی یگانگت بھی موجود ہے۔ اسلئے شدید اختلاف کے باوجود ہمارے اجتماع میں جو فیصلے ہوئے وہ سب متفقہ فیصلے ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ لوگوں میں اختلافات زیادہ تر اسلئے نہیں ہوتے کہ ان کی رائیں مختلف ہوتی ہیں بلکہ اسلئے ہوتے ہیں کہ ان کے مفاد مختلف ہوتے ہیں۔ اگر مقصد ایک ہی ہو اور نیت صاف ہو تو پھر کسی طریق کار پر اتفاق ہونا لازمی ہے۔ ایسی صورت میں رائے کا اختلاف بھی رحمت بن جاتا ہے کیونکہ اس اختلاف کی وجہ سے وہ طریق کار جس پر آخر اتفاق ہوتا ہے زیادہ صحیح اور متوازن ہوتا ہے۔ خدا ہر انسانی جماعت کو اس اتحاد اور اتفاق سے بچائے جو ذہن اور ضمیر کی آزادی کھو کر حاصل ہوتا ہے، نیز اس اختلاف رائے سے بچائے جس میں مختلف مفاد [illegible] کا جامہ پہنکر ایک دوسرے سے ٹکراتے رہتے ہیں۔

[illegible] ہر زمانے میں اپنے ذاتی کاروبار کے تنگ دائرہ سے نکلکر پبلک میں کام کرنا شروع کیا ہے — اور اس قدم کو اٹھائے ہوئے ایک عرصہ ہوچکا — اسی روز سے یہ یقین ہمارے ذہن اور عمل میں کارفرما ہے کہ مسلمان ایک مخصوص ملت ہیں۔ خاکسار تحریک کے بنیادی اصول [illegible] اس مقصد کی خاطر ایک کوشش ہے کہ مسلمانوں میں اسلامی کیریکٹر پیدا ہو۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک فرد اپنے اخلاق کو مٹا کر نہیں بلکہ اسکو زندہ کرکے ہی انسانیت کی بہترین خدمت کرسکتا ہے۔

(۲) جہاں مسلمانوں کو ایک مخصوص ملت ماننے کا منطقی نتیجہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں میں اسلامی اخلاق رائج ہو وہاں ہمارا یہ بھی یقین ہے کہ اسلام کے علاوہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ جو قوم یا ملت زمانہ کی رفتار کا ساتھ ساتھ ترقی نہیں کرتی اور دوسری قوموں سے اپنے تعلقات منقطع کرلیتی ہے اسمیں زندگی کے لوچ کی بجائے موت کی سختی پیدا ہوجاتی ہے

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آج تک کوئی قوم دوسروں کا سہارا لیکر یا بالکل دوسروں کے زیر اثر رہکر اور ان کے عقائد کو اپنا ایمان بناکر اور انکے طریق کو اپنا مذہب بناکر کسی عزت کے مقام تک نہیں پہونچ سکی۔ زندگی کے لئے خود مختاری ضروری ہے، اپنے ماحول سے غذا حاصل کرنیکی صلاحیت ضروری ہے لیکن ریڑھ کی ہڈی میں سختی کی بھی ضرورت ہے۔ تعصبات بری لعنت ہے لیکن عصبیت زندگی کی بنیاد ہے۔ ہر ملت کو اپنی زندگی خود پیدا کرنی ہوتی ہے۔ یہ زندگی کسی دوسری قوم سے مستعار نہیں لیجا سکتی۔

۳۔ ہم اس بات میں بھی متفق ہیں کہ اسلام کچھ عقائد یا تصورات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اسلام ایک نظام زندگی اور ایک انقلاب کی حیثیت سے دنیا میں پھیلا۔ اسلام میں لوگ اسلئے شریک نہیں ہوتے تھے کہ فلسفیانہ اعتبار سے ان کو اسلام کے کچھ عقائد پسند تھے، بلکہ وہ اپنی آنکھ سے ایک ایسا بڑھتا ہوا، پھیلتا ہوا نظام زندگی دیکھتے تھے جس میں اخوت، انصاف، طاقت اور نیکی کی عالم انگیز طاقتیں کام کر رہی تھیں۔ اسلام ایک مستقل انقلاب ہے جو ہر قوم کو ہر منزل پر آگے آنے والی منزل کا نشان دیتا ہے۔ اسی انقلاب کو پھیلانا، زندگی کے ایک ایک شعبہ میں پھیلانا، ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

۴۔ اور اس انقلاب کو پھیلانیکے لئے ہم سب نے اپنی زندگیاں وقف کرنیکا تہیہ کیا ہے، ہم خوش ہیں کہ ہم اپنا نام مٹاکر خدا کے نام کو بلند کریں۔ ہماری ہڈیوں کے اوپر اسلام کی تعمیر قائم ہو، اس سے بڑھکر قابل فخر بات اور کوئی نہیں ہوسکتی، اس سے بڑھکر عزت اور انعام میں نہیں آسکتا، افسوس یہ ہے کہ ہماری قوم میں لیڈروں کی بہتات ہے لیکن کارکنوں کی قلت ہے۔ جس قوم میں کہنے والے بہت سے ہوں، اور کرنیوالے کم ہوں، جس قوم میں ہر شخص عمارت کا گنبد بننا چاہے لیکن خاک میں چھپا ہوا گمنام سنگ بنیاد بننے کی تڑپ بہت کم ہو اس قوم کی عمارت کیسے کھڑی ہوسکتی ہے۔ شہرت کے طلبگاروں کو مبارک ہو، ہمیں تو اپنے خدا سے انعام کی امید ہے۔ آخر زندگی اور زندگی کا ماحصل ہے ہی کیا؟

بلند و پاکیزہ چند جذبے • عمل کی دو چار منزلیں طے
میرے رفیقو! سوا اسکے • نہیں ہے کچھ زندگی کا حاصل

یہ ایمان و یقین، یہ تمنا و مقصد ہماری مشترک اساس ہے ہماری جماعت کی روح ہے، ہماری تمام کوششیں اور تمام جد وجہد اسی ایک تڑپ کا نتیجہ ہیں، یہی ایک عشق اور جنون ہے جو ہماری زندگی کا سرمایہ ہے۔ ۲۰ / ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو ادارہ الامین کا قیام عمل میں آیا، ایک عرصہ سے جریدۂ "الامین" انتہائی مخالفت کے باوجود قوم میں ایک انقلابی مواد پیدا کر رہا تھا۔ ان مخالفتوں کو گنانا عبث ہے۔ جو کچھ ہوا، ہم مشکلوں میں ہنس دیتے ہیں، مخالفتوں کا تحمل اور بلند اخلاقی سے مقابلہ کرتے ہیں، ان سے اپنی پیٹھ موڑ لیتے ہیں اور منزل کی طرف منہ کرکے اپنا راستہ چلتے رہتے ہیں۔ اب تو وہ تمام باتیں ماضی کی داستان معلوم ہوتی ہیں، نگاہ کے سامنے نئے میدان ہیں، حوصلہ آزمائی کے لئے نئے پہاڑ ہیں، دل میں نئے ولولے ہیں اور خدا ہمارے ساتھ ہے۔

ہاں تو ۲۰ / ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو پہلا قدم اٹھایا گیا کہ مخالفتوں کے مقابلہ اپنی پوزیشن کو مضبوط کیا جائے اور جو انقلابی مواد تیار ہوا ہے اسکی تشکیل کی جائے، تاکہ کام آگے بڑھے۔ اس عرصہ میں کارکنوں کی کمی اور وسائل کے فقدان کے باوجود ہم نے اپنی ہستی کو برقرار رکھا، یہ بات کوئی بڑا شاندار کارنامہ تو نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی حالات کو دیکھتے ہوئے بہت کچھ ہے۔ اس عرصہ میں جن جن علاقوں میں ہم اپنا کام پھیلا سکتے تھے وہاں اپنا کام بھی پھیلایا۔ میرٹھ، بلند شہر اور علیگڈھ میں کچھ برا بھلا کام ہوا لیکن ہماری آواز دور دور تک پہونچ گئی اور چند بہت قابل قدر رفیقوں کو کھینچ لائی۔

۸ / اپریل کو علیگڈھ میں پھر سے پرانے رفیق مل بیٹھے، اپنی ہمتوں کو تولا، اپنے کام کا جائزہ لیا، اور آئندہ کے لئے کچھ فیصلے کئے، خدا ان فیصلوں سے عمل کے چشمے جاری کردیگا۔

یہ کسقدر مبارک بات ہے کہ ہماری جماعت میں ایک زندگی ہے اور ضمیر ہے، ہم اپنے خدا اور اپنے مقصد کی طرف دیکھتے ہیں، فرد پرستی یا شخصیت پرستی سے کوسوں دور ہیں۔ خدا ہماری جماعت کو انسانی جماعتوں کی اس عام کمزوری سے دور رکھے۔

یہ کسقدر مبارک بات ہے کہ بچھڑے ہوئے رفیق مل رہے ہیں۔ اصلاح اس طرح ہو رہی ہے کہ فساد کا شائبہ نہ پیدا ہونے پائے، اتحاد اس طرح پیدا ہو رہا ہے کہ انتشار کا کوئی موقعہ نہ نکلے۔

یہ کسقدر مبارک بات ہے کہ آج مسلمان ملت میں اصلاح اور انقلاب کی ایک عام تڑپ موجود ہے۔ ہم نے اپنے تجربہ سے یہ بات دیکھی کہ عامۃ المسلمین خاکسار تحریک کے اصولوں سے برگشتہ خاطر نہیں ہیں، نہ ان اصولوں سے وہ برگشتہ ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ یہ اصول قرآن حکیم سے مستنبط ہیں جن کو جذباتی

طور پر یا یقینی طور پر، یہ ہر نوع ہر مسلمان اپنی زندگی کی اساس سمجھتا ہے
ہاں خاکسار جماعت کی پچھلے چند سالوں کی بے راہ روی سے اور بے
اصولی پالیسی سے مسلمان متنفر ضرور ہیں۔ ادارۂ الامین کے قیام
کے وقت اسی تلخ حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔

"افسوس انسان کی بنیاد کسقدر ضعیف ہے۔ نیک اور بلند مقصد
کی خاطر ایک جماعت بنتی ہے، پھر وہ نیک اور بلند مقصد نظر انداز
ہو جاتا ہے۔ اور جماعت ایک فرقہ بنکر رہجاتی ہے۔ اصلاح کے نام
پر فساد شروع ہو جاتا ہے۔ زندگی کی لہریں آگے بڑھنے سے
رک جاتی ہیں۔ اسی محدود دائرے میں جمود پیدا ہوتا ہے پھر
غافل آدمی اسی کو حرکت سمجھتا ہے۔ حق پرستی کی جگہ اکثر فرقہ
پرستی بلکہ بت پرستی لے لیتی ہے۔"

کسقدر تکلیف دہ بات ہے کہ کسی شخص کے دل میں اپنے بھائیوں کی
خدمت کرنے کی تڑپ موجود ہو۔ ایک بھائی بھی اس خدمت کو قبول
کرنے کیلئے اپنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے ہوں۔ لیکن بیچ میں ایک دیوار
حائل ہو، ایک رکاوٹ ہو، کوئی ٹھوس دیوار یا رکاوٹ نہیں بلکہ
محض شک اور شبہ اور بدگمانی کی دیوار۔ یہ دیوار گرے گی۔ اور
انشاء اللہ ضرور گرے گی، اور ہم اسکو گرا دینگے، تاکہ سینے کشادہ ہوں
اور ہاتھ مضبوط ہوں، ہاتھ ہاتھ کو پکڑے، سینے سینوں سے ملیں،
محبت کی لہریں پیدا ہوں اور عمل کے دریا امنڈ آئیں۔

کسقدر مبارک بات ہے کہ شکست خوردگی کی تاریکی چھٹ رہی ہے
اور امید کا روشن منارہ ہمارے سامنے ہے۔ اب ہماری پوزیشن
آسمیں بھی اور ملکی زندگی میں بھی زیادہ مضبوط ہے۔ ہم آگے ہی
کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ پیچھے سے پکڑنے والی طاقتیں ختم ہو گئیں
کیونکہ ان میں خود آگے بڑھنے کی سکت نہیں [illegible]
[illegible] کام کا وقت آرہا ہے [illegible]
فتح [illegible] نصر من اللہ و فتح قریب [illegible]

ہمارا مقصد

غلبہ اسلام

ملت کے مستقبل کا سوال

"اسلامی انقلاب زندہ باد"

قوموں کے عروج اور زوال کا عبرتناک کھیل ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا
ہے۔ عالم انسانیت میں یونہی ایام ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ کتنی بڑی بڑی
قومیں تھیں جو تاریخ کے منظر پر آئیں۔ بڑھیں اور پھیلیں، طاقت اور
دولت اور عزت کی مالک بنیں اور ختم ہو گئیں، آج تم انکے کھنڈرات
میں جاؤ تو وہاں کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ انکے نام تاریخ میں
باقی رہ گئے، انکے نشان آئندہ آنے والی امتوں کے لئے ایک عبرت
بنگئے۔ ان کی نیکی دنیا کے ورثہ میں باقی رہگئی۔ وہ خود مٹ گئیں اور
وقت کا قافلہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اسلام نے اس موت اور ہلاکت کے
چکر سے نجات پانے کی واحد سبیل بتائی اور ملت کو قیام اور دوام،
وراثت اور استخلاف کا راز بتایا، اس ملت میں نئی نسلیں اور نئی قومیں
آکر ضم ہوتی رہیں، اور نئی نئی صورتوں سے یہ ملت پھیلتی رہی۔
یہ ایک زندہ یقین، ایک پختہ ارادہ، ایک بلند مقصد اور
مضبوط اخلاق و عمل ہی اسکی زندگی کی ضمانت ہے۔ لاریب
خدا حی و قیوم ہے۔ یہ ملت بھی ہمیشہ زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے
والی ہے۔ خدا موت میں سے زندگی اور زندگی میں سے
موت نکالنے والا ہے۔ یہ ملت بھی مر مر کر زندہ ہونے والی ہے۔

[illegible] صدیوں کے قریب ہوئے کہ اسلامی ملت پر زندگی کی نئی
[illegible] نہیں ہیں [illegible] زندہ چیزیں جیسا
بڑھتے بڑھتے رک جاتی ہیں تو وہ گھٹنے لگتی ہیں۔ یہ ملت بھی
اپنی داخلی کمزوریوں کی وجہ سے خارجی اثرات کا مقابلہ نہ کر سکی اور
دنیا میں اپنا استقامت اور عزت کھو بیٹھی۔

[illegible] ملت اسلامیہ [illegible] کی طاقت اور ترقی
سے محروم ہو گئی [illegible] ادارے الامین قائم [illegible]
کرنا [illegible] زندگی پیدا ہو جائے۔ [illegible]
[illegible] ان سے [illegible] ہوئی لیکن [illegible] زندگی پیدا

نہ ہوئی کہ خود ہندوستان میں ایمان اور عمل کو چھوڑ کر ہم تعداد کے
بتوں کو پوجنے لگے۔ دنیا میں اس قدر تغیرات دیکھی گئی ہے کہ ایک قوم
محض اپنے زندگی کی کشمکش میں پیچھے رہ جائے کہ اسکی تعداد کسی دوسری
قوم سے کم ہے۔ جب سے مسلمانوں نے ایمان اور عمل کا راستہ
بنانے والے خدا سے اپنا رشتہ توڑا اور ڈیماکراسی کے نام پر
تعداد کے بت کی پرستش کرنے لگے تب ہی سے وہ حیرانی
اور سرگردانی میں مبتلا ہو گئے۔ نشستوں کا تعین،
حقوق کا تحفظ، جداگانہ انتخابات، پاکستان،
اسکے راستے میں رکاوٹیں، غرض ہزار
تدبیریں اور ہزار محرومیاں اسی ایک
پرستش سے حاصل ہوئیں۔
آج خطرہ یہ ہے کہ اگر مسلمانوں
میں اسلامی طریق پر
تنظیم نہ ہوئی تو
نئے غیر اسلامی
طریق
اور نظام انہیں
سرایت کر جائیں گے۔

۴ - زمانہ کا موجودہ دور بحرانی دور ہے
ابھی ابھی ایک عالمگیر جنگ ختم ہو چکی ہے لیکن ابھی
افق سے خونیں بادل نہیں چھٹے۔ ہر طرف زمین بربادی تباہی
کی شکل پیدا ہو رہی ہے۔ مظلوم قوموں میں ایک بے چینی ہے۔ امریکہ اور
روس اپنے قدم طرح طرح سے آگے بڑھا رہے ہیں۔ پرانی دنیا
ختم ہو رہی ہے، اس قیامت کے بطن سے ایک نئی دنیا
بڑے کرب کیساتھ پیدا ہو رہی ہے۔ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا
کہ مستقبل کے خد و خال کیا ہوں گے۔

۵ - اس موقعہ پر ہمارا بنیادی سوال اور بھی شدید طریقہ سے ہمارے
سامنے آجاتا ہے۔ ہمارے سامنے اب یہ سوال بالکل موت اور زندگی کا
سوال ہے۔ اب یا تو اسلامی ملت اسلام کی بنیادوں پر اپنے
اندر ایک انقلاب پیدا کر کے فلاح حاصل کر سکتی ہے یا پھر
اسلامی ملت کے اس کا مستقبل بالکل ختم ہو۔
ہمارے سامنے یا تو بالکل تاریکی اور
موت ہے یا زندگی سے
بھری ہوئی
روشن
دنیا ہے۔
اب یا تو ہم اسلامی
ملت کی تاریخ میں
ایک نئے باب کا افتتاح
کریں یا قوم بنی اسرائیل کی طرح
ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خدا کے غضب
میں گرفتار ہو جائیں۔ یا تو دنیا میں
اپنے لئے مقام اور عزت پیدا کر لیں یا پھر ہمیں
اور کشاکش کے بعد … بنا دیں۔ یہ
سوال ہمارے سامنے موجود ہے۔ آنکھوں کے ہوتے
ہوئے منظر کتنا ہی اس سوال کو چھپانے کی کوشش کریں ہم
دیکھنے والی آنکھ کے لئے یہ سوالیہ نشان اپنی جگہ موجود ہے۔

۶ - ہمارا یقین ہے کہ اسلامی نظام دنیا کے تمام نظاموں سے بالاتر
ہے نظام جاندار اور مردہ نہیں … یہ نظام ایک تاریخ ساز

ادارہ الامین

۱ - محترم مخدوم منظور احمد شاہ
۲ - محترم محمد شریف داؤدی
۳ - محترم اختر حمید خاں
۴ - محترم یعقوب خان
۵ - محترم ڈاکٹر محمد اسمٰعیل نامی
۶ - محترم ڈاکٹر رفیق احمد خاں
۷ - محترم پروفیسر شمیم احمد
۸ - محترم منان درانی
۹ - محترم شہاب الدین محمد مغنی
۱۰ - محترم کرار حسین ناظم کی بیگم باغ میرٹھ

نقشہ کی طرح نہیں ہے۔ یہ نظام ایمان کے بیج سے پھوٹتا ہے اور عمل صالح کے ذریعہ زندگی کے تمام شعبوں — انفرادی، معاشی، معاشرتی، سیاسی — میں پھیل کر پروان چڑھتا ہے۔ اس نظام کے اندر خود ایک انقلاب آفریں زندگی موجود ہے۔ اسی انقلاب کو پیدا کرنا، اور اسلام کو غالب کرنا ہمارا فرض ہے۔

۷۔ اسی طرح اس امت میں وقتاً فوقتاً انقلاب پیدا ہوتے رہتے ہیں اس انقلاب سے نئی زندگی کی تشکیل ہوتی رہی ہے بڑے بڑے ائمہ اور مجددین ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ ہمارے اندر اماموں اور مجددوں کی روحانی اور عملی صلاحیتیں نہیں ہیں لیکن ہم ان کے وارث ضرور ہیں۔ چھوٹی چھوٹی روحانی صلاحیتیں ہیں چھوٹی چھوٹی عملی صلاحیتیں ہیں آؤ ہم کیوں نہ ایک بہت بڑے مقصد کی خاطر اپنی چھوٹی چھوٹی روحانی عملی صلاحیتوں کو ایک جگہ جمع کر لیں اور ملت میں ایک نئی زندگی کی لہر دوڑا دیں۔ ایک بڑا مقصد چھوٹے سے عمل کو بڑا بنا دیتا ہے، اللہ کا نام ایک مٹی کے گھر کو کعبہ کا شرف بخشدیتا ہے اور بیشک ہم محروموں میں سے نہیں ہیں۔

۸۔ مسلمان کسی جگہ خواہ اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں، وہ ایک ملت ہیں۔ اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر اقلیتی علاقوں میں مسلمان کمزور ہوں تو وہ اکثریتی علاقوں کے مسلمانوں کی امداد پر تکیہ کریں۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی جگہ کے مسلمان کمزور ہوں تو وہ یہ سمجھیں کہ نہ صرف وہ کمزور ہیں بلکہ دوسری جگہ کے مسلمانوں کو بھی کمزور کر رہے ہیں۔ اگر اکثریتی علاقوں کے مسلمان پست اخلاق ہیں تو وہ اقلیتی علاقوں کے مسلمانوں کو کمزور کر رہے ہیں اور اگر اقلیتی علاقوں کے مسلمان کمزور ہیں تو وہ اکثریتی علاقوں کے مسلمانوں کو کمزور کر رہے ہیں۔ سیاست میں جغرافیائی [illegible] لیکن ملت اور قوم جغرافیائی حدود [illegible] مسلمان [illegible] اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں ہوں [illegible] نظام [illegible] سے آزاد ہو کر ہی قائم ہو سکتا ہے [illegible] مسلمانوں [illegible] اور زندگی کے ساتھ [illegible] اور [illegible] اور یہ بات ممکن ہے کیونکہ طاقت اور زندگی کے سرچشمے خود ہمارے اندر موجود ہیں۔

۹۔ عوام و خواص کا سلسلہ اپنی کمزور ترین کڑی سے آزمایا جاتا ہے، خود ملت اپنے عوام کی حالت سے پرکھی جاتی ہے۔ مسلمان ملت کے معنی مسلمان عوام کے ہیں اور اسلامی انقلاب پیدا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم مسلمان عوام میں سرداری کی شان پیدا کر دی جائے۔

بنیادی اصول

منزل کا راستہ

✡ خدا کے سپاہی اور فقیر بنو۔

✡ ملت میں طاقت اور نیکی پیدا کرو۔

✡ دنیا میں عدل قائم کرو۔

✡ خلق خدا کی خدمت کرو۔

ا۔ ہم نے خادمانِ تحریک کے اصول کو ملت میں رائج کرنیکا ابتداء سے عہد کیا ہے۔ انہیں اصول کو ترتیب اور توضیح کے ساتھ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ اسی شمارہ کے ایک مقالہ میں ہم اپنا مقصد وضاحت کیساتھ پیش کر چکے ہیں۔ مندرجہ ذیل اصول سے یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہ مقصد کس طرح حاصل ہوگا۔ ہم ملت میں کیا زندگی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اسلامی انقلاب کا کوئی پروگرام نہیں ہوتا کوئی نقشہ نہیں ہوتا ہم ایسے پروگرام اور نقشے بنانا لغو سمجھتے ہیں ہمارے مقصد کو سامنے رکھکر اس اخلاق پر غور کرے جسکا پیدا کرنا ہمارے مدنظر ہے اسلامی انقلاب کا ایک روشن تخیل آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ہم سب سے بڑی بات اس نظم کو [illegible] کرنے کی کوشش کرنا نہیں [illegible] اصلی زندگی پیدا [illegible] جاری کرنا ہے۔ [illegible] زندگی سے نظام پیدا ہوتا ہے۔

ہمارا اخلاق۔

۱۔ ہم سوائے خدا کے کسی طاقت سے [illegible] رکھائیں۔

۲ - ہم اللہ اور اسلام کی خاطر اپنا مال و جان، فرزند و زن قربان کرنیکی صلاحیت اور طاقت اپنے اندر پیدا کریں -

۳ - ہم روحانی جذبات کو پیدا کریں اور شیطانی اور نفسانی جذبات کو کچل دیں جو کام کریں خود غرضیوں اور ذاتی مفاد سے پاک اور بے لوث ہو کر خالص اللہ کی خاطر اپنے آپکو وقف کریں -

۴ - ہم سپاہیانہ اور مجاہدانہ قابلیتیں اپنے اندر پیدا کریں سستی اور غفلتوں کو دور کریں، پابندیٔ وقت کریں، سپاہیانہ طریق اختیار کریں اور اپنے سالار کے حکم کو خواہ وہ کتنا ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو مانیں -

مسلمانوں میں ہمارا کام

۱ - کسی مسلمان کے خلاف نہ ہوں -

۲ - کسی مسلمان سے مذہبی یا سیاسی عقیدوں کے متعلق مناظرہ نہ کریں -

۳ - اپنے نظام میں اونچ نیچ کا امتیاز نہ کریں -

۴ - نماز اور دیگر ارکانِ اسلام قایم کریں اور عام طور پر اسلامی تعلیم کی تبلیغ کریں -

۵ - مسلمانوں میں عملی طور پر اتحاد اور مرکزیت پیدا کریں -

۶ - مسلمانوں کی پیشوں اور کاروبار کے لحاظ سے بھی تنظیم کریں مثلاً مزدور، دستکار، کاشتکار، اور انہیں تعلیم و تربیت، اور صنعت و حرفت کو فروغ دینے کے لیے عملی تجاویز کریں -

غیر قوموں سے ہمارا رویہ

۱ - غیر قوموں سے رواداری کا سلوک کریں -

۲ - نہ کسی پر ظلم کریں، نہ کسی کا ظلم برداشت کریں -

۳ - امن قایم رکھنے کی طاقت پیدا کریں - امن قایم رکھنے کی طاقت فساد پیدا کرنیکی طاقت سے بڑی ہے -

۴ - عام طور سے خدمت خلق کریں -

ہمارا کیا ماحول ہے اور ہمیں کیا کرنا ہے

(۱)

انگریز نے حالات کے دباؤ سے مجبور ہو کر یہ اعلان کر دیا ہے کہ جون ۱۹۴۸ء تک ہم ہندوستان سے دستبردار ہو جائیں گے یہ بات بھی کسقدر عبرتناک ہے کہ ایک عظیم الشان جنگ جیتنے کے بعد انگریز اپنے پاؤں تلے کی زمین کو نکلتی ہوئی محسوس کر رہا ہے اور زمانہ کی بے پناہ گردش میں اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا بھی مشکل نظر آتا ہے - یہ لازمی بات ہے کہ انگریز کے جو تعلقات اپنے زیر فرمان ممالک سے رہتے ہیں ان میں ایک زبردست تبدیلی واقع ہوگی - شہنشاہیت کا پچھلا دور تو ختم ہو چکا لیکن ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ تعلقات کی صورت کیا ہوگی - کیا انگریز اور ہندوستان کے مابین ایک برابری کا عہد نامہ ہوگا - برابری کے عہد نامہ کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ملک اپنی فوج اور خارجی پالیسی کے معاملہ میں بالکل آزاد ہوں - صرف دوستی اور باہمی مدد کا ایک عہد نامہ دونوں میں ہو اور یہ عہد نامہ آزاد اور خود مختار ممالک کے عہد ناموں کی طرح جنکے پیچھے منوائے جانے کی کوئی طاقت نہیں ہوتی محض ایک وقتی طور پر چلتی سی کاروائی ہو - یا انگریز کچھ اس قسم کی ضمانتیں قایم رکھنے کی کوشش کریگا جن سے اسکو یقین ہو جائے کہ ہندوستان کی ایک ہی فوج رہیگی اور فوج اسکی حمایت میں کام آئیگی اور ہندوستان میں اسکے تجارتی مفاد بھی محفوظ رہیں گے - ابھی ہندوستان کے لیڈر یعنی ہندو مسلمان اور دیسی راجا یک آواز اپنا مطالبہ پیش کرنے کے قابل نہیں ہیں، نہ وہ اس قابل ہیں کہ سب ملکر ایک پارٹی کی حیثیت سے انگریز سے عہد نامہ کر سکیں - معلوم نہیں کہ جون ۱۹۴۸ء تک وہ اس قابل ہو بھی سکیں گے یا نہیں - ادھر انگریز نے اعلان کر دیا ہے کہ طاقت یا تو مرکزی حکومت کے سپرد کر دی جائیگی یا کچھ علاقوں میں صوبائی حکومتوں کے سپرد کر دی جائیگی یا کوئی اور مناسب صورت اختیار کی جائیگی - یہ بھی معلوم نہیں کہ انگریز اپنی جگہ اس عہد نامہ کی شرائط جن کی رو سے طاقت ہندوستانیوں کے سپرد کی جائیگی کیا سوچ رہا ہے -

ایسی صورت بالیقین اغلب یہ ہے کہ یا تو انگریز انتظامی ذمہ داریوں
سے سبکدوش ہو کر اپنے تجارتی اور سامراجی مفاد کو کسی نہ کسی صورت میں
محفوظ رکھیگا یا ہندوستان کو ایسی ہیجانی حالت میں چھوڑ دیگا جس پر
دوسری بڑی قوموں مثلاً امریکہ اور روس کو اپنا کھیل کھیلنے کیلئے
ہندوستان کا میدان ہاتھ آجائیگا۔

یہ صورت حالات ہمیں اپنے سامنے رکھنی ہے۔ اور ہندوستان
کے مسئلوں کے طے کرتے وقت یا ان پر غور کرتے وقت یہ بات
نہیں بھولنی چاہئے کہ دنیا میں ہندوستان ہی ایک ملک نہیں ہے
بلکہ اور بڑی بڑی طاقتیں بھی دنیا میں موجود ہیں۔
اسلامی ممالک کی حالت بھی ہمارے سامنے موجود ہے، اور
چین کی بھی۔ ہمیں اپنے آپ اور قوم کو اس صورت حالات
سے بچانا ہے۔ اگر ہندوستان آزاد قوموں کا مسکن نہ بنا
تو جہنم کا نمونہ بنجائیگا۔ اگر اس موقعہ پر ہندوستان کے مسلمان
ٹھوس طرح پر منظم ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑے نہ ہوئے تو بین الاقوامی
طاقت کے شطرنج پر انکا ایک مہرہ بنجانا یا قوی احتمال ہے۔

(۲)

وہ زمانہ جبکہ ہندوستان کی مختلف قومیں اور جماعتیں انگریز
سے امیدیں رکھتی تھیں اور سیاست کا تمام کھیل انہیں کے وعدوں
اور اعلانوں کے چاروں طرف گھومتا تھا اب ختم ہو رہا ہے وہ آئینی
سیاست کا دور تھا۔ یوں تو یہ کھیل اب بھی جاری ہے لیکن زیادہ
اہم یہ بات ہے کہ یہاں کی قوموں کو اب خود اپنی طاقت پر اپنا مستقبل
بنانے کی فکر ہے۔ ایسی صورت میں لازم ہے کہ نئی ذمہ داریوں کا احساس
پیدا ہو، نئے مقاصد سامنے آئیں اور نئے انقلاب کے لئے ترتیب ہو۔
آج جو جگہ جگہ فسادات ہو رہے ہیں، اگرچہ نوعیت پہلے فسادات سے بہت
مختلف ہے یہ اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک ہندوستان
میں کوئی ایسی جماعت پیدا نہ ہو جس پر ضرور بالجبر تمام مختلف قومیں
متفق ہو جائیں۔ یہ فسادات آنے والے انقلابات کا پیش
خیمہ ہیں۔ یہ طوفان کا ہلکا سا بادل ہیں۔ زندگی کی اندھی طاقتیں
بیدار ہو رہی ہیں اور ہندوستان کی مختلف قوموں کے مسئلہ
کو اپنی طرح حل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔
لیکن حالت یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے اب تک یہ مستقبل
کی تصویر صاف طور پر نہیں آئی ہے۔ معاملہ کی نزاکت کا
ان کو اتنا صحیح احساس نہیں ہے جتنا ہونا چاہئے۔ ان کو
یہ معلوم نہیں کہ ان واقعات کا جو آئے دن رونما ہو رہے ہیں
انکے مستقبل پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔ جہاں وہ اقلیت میں ہوتے
وہاں سے انکے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں، جہاں اکثریت میں ہیں
وہاں ایک ایسا جوش پیدا ہو جاتا ہے جسکو قابو میں رکھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اقلیتی علاقوں میں خوف
و ہراس اتنا ہی مضر ہے جتنا اکثریتی علاقوں میں ظلم یا زیادتی۔
ظلم اور زیادتی سے طاقت کا ایک غلط دھوکہ سا ضرور ہو جاتا
ہے لیکن عادل اور توانا خدا نے یہ قانون ہمیشہ ہمیشہ کیلئے
مقرر کر دیا ہے کہ اگر جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات ہے
تو ظلم بھی خودکشی کے مترادف ہے۔ زندگی کے لئے طاقت بھی
اتنی ہی ضروری ہے جتنی نیکی۔ ہمیں اپنے اندازوں میں اکثریت
اور اقلیت دونوں علاقوں کے مسلمانوں کو رکھنا ہے۔
اسطرح ملت کے دو حصے نہیں ہو سکتے۔ مسلمانوں کے لئے
مستقبل کے لئے اگر پنجاب اور بنگال میں انکا عمل ضروری ہے
تو بہار میں بھی انکا عمل اتنا ہی ضروری ہے۔ بلکہ زیادہ
ضروری ہے۔ اور اسلئے ہمیں اقلیت اور اکثریت دونوں
علاقوں کے مسلمانوں میں صحیح زندگی اور تنظیم پیدا کرنی ہے۔
انکے سامنے اسلامی زندگی کو جسکی شرط اولین آزادی ہے
رکھنا ہے۔ وہ تدابیر اختیار کرنی ہیں جن سے وہ ہر جگہ طاقت
اور نیکی کے ساتھ رہ سکیں۔ جو جوش ان میں واقعات
کے تقاضے سے پیدا ہو رہا ہے اس کو صحیح زندگی کے
معینہ سانچوں میں ڈھالنا ہے۔ اس کوشش سے
مستقل نتیجے پیدا کرنے ہیں۔ مسلمان نہ کسی پر ظلم کریں

نہ کسی کا ظلم برداشت کریں ۔ ان کو یہ بات اچھی طرح سمجھانی ہے کہ تعداد کی کمی کوئی معنی نہیں رکھتی ۔ یہ بات سمجھانی ہے کہ کمزور لوگ امن قایم نہیں رکھ سکتے ، امن قایم رکھنے کیلئے بڑی طاقت کی ضرورت ہے ۔ اور امن قایم رکھنے کی طاقت فساد پیدا کرنیکی طاقت سے بڑھی ہوئی ہے ۔ یہ روشن حقیقت ... ان کے دلمیں اتارنی ہے کہ اللہ تعالی اس گروہ کو تمکین نہیں کرتا جو فساد پیدا کرتا ہے بلکہ اس گروہ کو غالب کرتا ہے جو امن قایم رکھنے کی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے ۔

اللہ سے ڈرنے والو! دنیا کی کسی طاقت سے خوف مت کھاؤ، غیر اللہ کا خوف مرض ہے ، گناہ ہے ، موت ہے پختہ یقین ، مضبوط ارادے اور توانا جسم پیدا کرو ۔ اللہ سے ڈرنے والو! انسانیت کا نام بلند کرو ۔ خلق خدا کی خدمت کرو ۔ دنیا میں عدل قایم کرو ۔ ظلم کو پاش پاش کردو ۔ ہر وہ ذہنیت ہر وہ عقیدہ ، ہر وہ طریقہ جو تم کو کمزور کرے ، عمل سے تمہیں ہٹاتے ، یا عمل میں سستی پیدا کرے کسی نہ کسی صورت میں شرک ہے ۔ خدا ہے قوی ضعیفوں کو قوی بنانے والا ہے ، خدا کے اندر یقین شخص کو پیدا کرتا ہے ، عمل خود اعتمادی پیدا کرتا ہے ۔ خود اعتمادی خدا کے اندر یقین کو اور زیادہ بڑھاتی ہے ۔ یہی سنت اور زندگی کا یہی دائرہ ہے جو آگ کی طرح اوپر کو چڑھتا اور پھیلتا جاتا ہے ۔

اسلام کا یہ زندگی بخش پیغام ہمیں ایک ایک مسلمان کے دل تک پہنچانا ہے ۔ یہ زندگی ہمیں ایک ایک گھر پہ پھیلانی ہے ، ہر جگہ مسلمانوں کو اسی طاقت اور نیکی کے لیے منظم کرنا ہے تاکہ مسلمان اس دور ابتلا سے حسن و خوبی کیساتھ نکل سکیں ۔

(۴)

آج کل مسلمانوں میں ایک جوش ہے یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے ، واقعات نے انکے ملی حس کو بیدار کر دیا ہے ، اسلام کا نام انکی زبان پر ہے ، لیکن ذرا غور سے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کا یہ تعلق اسلام سے محض جذباتی ہے ۔ میں جذبات کی طاقت کو سمجھتا ہوں ۔ لیکن انکی کمزوری سے بھی اچھی طرح واقف ہوں ۔ جانتا ہوں کہ جذبات کو قایم رکھنے کے لیے ٹھوس بنیاد اور مکمل مقصد کی ضرورت ہوتی ہے

ہندوستان میں جہاں ایک طرف مختلف قوموں کی کشمکش چل رہی ہے وہیں مختلف طبقات کی کشمکش بھی جاری ہے ۔ غریب کسانوں ، مزدوروں ، دستکاروں ، اور چھوٹے ملازموں میں بڑی بے چینی پھیلی ہوئی ہے ، یہ بات نظر انداز نہیں کی جاسکتی نہ یہ بات نظر انداز کرنے کے قابل ہے ۔

کچھ دن کیلئے کیونکہ مختلف قوموں کی کشمکش جاری ہے اسلئے مختلف طبقوں کا تصادم سامنے نہیں آتا لیکن یہ بات بہت دن تک قایم نہیں رہ سکتی ایک دن امیر اور غریب کا یہ تصادم سامنے آئیگا ۔ جن لوگوں کا ان بے انصافیوں کے قایم رہنے میں فائدہ ہے وہ یہ نہ سمجھیں کہ بہت دن یہ بے انصافیاں قایم رہ سکتی ہیں ۔ جسطرح ایک قوم کا دوسری قوم پر ظلم مٹنے والا ہے اسی طرح ایک طبقہ کا دوسرے طبقہ پر ظلم بھی مٹنے والا ہے ۔ خواہ آج اس ظلم کا قلعہ کیسا ہی مضبوط نظر کیوں نہ آتا ہو ۔

اگر مسلمانوں کے اسلام سے تعلق کو محض جذباتی سطح پر ہی رہنے دیا جائیگا تو یہ تعلق زندگی کی تلخ اور ٹھوس

حقیقتوں کے سامنے زیادہ دن تک قائم نہیں رہ سکتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان عوام کی ایک مضبوط تنظیم ہو جو ان میں صحیح حس اور شعور بیدار ہو، خود ان میں ایک اصلاح کا جذبہ اور انقلاب پیدا ہو، خود ان میں ایک سرداری کی شان پیدا ہو۔ انکی اقتصادی مشکلات کا حل ان کا اسلام ان کے سامنے پیش کرے۔ وہ لوگ جو بالادار طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کیلئے سوا اسکے کوئی چارہ کار نہ رہے کہ وہ بھی عوام میں سے بنیں اور عوام کی تنظیم میں شریک ہوں، غریب مسلمان اپنے مفاد کو خود اپنے ہاتھ میں لیں گے، خود اپنے مسئلوں کو حل کرینگے۔ خون رگ مزدور سے خواجہ بہت دن تک شراب نہیں بنا سکتا۔ وہ خدا کی جفاؤں سے بہت دن تک کشت دہقانان خراب نہیں رہ سکتی۔ یہ بات غلط ہے کہ اسلام مظلوم انسانیت کی دستگیری نہ کرے۔ بلکہ یہ تو خود اسلام کے امتحان کا وقت ہے۔ اسی امتحان میں کامیابی سے اسلام کا نیا دور زندگی شروع ہوگا۔ اسلام غریبوں ہی میں پیدا ہوا، انہیں نے اسکو پروان چڑھایا، آج بھی غریب ہی اسکی پشت پناہ ہے اور کل اسمیں نئی زندگی بھی غریب ہی پیدا کریں گے۔ اگر ایسا نہیں ہوگا تو غریبوں کا جو اسلام سے جذباتی تعلق ہے وہ ختم ہو جائیگا۔ اور طبقاتی ظلم کمیونزم کی کسی شکل کے ہاتھوں ختم ہو کر کوئی اور صورت اختیار کر لیگا۔

یہ وقت کی ضرورت ہے جسکو جسقدر جلد مسلمان سمجھ لیں اور اسکو حل کرنے میں مصروف ہو جائیں اتنا ہی انکے حق میں بہتر ہے۔

ہندوستان کی مختلف جماعتوں سے ہمارا رویّہ

ملت کی بہتری کیلئے ہم ہر جماعت کے ساتھ ہیں

(۱)

ہم نے اپنے خدا سے عہد کیا کہ خاکسار تحریک کے بنیادی اصول کو ملت میں رائج کرینگے، یہ اصول جو آئین خاکسار میں کسی جگہ درج ہیں قرآن حکیم سے مستنبط ہیں اور ہم قرآن حکیم کو مسلمانوں کی زندگی کا واحد منبع مانتے ہیں۔ ان اصول کو مسلمان اسطرح بھول چکے ہیں گویا کوئی کھویا ہوا خزانہ انکے ہاتھ لگ رہا ہو۔ آج اس انقلاب اور مقصد کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ مسلمان اس ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ

ہم اس یقین کا اعادہ کرتے ہیں کہ ملت کی نجات خاکسار بنیادی اصول پر جو قرآن حکیم سے مستنبط ہیں ملت کی تنظیم کرنے میں ہے۔

ہم ایک عرصہ تک علامہ مشرقی کے ساتھ کام کرتے آئے۔ اس زمانہ میں خاکسار تحریک کو ملت کا اعتماد حاصل تھا، لوگ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی فلاح کی ضمانت اسی تحریک میں ہے، لیکن ایک عرصہ سے علامہ صاحب کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے وہ بات ختم ہوگئی۔ ہم بھی ایک عرصہ سے علامہ صاحب کی جانب سے مخالفت اور ملامت کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں ان تمام باتوں کو دہرانا منظور نہیں، ہمیں اس سلوک کی کوئی شکایت نہیں۔ ہم کسی قسم کی صفائی پیش کرنی نہیں، ہمارا کام ملت کے سامنے موجود ہے۔ فی الحقیقت موجودہ صورت میں بھی ہمیں علامہ صاحب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اتنا بھی تعلق نہیں کہ ہم ان کی مخالفت ہی کریں۔ خاکساروں سے ہمیں کوئی پرخاش ہو ہی نہیں سکتی، بلکہ ہم ایسا

کہ انگریزی [illegible] ایک دن وہ اپنے پرانے رفیقوں سے آملیں گے ہم اس
موقعہ پر صرف اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ

ادارہ اہل یقین کو علامہ مشرقی کوئی واسطہ نہیں ہے

[illegible] رہتے ہیں ہماری
[illegible] جماعت کی نہیں بلکہ کام کی ہے۔
[illegible] نہیں ہو سکا کہ ہم ان اصول
[illegible] ہم اپنے حلقات [illegible]
[illegible] کام [illegible]
[illegible]

[illegible] اور جماعت سے ملحق ہیں۔

[illegible] کام [illegible]
[illegible]
[illegible] وقت کے
[illegible]

(۲)

[illegible] کہ مسلم لیگ سے ہمارا کیا تعلق ہے
اب ہمارا مسلم لیگ سے کسی قسم کا تصادم نہیں اور
تحریک کی ابتدائی منزلوں میں ہمارا کوئی تصادم تھا۔
[illegible] سیاسی اختلافات
[illegible] قوم
[illegible] اور جماعت [illegible] پیدا
کر نہیں [illegible] وہ بخصوصیت [illegible] سیاسی جھگڑوں میں پڑ ہی
نہیں سکتی۔ بلکہ یہ ظاہر ہے کہ کسی قوم میں حقیقی زندگی اور طاقت
پیدا ہوگی تو اس اعتبار سے اس کی سیاست غالب اور پسندیدہ
ہوگی۔
[illegible] مسلمان ہونے کے [illegible] افسوس آج کل [illegible] حقیقت
سیاست زیادہ [illegible] رشتہ ہے عملی اعتبار سے کچھ زیادہ

وضع نہیں سمجھا جاتا۔ مذہبی طور پر بھی مسلم لیگ ہم سے اس اعتبار
سے بہت دور [illegible] ہے کہ ہمارا اور دین عقیدہ ہے کہ مسلمان
ایک مخصوص ملت ہیں۔ خاکسار تحریک حقیقت میں
اسی عقیدہ کا عملی تجربہ ہے۔ اسلامی اخلاق کو رائج کرنا ہی
اس کا مقصد ہے۔ یہ عقیدہ ہماری بنیاد ہے اور یہی عقیدہ
ہماری بنیاد رہیگا۔
ہمارا مستحکم یقین ہے کہ مسلمان اجتماعی حیثیت سے
خواہ کسی غیر اسلامی جماعت سے تعاون کریں لیکن کسی غیر
مسلم جماعت کے اثر میں رہکر یا اس کے ذریعہ سے
ترقی نہیں کر سکتے۔

۳- سیاسی اعتبار سے مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ
جماعت ہے جس کے پیش نظر مسلمانوں کو اکثریتی
علاقوں میں سیاسی طور پر آزاد کرنا ہے۔ اور یہ مقصد
نیک اور ضروری ہے۔

۴- ہمیں یقین ہے کہ جب تک مسلمانوں میں
اسلامی زندگی رائج نہ ہوگی مسلمانوں کی حالت صحیح
معنوں میں سدھر نہیں سکتی۔ یہ اصلاح اور انقلاب
خود ایک مکمل کام ہے جو ایک آزاد ماحول۔ بلند نگاہ
اور خودداری چاہتا ہے۔ جبکہ اس کام میں کسی سیاسی
جماعت کی مخالفت کرنے سے مقابل ہونے سے رکاوٹ
پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ کام کسی سیاسی جماعت
میں مدغم ہونے سے ناممکن ہو جاتا ہے

۵ ہر سیاسی اور مذہبی عقیدہ کا مسلمان خاکسار

ہو سکتا ہے۔ ہماری تحریک اور ہر خاکسار کا فرض ہے کہ وہ ملت کی فلاح اور بہتری کی خاطر ہر شخص اور جماعت سے تعاون کرے۔

ملت کی ہر موقعہ پر مناسب خدمت کرنا ہی ہمارا مقصد ہے۔

۶۔ مسلمانوں کی اسلامی تنظیم ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ ان میں غیر اسلامی ذہنیت اور طریقے نہ پھیلنے پائیں۔ بلکہ ان میں خود اپنے مستقبل کو تعمیر کرنے کی اہلیت پیدا ہو۔

۷۔ ہمارے پیش نظر ایک ایسی منظم اور فعال جماعت ہے جو ملت کی خدمت کرے۔ اس کا اعتماد حاصل کرے اور اسلامی انقلاب کو بروئے کار لائے۔

دستور العمل

تمہید۔ ذیل میں ایک دستور العمل پیش کیا جاتا ہے اس دستور میں جن باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے وہ یہ ہیں:۔

(۱) ملی اساس کی تعمیر کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں میں زندگی کا ایک تخیل اور مقصد، اپنی تاریخ و روایات پر ایک بجا فخر، اپنے وجود کے معنی اور اہمیت کا اندازہ، دنیا اور عالم انسانیت میں اپنے تعلقات اور رشتوں کا ایک احساس پیدا ہو۔ یہ بات خشک نظریوں، تھیسس (Thesis) اور تھیوریوں (Theory) سے حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ ایمان اور یقین کا کرشمہ ہے۔ تعمیر ملت اس طرح نہیں ہوتی جس طرح ایک نقشے کے مطابق مکان تعمیر کیا جاتا ہے بلکہ اس طرح جیسے ایک بیج سے پودا ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل دستور العمل اسلامی انقلاب کا خاکہ نہیں ہے۔

بلکہ اسلامی انقلاب [illegible] پیدا کرنے کا ایک طریق ہے۔ انسان کا کام [illegible] کرنا ہے اس کو نتیجہ تک پہنچانا اللہ کا کام ہے۔

[illegible] ہم سمجھتے ہیں کہ قوم کی جسمانی، دماغی اور اخلاقی غرضیکہ ہر پہلو [illegible] تربیت کرنی ہے۔ زندگی کی لڑائی میں ان [illegible] کی ضرورت ہے [illegible] کے نام پر آزاد [illegible] کوئی اہم خدمت نہیں ہے۔ ہمارے [illegible] لازم ہے کہ [illegible] جہاں مسلمان [illegible] تندرست ہوں اور استقلال سے کام کرنے والے ہوں [illegible] دماغی صلاحیت ہو [illegible] آنکھ کان اور سمجھ کھلی ہوئی ہوں، اور انہیں اخلاقی صلاحیت ہو [illegible] قائم رہ سکتے ہوں۔

ج۔ ہمارا جماعتی [illegible] ملت سے علیحدہ ایک ڈیڑھ اینٹ کی مسجد تعمیر [illegible] بلکہ ہماری جماعت کو ملت [illegible] مرکز [illegible] حاصل کرنا ہے اور [illegible] ہمدرد [illegible] ایک جماعت بھی ہیں اور ایک تحریک بھی۔ بحیثیت جماعت کے [illegible] بحیثیت تحریک کے [illegible] پھیلنے والے۔

۵۔ یہ دستور العمل [illegible] آخری اور [illegible] نہیں ہے۔ اس کی [illegible] یہ ہے کہ یہ چل سکتا ہے اور جماعت منزل کا [illegible] چل سکتا ہے۔ ساتھیوں اور ہمدردوں [illegible] تجویزوں پر [illegible] فرمائیں۔

۱۔ ورزشی پروگرام:۔

صبح کی نماز کھلے ہوئے میدان میں پڑھی جائے اور [illegible] اور ورزشیں کی جائیں۔ یہ ہمارے کھلی ہوا کے جمنیزیم (gymnasium) ہوں گے جن میں بچے بوڑھے امیر غریب سب شریک ہو سکتے ہیں۔ مطلب یہ نہیں کہ صرف [illegible] ہی خاکسار اس میں حصہ لیں ان کا کام تو یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو اس میں دلچسپی پیدا کرائیں۔ یہاں تک کہ یہ کام خود چل پڑے۔

اسی طرح ہمارے محلوں میں اکھاڑوں کا [illegible] انتظام تھا۔ وہ ہم لوگوں کی نادانی سے کس مپرسی [illegible] نہیں۔ خاکساروں کو لازم ہے کہ اس کام [illegible] نقصان [illegible]

اور زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو حصہ لینے کی ترغیب دیں۔

۲۔ نماز اور پریڈ۔

عشاء کی نماز باجماعت سالار محلہ کی نگرانی میں پڑھنی لازمی ہے۔ اس کے بعد زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ کی پریڈ۔ یہ خالص جماعتی کام ہے۔ سالار محلہ کو اس کا انتظام اس طرح کرنا ہے کہ ڈسپلن مضبوط رہے، لوگوں کا زیادہ وقت ضائع نہ ہو اور ان میں دلچسپی پیدا ہو۔

ہفتہ میں ایک روز سالاروں کا اجتماع، خاکساروں کا اجتماع اور عام اجتماع ایسی ضروری ہیں۔ تاکہ ہمارا پیغام لوگوں تک باقاعدہ اور مسلسل طریقہ سے پھیلتا رہے۔ سالاران ادارہ کا اجتماع جب ضرورت سمجھی جائے کیا جا سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں تجویزیں ادارۃ الامین میں بھیجی جائیں۔ یہ دفعہ بہت غور کی محتاج ہے لیکن اس دفعہ کی ماتحت عمل فوراً شروع کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ خدمتِ خلق۔

خدمتِ خلق ہمارے پروگرام کا نہایت اہم جزو ہے۔ اسمیں ایک زندگی اور معنی پیدا کرنا ہیں۔

(۱) ایک صورت خدمتِ خلق کی انفرادی ہے جیسے خاکسار ہمیشہ کرتے آئے ہیں۔ کسی کا سودا سلف کرنا، بیمار کی دوا دارو، محلہ یا مسجد کی صفائی، آگ لگ جائے تو اسکو بجھانا وغیرہ وغیرہ۔ اس سلسلہ میں کارکنوں کو لازم ہے کہ اپنے محلہ پر اور محلے والوں کی ضروریات پر عام طور سے نگاہ رکھیں۔

(۲) اگر کوئی پروگرام قوم کی بہبود اور بہتری کا کسی جماعت کے ماتحت چل رہا ہے تو خاکسار اس میں بیدریغ حصہ لیں۔ مثلاً مسلم لیگ کسی جگہ مسلمانوں کی تنظیم کا کام کرنا چاہتی ہے، یا مسلمان عوام کے لیے کوئی امدادی کام کرتی ہے، یا کوئی اقتصادی پروگرام رائج کرنا چاہتی ہے تو ہمارے کارکن ان تمام نیک کاموں میں بیدریغ حصہ لیں۔ اور جو کام ان سے لیا جائے وہ کام نہایت خوشی سے سرانجام دیں۔

(۳) آجکل خدمتِ خلق کا ایک نہایت ضروری اور اہم پہلو یہ بھی ہے کہ فتنہ و فساد کو روکا جائے اور امن قائم رکھا جائے۔ محلہ کی ہر جماعت کا فرض نہ صرف یہ ہے کہ اپنے محلہ میں فتنہ کو روکے اور امن قائم رکھے بلکہ یہ بھی ہے کہ جہاں تک ہو سکے دوسرے حصوں اور محلوں کی بھی امداد کرے۔ یاد رکھو سب سے بڑی طاقت امن قائم رکھنے کی طاقت ہے۔

۴۔ معاشرتی اور تعلیمی پروگرام۔

شام کے وقت عام طور سے لوگ اکٹھے ہو بیٹھتے ہیں اور ادھر اُدھر کی باتیں اور اخباری خبروں کی متعلق بے مقصد رائے زنی وغیرہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ آپس میں مل بیٹھ کر باتیں کرنے کا جذبہ انسان میں بہت گہرا ہوتا ہے اور اس کی صحیح تربیت ہو سکتی ہے۔ ہمارے کارکن چوپالوں اور بیٹھکوں میں چھوٹے چھوٹے حلقے قائم کر سکتے ہیں جہاں مختلف اخبار بھی آئیں، ان کی خبریں سنائی جائیں، ان خبروں پر رائے زنی ہو، الامین کے مقالے سنائے جائیں ان پر بحث و غور ہو، اپنے قصے اور افسانے تاریخ کے بیان کیے جا سکتے ہیں اگرد و پیش جو حالات ہیں ان کے متعلق گفتگو ہو سکتی ہے۔

کارکن کی یہ ہوشمندی ہے کہ نہ تو وہ اس صحبت کو ایک مدرسہ بنا دے، جہاں سے لوگ متوحش ہوں اور نہ گفتگو کو بالکل بے نتیجہ اور بے مقصد ہونے دے۔ یہ تعلیمی حلقے بہت ضروری ہیں۔ ان میں تمام قوم کی ذہنیت بدلی جا سکتی ہے۔

اسی طرح شبینہ مدرسے قائم کیے جا سکتے ہیں، جہاں آوارہ بچوں اور جاہل بالغوں کی تعلیم کا بندوبست ہو سکتا ہے اور اس سلسلہ میں ان انجمنوں سے تعاون کیا جا سکتا ہے جو اس میدان میں کام کر رہی ہیں مثلاً انجمن ترقی اردو۔

۵۔ تبلیغ۔

تبلیغ کی اکثر صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

(۱) مثلاً ہر ہفتہ پبلک سے خطاب۔ اس خطاب میں عام اور فرسودہ قسم کی باتیں نہیں ہونی چاہئیں بلکہ کسی خاص مسئلہ یا موضوع کے متعلق جس میں لوگ عام طور سے دلچسپی لے رہے ہیں کوئی مفید حل یا تجویز۔

(۲) تین تین چار چار خاکساروں کا جماعت بنا کر دیہاتوں

میں جانا اور وہاں اپنا پیغام پہونچانا۔

۲۔ لوگوں سے انفرادی طور پر مل کر تبادلہ خیالات کرے۔

۳۔ ہر نیک کام اور خدمت میں نمایاں حصہ لینا، اسکے معنی نمود و نمائش نہیں ہیں۔ دکھاوے کی نیکی ریاکاری کی صورت ہے اور نہایت مذموم صورت ہے لیکن خود اپنی موثر تبلیغ ہے۔

۵۔ اپنے اخبار اور رسالوں کو لوگوں تک پہونچانا، مسجدوں کے دروازوں پر، چوراہوں پر خود فروخت کرنا یا ایجنٹوں کے ذریعہ فروخت کرانا۔ سالار شہر اس کا باقاعدہ انتظام کریگا۔

۶۔ دوسرے اخباروں کے ذریعہ اپنے کام اور پیغام کے پھیلانے کی کوشش کرنا۔

۶۔ تربیت۔

تربیت کے لئے لازمی ہے کہ وقتاً فوقتاً علاقوں میں اجتماع اور کیمپ ہوں، مگر وہ اتنے زیادہ نہ ہوں کہ لوگ انہیں میں لگے رہیں، نہ اتنے بڑے ہوں کہ لوگوں کو بہت دور دراز مقامات سے آنا پڑے۔ عام اجتماع کے علاوہ سالاروں اور کارکنوں کے علاقہ واری اجتماع ضروری ہیں جنمیں موجودہ حالات، اور موجودہ مسائل کے متعلق تبادلہ خیالات ہو اور ہم آہنگ پالیسی مرتب ہو سکے۔ یاد رکھو ہمارے ذمہ دار کارکن جتنے باخبر، ہوشمند، اور مستعد ہوں گے اتنا ہی اپنا کام تیز رفتاری سے چلیگا۔

۷۔ ملت کی شیرازہ بندی۔

ہم اگر اپنی قوم کی خدمت اور تنظیم کرنا چاہیں بھی تو بھی نہیں کر سکتے جب تک ہمیں صحیح علم نہ ہو کہ لوگ کن حالات میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ صحیح علم کے بغیر صحیح عمل بھی پیدا نہیں ہو سکتا، آدمی ظن و تخمین یا دور از کار نظریوں میں الجھکر رہ جاتا ہے۔ ہمیں اپنی قوم کی حالت سے پوری طرح باخبر رہنا ہے۔ کن کن دیہات میں مسلمان آباد ہیں، کس تعداد میں آباد ہیں۔ کیا کام کرتے ہیں۔ ہمارے دستکاروں کے سامنے خام مال خریدنے یا اشیاء کو فروخت کرنے کے سلسلہ میں کیا دشواریاں پیش آتی ہیں۔ تم مزدور اور سرمایہ داروں کے جھگڑوں کی داستان اکثر سنتے ہو۔ مزدور اور سرمایہ دار کی لڑائی بھی سیدھی لڑائی نہیں فیکٹریاں زیادہ تر ہندوؤں کے سرمایہ سے چل رہی ہیں، اور انمیں مسلمان مزدور تک نہیں رکھے جاتے۔ سرمایہ دار فرقہ وارانہ فضا سے کافی فائدہ اٹھا رہا ہے اور اسطرح اپنی قوم میں اپنی پوزیشن بہت مضبوط کر رہے ہیں۔ جب تک منفصل علم اس بات کا نہ ہو کہ مسلمان مزدور ہندوؤں اور مسلمانوں کے کارخانوں میں کس طرح کام کرتے ہیں، ان کی کیا کیا شکایات ہیں، کیا کیا دشواریاں ہیں اسوقت تک کس طرح کوئی مفید کام کیا جا سکتا ہے۔ تجارت یا صنعت و حرفت کے فروغ دینے کے لئے تو یہ علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ غرض قوم اپنے گھر کی طرح ہے اور ہمیں باخبر رہنا چاہیے کہ ہماری بھیڑیں کہاں کہاں بیٹھی ہوئی ہیں اور کس کس حالت میں ہیں۔

تم کہو گے یہ بات بہت وقت چاہتی ہے۔ میں کہتا ہوں بالکل نہیں۔ جس علاقہ میں تم کام کر رہے ہو وہاں ان معلومات کا حاصل ہونا بہت آسان ہے ایک جگہ جو تجربہ ہوتا ہے اسکی قیمت اور اہمیت صرف وہیں تک محدود نہیں ہوتی۔ کام کی اہمیت صرف اسکے دائرہ کی وسعت میں ہی نہیں بلکہ اسکی گہرائی میں ہے۔

تم کہو گے کہ ملک میں افراتفری کا عالم ہے۔ حالات غیر یقینی ہیں، ممکن ہے انتقال آبادی کا مسئلہ آجائے۔ ایسی صورت میں ان معلومات کا بہم پہونچانا کیا مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن کیا جب حالات غیر یقینی اور غیر مستقل ہوں تو لوگ کھانا یا نہیں کرتے۔ ہوش و حواس نہیں کھو بیٹھتے۔ ایسی حالت میں تو اور اسباب کی ضرورت ہے کہ آدمی اپنے ماحول سے واقف ہو۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ واقفیت ہی عمل کی رہنمائی کر سکتی ہے۔ ملت کا شیرازہ اسی طرح بندھ سکتا ہے۔ موثر اقدام یوں ہی ہو سکتے ہیں۔ اسلام کا پیغام گھر گھر اسی طرح پہونچایا جا سکتا ہے۔ ہمیں اسلام کو جلد بازی کی دنیا سے نکالکر روزمرہ کی زندگی میں لانا ہے۔

۸۔ اسی تنظیم کے پھیلنے سے آگے راہیں نکل سکتی ہیں۔ مساجد کی تنظیم ہو سکتی ہے۔ دیہات میں ہر قسم کی امداد باہمی کی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ حکومتیں آئے دن اسکیمیں چلاتی رہتی ہیں۔ ان اسکیموں سے بھی خاطر خواہ فائدہ اسی وقت اٹھایا جا سکتا ہے جب ہمارے اندر تنظیم موجود ہو۔ ورنہ عوام کا غلط اثرات میں آنیکا اندیشہ ہے۔ مثال کے طور پر صوبہ یو۔پی کو دیکھو یہاں حکومت کی طرف سے دیہات کی حالت بہتر کرنے کیلئے یا اپنا اثر پھیلانے کیلئے اکثر اسکیمیں چل رہی ہیں۔

اس تنظیم سے ہی ہمارے اندر وہ ارادہ اور طاقت پیدا ہو سکتے ہیں کہ کوئی حکومت ہمیں اپنی مرضی کی زندگی بسر کرنے کے حق سے محروم نہیں کر سکتی۔

9 — اس تمام کام کے لئے ایک تو باقاعدہ نظام کی ضرورت ہے۔ اور ایسے کارکنوں کی ضرورت ہے جو نظام یا عہدوں سے بے نیاز ہو کر صرف مذکورہ بالا پروگرام کو آگے چلائیں۔ ان کا عہدہ بڑے سے بڑا ہو یا چھوٹے سے چھوٹا ہو ان کو اپنے کام سے کام ہے۔ وہ دوسروں کے لئے ایک نمونہ ہوں گے۔ اور ان کا کام ہی ان کا انعام ہوگا۔

نظام نامہ مرتب ہو رہا ہے

انتظامی سرگرمیاں

آجکل ضلع میرٹھ میں پولیس انتظام میں بہت سرگرم نظر آتی ہے۔ اگر بلوہ اور فساد پولیس سے شروع کے اور ان کی آنکھوں کے سامنے قتل و غارت کے سانحے ہو گئے تو کیا ہوا۔ پولیس اپنے فرض سے غافل نہیں ہے۔ اور امن کے زمانہ میں ذرا ذرا سے بہانوں پر شہریوں کو گرفتار کرتی رہتی ہے۔ تاکہ دنیا یہ نہ بھول جائے کہ فسادیوں کو امان نہیں ہے اور پولیس موجود ہے۔

ان دنوں اس انتظامی مہم کے شکار خاص طور پر خاکسار ہیں ویسے تو دوسری جماعتیں موجود ہیں جنکی ان فسادات اور ہنگاموں میں شرکت پولیس کے نزدیک ثابت نہ ہو لیکن سب لوگ جانتے ہیں۔ ان سے کوئی تعرض نہیں کیا جاتا۔ فساد کے زمانہ میں بھی انکی پریڈیں بدستور جاری رہیں۔ اور خاکسار جنہوں نے آج تک کسی دنگے فساد میں حصہ نہیں لیا گرفتار کئے جا رہے ہیں!!

ہاں یہ بات ٹھیک ہے کہ خاکساروں نے گذشتہ ملیٹیشن کے سانحہ کے بعد اپنی سی کوشش اس بات کی ضرور کی کہ قصبہ اور دیہاتوں میں جاکر اپنی قوم والوں کی ڈھارس بندھائیں، انکی ہمت بلند کریں اور ان کے قدم جمائیں۔ اگر یہ باتیں جرم ہیں تو خاکسار واقعی مجرم ہیں! لیکن اگر یہ باتیں جرم ہیں تو مہاتما گاندھی ہندوستان کا سب سے بڑا مجرم ہے۔

ہاپوڑ میں کچھ دنوں سے بم پھٹنے کی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ معلوم نہیں یہ "بم" ہیں یا پٹاخے ہیں۔ آجکل تو ہر پٹاخہ بم نظر آتا ہے۔ بم پھینکنے میں کیا "مصلحت" ہو سکتی ہے۔

ان بموں کا پھٹنا کسی قسم کی دہشت انگیزی تو ہے نہیں کیونکہ کسی خاص قسم کے آدمیوں کے خلاف یہ بم استعمال نہیں کئے جا رہے اگر یہ بم آئندہ فسادات کے لئے تیار کئے جا رہے ہیں تو ان کی موجودگی کو کوئی قبل از وقت ظاہر کیوں کرتا ہے۔ پھر یا تو صورت یہ ہو سکتی ہے کہ بم تیاری کے وقت پھٹ جاتے ہیں، یا یہ بمباری محض ایک شرارت ہے۔ خیر کچھ بھی ہو ان کا نتیجہ یہ ضرور ہوا کہ بادشاہی مسجد کے امام محمد سلطان سالار گرفتار کر لئے گئے۔ پولیس نے ان کو بمسازی کے الزام میں گرفتار کیا ہے۔

محترم محمد رمضان کے یہاں بھی آمدنیہ ہوا وہ بھی گرفتار ہیں، محترم مصطفےٰ خاں گرفتار ہیں کیونکہ کہا جاتا ہے ان کے یہاں کچھ خطوط برآمد ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو حوالات میں بند کر دیا گیا۔ محترم محمد سلطان ایف۔ اے کا امتحان دے رہے تھے۔ آدھا امتحان دے چکے تھے۔ آدھا امتحان دینا باقی تھا۔ سیشن جج نے انکی ضمانت منظور کر لی۔ پولیس نے جیسے تاریخ امن عامہ کے دوران گرفتار کی اور ضمانت پر رہائی منسوخ کرا دی۔ گویا محمد سلطان

کو گرفتار کر لیا اور ضمانت پر چھوڑ دیا۔ ان کے یہاں ایک [illegible] بیلچہ برآمد ہوا ہے۔

پولیس کے علاوہ یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ ہندو اور مسلمان اپنی اپنی [illegible] میں مصروف ہیں۔ اگر آج سب گھروں کی تلاشی ہو تو بڑا عجیب کچھ چھپا ہوا برآمد ہو۔ لیکن اگر پولیس کو ناجائز اسلحہ کا ذخیرہ معلوم کرنا ہو یا سائنٹیفک طریقہ سمجھنا ہو کہ کھوج لگانا ہے تو ہم غریبوں کے پاس پولیس کو کچھ نہ ملیگا۔ اسکے لئے ایک اور نوعیت کے قلعہ نما کا[illegible]

"ہر شخص سے"

"اپنے اندر سرداری کی شان پیدا کرو۔ ہر شخص ملت ہی کے ذریعہ اپنی تربیت کر سکتا ہے۔ زندگی کا لقلقہ یہ ہے کہ خود کو بدلو اور اپنی دنیا کو بدلو۔

"سرداری شہرت کو نہیں کہتے۔ سرداری عہدوں سے حاصل نہیں ہوتی۔ خدا کی مخلوق کو کچل کر کوئی شخص بڑا نہیں بن سکتا۔ خدا کی مخلوق کی خدمت کرنا ہی سرداری ہے۔

"اپنی آنکھوں پہ پردہ ڈالنے، سمجھ کو معطل کرنے اور ضمیر کا گلا گھونٹنے کو نظام نہیں کہتے۔ نظام کی علت غائی ہی یہ ہے کہ ہر شخص اپنی خداداد صلاحیتوں کی نشو و نما کر سکے۔

"اذارہ الامین ہر شخص کے لئے جو اپنی قوم کی خدمت کرنا چاہتا ہے ایک راستہ، ایک میدان اور کچھ راستہ کے ساتھی مہیا کر دیتا ہے۔ راستہ چلنا ہر شخص کا خود اپنا کام ہے۔ اسکا منزل تک پہونچنا خدا کا انعام ہے۔

"یہ انعام دنیا کی کوئی طاقت اس سے نہیں چھین سکتی"

اهدنا الصراط الذین انعمت علیهم

اسقدر خطرناک شخص ہے کہ اگر وہ میرٹھ میں امتحان دینے کے لئے میرٹھ کی حوالات سے رہا کر دئے جاتے تو ہاپوڑ میں قیامت برپا ہو جاتی۔ اب یہ سب لوگ حوالات ہی میں ہیں اور پولیس ایک نہایت شاندار مقدمہ کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ عجیب عجیب نوعیت کی تلاشیاں ہو رہی ہیں۔ پلکھوہ میں محترم مجاہد [illegible] اور انکے والد کو گرفتار کر لیا ہے۔ لاڈوہ میں محترم عظیم الدین خاں [illegible]

کی تلاشی کی ضرورت ہے۔

حکومت اور قانون کے حکم بھی عجیب ہیں اس زمانہ میں اگر کسی کے پاس ڈنڈا بھی ہو تو وہ گرفتار کر لیا جاتا ہے [illegible] سب لوگوں [illegible] کیجاتی ہے کہ وہ پولیس اور فوج پر پورا پورا اعتماد رکھیں۔ [illegible] نہیں بلوہ یا فساد ہو چکا ہے تو تمام [illegible] حکومت [illegible]

لیتے پھرتے ہیں ہم لوگوں کو اپنی حفاظت خود کرنی چاہیے۔ پولیس اور فوج پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے .... وغیرہ وغیرہ ...... پھر جب کوئی اپنی حفاظت کی تدابیر کرتا ہے تو مجرم اور گنہگار سمجھا جاتا ہے!!

اور ساہو کی گرفتاریوں میں تو اپنی حفاظت کرنے کی تدابیر کا بھی کوئی معاملہ نہ تھا۔ انہیں لوگوں نے جب گرفتار کئے گئے ہیں ہر موقعہ پر مسلمانوں کی خدمت کی ہے اور بہبودی کی ہے۔ ساہو میں مسلمانوں نے کوئی جارحانہ اقدام نہیں کیا بلکہ [illegible] کے بعد بھی خاموش ہی رہے دوسری مرتبہ فساد کے موقع پر بھی خاموش رہے۔ یہ بات اسی سے ظاہر ہے کہ ساہو میں جو گڑبڑ ہوئی حکومت نے [illegible] کی تحقیق لگایا تھا ساہو کے مسلمان اپنے ان ساتھیوں پر پورا اعتماد رکھتے ہیں۔ ان کی گرفتاری کے غم میں تمام مسلمانوں نے [illegible] مکمل ہڑتال کی مسلمان اپنے قیدیوں کے [illegible] کر رہے ہیں۔ بار بار آتیں [illegible] رہی ہیں۔ [illegible] حکومت کے [illegible] جاتے [illegible] ان لوگوں کے گرفتار ہونے سے مسلمانان ساہو میں ایک بے چینی اور ہراس پھیلا ہوا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آجکل شہروں اور دیہاتوں کی فضا بہت خراب ہے۔ ذرا سے بہانہ پر فساد ہونیکا اندیشہ ہے۔ لیکن اسکی یہ تدبیر [illegible] کہ [illegible] لوگ گرفتار کر لئے جائیں جو [illegible] فساد روکنے کو [illegible] جارحانہ قدم نہیں اٹھایا اور جن پر ایک پوری قوم کو بھروسہ [illegible] ان لوگوں کے گرفتار ہو جانے سے اس قوم میں ہراس اور بے چینی پھیلتی ہے اور فساد کے امکانات کم ہونے کی بجائے زیادہ ہو جاتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اس نازک صورت حالات میں بہت ہوشمندی اور تدبیر کی ضرورت ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ لوگوں میں بے چینی اور ہراس نہ پھیلیں۔ اور کسی قوم کو یہ شکایت کا موقعہ پیدا نہ ہو کہ اسکے ساتھ جنبہ داری ہو رہی ہے۔ آجکل یہ تو کسی کو توقع نہیں۔ پولیس فوج [illegible] بدل گئے تو ہر شریف شہری کو خود بچاؤ کی کوشش کرنی [illegible] جب فساد ختم ہو جاتا ہے تو پولیس کی [illegible] ہو سکے [illegible] غلط صحیح گرفتاریاں ہوتی ہیں۔ لمبے لمبے مقدمے چلتے ہیں [illegible] خلفشار بڑھتے رہتے ہیں۔ انتظام اور قانون کے کھلے [illegible] ہوتے رہتے ہیں۔ اگر [illegible] پولیس تھوڑا سا [illegible] کھیل لے تو کوئی حرج تو ہے نہیں۔

عام طور سے ہم ان [illegible] کے متعلق کچھ نہیں کہتے جو امن قانون اور انتظام کے نام پر [illegible] یہ بھی [illegible] زندگی کے لوازمات میں سے ہیں۔ ان پر کوئی قابل ذکر خصوصیت ہی نہیں۔ پولیس کے محکمہ کی جو روایات ہیں جو انگریز کی براہ راست حکومت میں قائم ہوئی تھیں اور ابتک بدستور موجود ہیں۔ [illegible] مشین چل رہی ہے۔ ہندوستانی وزیر سمجھتے ہیں کہ وہ پرانی بوتلوں میں نئی شراب بھر رہے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ خود بھی ان پرانے ضابطوں [illegible] میں [illegible] گم ہو جاتے ہیں۔

الامین کا مقصد اسلام کے بنیادی اصولوں کی تبلیغ و اشاعت، اور انہیں اصولوں پر ملت کی تجدید و تنظیم ہے۔

الامین مسلم ملت میں صحیح شعور اور احساس پیدا کرتا ہے۔ اور غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔

الامین قوم کی تعمیر کرتا ہے اور صحیح عمل پیدا کرتا ہے۔

الامین اپنے مسائل کو سمجھنے اور خود حل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

الامین مسلم عوام کی انقلابی حرکت کا علمبردار ہے۔

الامین کے کام اور پیغام کو پھیلائیے۔

جلد ۲ نمبر ۱۳ ۔ میرٹھ بروز جمعہ ۲ر مئی ۱۹۴۷ء چندہ سالانہ مبلغ چھ روپیہ ششماہی [illegible] فی پرچہ [illegible]

مدیر: اختر حامد خان۔ پرنٹر پبلیشر عبدالرؤف خان نے بھاسکر پریس میں چھپوا کر بیگم باغ میرٹھ سے شائع کیا۔

(دہلی)
مبلغ چھ روپیہ ششماہی
23 MAY 1947
جلد ۲ نمبر ۱۶ - میرٹھ - بروز جمعہ ۲۳ مئی سنہ ۱۹۴۷ء - فی پرچہ ۱/

دنیا ہماری نظر میں

ملاقات ہے کہ اتر حدہ ملتیں ایک طرح کی خانہ جنگی چل رہی ہے پنجاب اور سرحد سے دل دہلانے والی خبریں آ رہی ہیں - مسلم لیگ نے بے مثال قتل و غارت اور تبدیلی مذہب کی گرم بازاری کر رکھی ہے - یہ ہندوؤں اور سکھوں کے خلاف جنگ ہے۔ جہلم اور پنڈی ضلع کے ایک ہی گاؤں میں سو عورتیں اپنی گودمیں بچوں کو لیکر کنوئیں میں ڈوب کر مر گئیں۔ نواکھالی کی خونریزی کے بعد بھی بنگال کے مسلمانوں کی پیاس نہیں بجھی ہے ہندوؤں اور ان کے خلاف مسلح جنگ کی بہت تیزی سے تیاریاں کر رہے ہیں۔

"مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ صوبہ یو۔ پی میں ہندوؤں کے خلاف جنگ کی خاطر لیگ بہت ہتھیار جمع کر رہی ہیں - دیسی ریاستوں میں ان کے لئے ہتھیار تیار کئے جا رہے ہیں - بہت سے پٹھان مزدوروں اور پھیری والوں کی صورت میں اس صوبہ میں آ رہے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کل ہمارا کیا حشر ہوگا۔ بدلے ہوئے حالات میں ہمیں اپنی تدبیر جنگ بھی بدلنی چاہیئے۔

ہر وطن دوست لیگ کے اس ظلم، تشدد پن اور قتل عام کے خلاف مسلح ہونا چاہئے - پنجاب سرحد، بنگال اور آسام کے مظلوموں کی مدد اس طرح کرنی چاہیئے کہ وہ خود مقابلہ کے قابل ہو جائیں۔"

ایک کانگریسی نے اہنسا کے متعلق سوال کیا، ٹنڈن جی نے ارشاد فرمایا۔

"پچیس سال پرانے معتقدات سے آج ہماری کیا رہنمائی ہو سکتی ہے - آج ان دقیانوسی خیالات کی کوئی گنجائش نہیں ہے موجودہ حالات میں اہنسا کے متعلق بھی ہمارا رویہ بدلنا چاہیئے۔ ہم بغیر ہتھیاروں کے اپنی ہستی اور اپنی آزادی کو قایم نہیں رکھ سکتے، زور کا جواب زور سے اور گولی کا جواب گولی سے دیا جائیگا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ چرخہ کا زمانہ ختم ہو گیا۔ چرخہ قاتل کے خنجر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہم چرخہ چلانے میں ماہر تھے، آج ہمیں چست و چالاک طاقتور نوجوانوں کی ضرورت ہے جو ہتھیار چلانے میں اچھے ماہر ہوں۔

"کانگریس کمیٹیوں کو ہر ضلع میں جسمانی تربیت اور ورزش اور کشتی کے لئے مراکز کھولنے چاہئیں اور ہر ضلع میں نوجوانوں کی ایک فوج مرتب کرنی چاہیئے۔

"انگریز ہندوستان چھوڑ رہا ہے اور ملک کی آزادی کو قایم رکھنے کی ذمہ داری ہم ہی پر عاید ہوتی ہے"

یہ الفاظ ہیں بابو پرشوتم داس ٹنڈن کے۔ آنریبل بابو پرشوتم داس ٹنڈن یو۔ پی اسمبلی کے اسپیکر (صدر) ہیں۔ بہت سنجیدہ اور متین آدمی ہیں اب آپ ...

آنریبل بابو پرشوتم داس ٹنڈن صدر اسمبلی کی نصیحتیں

اسمبلی کے صدر ہیں جہاں ... کیمپ ہو رہا ہے کانگریسی ... آنریبل بابو پرشوتم داس ٹنڈن ... ذہنی تربیت اس طرح فرمائی ہے - یہ ایک کانگریسی اخبار سے ترجمہ کئے ہیں ... کیا اس سے زیادہ اشتعال انگیز ... اور مبالغہ تصور میں آ سکتے ہیں - ان الفاظ کا کہنے والا آدمی بڈھا ہے لیکن بیوقوف نہیں ہے - وہ جانتا ہے کہ ان الفاظ کا کیا اثر ہوگا، وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ کیونکہ وہ اسمبلی کا صدر ہے اسلئے جو جی میں آئے وہ کہہ سکتا ہے اور جو اثر وہ ہندوؤں پر ڈالنا چاہتا ہے اسکو بھی صاف صاف بیان کرتا ہے۔

... سے پرے اسمبلی کے فاصلہ پر ایک ... کی تربیت ہو رہی ہے ... فضا کا روئی ... الفاظ ہیں

ادارہ

مسلمانوں کو یاد ہے کہ نواکھالی کے بعد کس قسم کی تقریریں کی گئی تھیں جسکا نتیجہ بہار کی فسادات کی صورت میں نمودار ہوا ٹنڈن جی ایک آزمایا ہوا حربہ استعمال کرنیکی کوشش کر رہے ہیں۔

یہ کیا چھوٹا سا حقیر مکر ہے کہ بجائے صاف صاف مسلمان کہنے کے ہر جگہ "مسلم لیگی" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ہر شخص

جانتا ہے کہ لیگی اور کانگریسی فساد کے معنی ہندو مسلم فساد کے ہیں -

اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح یہ ظاہر ہوگا کہ محترم فرقہ وارانہ ذہنیت نہیں رکھتے بلکہ پولیٹیکل ذہنیت رکھتے ہیں تو وہ دنیا کو بہت بیوقوف سمجھتے ہیں - اگر مقصد یہ ہے کہ جو مسلمان کانگریس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں وہ نہ بدکنے پائیں تو انھیں ابھی یہی معلوم نہیں کہ مسلمان اب بھی کانگریس کے ساتھ کیوں ہیں" اگر قانونی گرفت کے خوف سے انھوں نے یہ ترکیب چلی تو یہ خوف آنریبل بابو پرشوتم داس جی ٹنڈن اسپیکر یو۔ پی اسمبلی کے لئے محض فضول ہے -

جمعیۃ العلماء کے فیصلے

لکھنؤ میں جمعیۃ العلماء کا اجلاس موجودہ صورت حالات پر غور کرنے کے لئے اور اپنی پالیسی مرتب کرنے کے لئے ہوا - اجلاس کے بعد ... ایک تو بات یہ تھی کہ کچھ حلقوں میں کانگریس کے خلاف جذبہ موجود تھا کیونکہ انکی نگاہ میں کانگریس میں فرقہ وارانہ ذہنیت بڑھ رہی ہے - افسوس یہ ہے کہ فرقہ وارانہ ذہنیت کے ثبوت میں زیادہ زور کانگریس کے تقسیم ہند اور تقسیم صوبہ ... کی تدبیر پر دیا گیا حالانکہ یہ تدبیر محض ایک سیاسی چال ہے اور ان بیانات اور حرکات کا زیادہ ذکر نہ کیا گیا جو پٹیل اور اسکی مضبوط پارٹی کی طرف سے عمل میں آ رہی ہیں اور جس معاملہ میں سوشلسٹ بھی انکے ہمنوا ہیں - دوسری بات یہ تھی کہ جمعیۃ العلماء کے سکریٹری محترم مولانا حفظ الرحمن نے محترم محمد علی جناح سے خط و کتابت کر چکے تھے جس میں مولانا محترم نے تمام مسلمان جماعتوں کی ایک کانفرنس کی درخواست کی تھی تاکہ وہ ملکر ایک لائحہ عمل قائم کر لیں - اور محترم محمد علی جناح نے اس بات کو غیر ضروری بتاتے ہوئے مولانا محترم کو مسلم لیگ میں شرکت کی دعوت دی تھی اور اس طرح یہ خط و کتابت بے نتیجہ ثابت ہوئی - تو ایک طرف تو کانگریس سے بے اطمینانی تھی اور دوسری طرف مسلم لیگ سے شکایت تھی -

تقاریر میں مسلم لیگ کے خلاف کہا گیا کہ جو مطالبات لیگ نے ابتک مانگے ہیں وہ سب مسلمانوں کے خلاف پڑے - اقلیتی صوبوں میں تناسب سے زیادہ نشستیں لیکر انہوں نے اکثریتی صوبوں میں اپنی اکثریت کو بیکار بنا لیا اب شاید پاکستان کے متعلق بھی ایک دن وہ اس نتیجہ پر پہنچیں کہ یہ مسلمانوں کے لئے خودکشی تھی - کانگریس کے خلاف یہ کہا گیا کہ تقسیم پنجاب و تقسیم بنگال کا مطالبہ اگرچہ پاکستان کا لازمی نتیجہ ہے لیکن ابھی قبل از وقت ہے -

ریزولیوشن متحدہ ہند کی موافقت میں پاس کیا گیا اور کہا گیا کہ کانگریس سے علیحدہ ہونیکا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا،

ایک شخص یا جماعت دیانتداری سے پاکستان کے خلاف ہو سکتی ہے - لیکن زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ عامۃ المسلمین کو اپنی دیانتداری کا ثبوت کب تک دلایا جائے - جمعیۃ العلماء ہند کو اس موقعہ پر یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے ...

(بقیہ صفحہ ۲ پر ملاحظہ ہو)

الامین

اپنے ساتھیوں سے!

ہم سب ایک عرصہ سے ساتھ کام کر رہے ہیں ایک ہی مقصد سب کے سامنے ہے ایک ہی تمنا ہمیں ہے — اپنی ملت میں اسلامی اصول پر ایک انقلاب پیدا کرنا، تھی تاریخی مقام پر ہم کھڑے ہیں اس سے آگے زندگی کی نئی شاہراہیں پیدا کرنا۔ اسلئے نہیں کہ تیرہ سو برس کے بعد اسلام کی حقیقت کو ہم نے سمجھا ہے۔ اور اب اپنی گمراہ قوم پر احسان کرنے کے لئے چلے ہیں بلکہ محض اسلئے کہ ہمیں یہی زندگی پسند ہے۔ اسکو طبیعت کا جبر کہئے یا اختیار و ارادہ سمجھئے ہے یوں کہ عشق میں زندگی خوب گذرتی ہے۔ زمانہ کی ضرورت، دل کا تقاضہ، زندگی کا لطف سب ایک ہی تجربہ میں نظر آئے۔ ہم نے عمارتیں بنائیں اور ڈھائیں۔ گلے میں زنار ڈالے اور بت توڑے۔ لیکن اپنے آپ سے اور اپنے خدا سے غداری کرنیکا کفر کبھی سرزد نہیں ہوا۔

باخط آزادگی بندگی آموختن
بادلِ بے آرزو چشم کرم داشتن

جہانتک اس جماعت کا تعلق ہے جسمیں ہم کام کرتے ہیں ہم نے اسکے اندر بہت سی امیدوں کو ختم ہوتے دیکھا، ہم نے یقین کو متزلزل ہوتے دیکھا، بجر کی نمود دیکھی، سراب کا وجود دیکھا، وہ داؤں جس پر زندگیاں لگی ہوئی تھیں رائگاں جاتے دیکھے، لیکن قلب کو اطمینان ہے، اگر دھوکے کھائے ہیں تو خدا کے نام پر ہی کھائے ہوئے ہیں، مارے ہوئے ہیں مگر مردار نہیں ہیں عشق کے مارے ہوئے ہیں۔ اور اگر سراب تک پہونچے ہیں تو شدت تشنگی ہی ہماری دلیل تھی۔

زنقص تشنہ لبی دان، بعقل خویش مناز
دلت فریب گر از جلوۂ سراب [illegible]

جماعتوں کو جتنا دیکھا مایوسی ہوئی۔ جہانتک ملت کا تعلق ہے ہم اس سے کبھی مایوس نہیں ہوئے جہانتک ہمارے کام کا تعلق ہے ہمیں اسکی صداقت میں کبھی شک نہیں ہوا۔ ہماری ابتک جد و جہد بھی بیکار نہیں تھی۔ خدا سے تجارت کرنے میں گھاٹا نہیں ہوتا، ایک نیک مقصد کے لئے جد و جہد بیکار نہیں جاتی، عشق میں بربادی نہیں ہوتی۔ درد کی دولت کو زوال نہیں۔ شاید ہمارے اندر یقین پیدا ہونے کے لئے یہ بات ضروری تھی کہ اور کسی میں یقین نہ رکھا جائے، امیدوں کے آستانہ کام کے لئے ضروری تھا کہ کسی آدمی کے دعووں پر نہیں بلکہ خدا کے کرم پر اسکی بنیاد رکھی جائے۔ آب حیات کا سرچشمہ خود اپنے اندر ہے۔ اس خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے جو دلوں کو توڑتا ہے اور اس لئے توڑتا ہے کہ ان کو اور زیادہ مضبوطی سے جوڑے۔

ہم ملت میں اس اخلاق اور مقصد کے رواج پانے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں ہمیں یقین ہے کہ یہ اسلامی انقلاب پیدا ہونا ممکن ہے۔ اسی لئے اکتوبر ۱۹۶۲ء میں ادارہ الامین کو قائم کیا۔ لیکن اس سے بہت دن پہلے وہ قرائن آشکار ہو چکے تھے جن کا نتیجہ ادارہ الامین کی صورت میں ظاہر ہوا۔

آج ہماری کیا حالت ہے؟

اپنی کوتاہیوں پر کیوں پردہ ڈالا جائے؟ غلط بیانی سے کیوں کام لیا جائے۔ ہمیں کوئی کاغذی ناؤ چلانی منظور نہیں ہے۔ کیا اسلئے اپنی کوتاہیوں کو چھپایا جائے کہ کوتاہیاں شرم کی بات ہیں؟ اگر جد و جہد اچھی ہو تو ناکامی شرم کی بات نہیں اور خدا کا شکر ہے کہ ناکامی گوارا ہے ہم بہت دور چھوڑ آئے ہیں۔ سمجھدار لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں چلتی کو گاڑی کہتے ہیں۔ آدمیوں کو دیکھ کر آدمی آتے ہیں۔ اپنی تعداد زیادہ دکھاؤ تاکہ اور لوگ شامل ہوں۔ لیکن ہمیں تو تلاش ہی ایسے آدمیوں کی ہے جو آدمیوں کو دیکھکر نہیں محض خدا کو دیکھکر ایک ارادہ کرتے ہیں۔ اور اپنی بات کی خاطر تمام دنیا کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

ہاں ہم بہت صاف صاف کہتے ہیں کہ ہماری تعداد بہت کم ہے۔ ہماری جماعت کا کوئی وقار نہیں اور عام طور سے یہی چیز لوگوں کو کھینچتی ہے۔ ہمارا خود کوئی وقار بجز اس وقار کے نہیں جو ہم خود اپنے لئے محسوس کرتے ہیں۔ دنیا میں ہماری کچھ عزت نہیں۔ ہم تو زندہ رہنے کے لئے خود اپنی عزت کر لیتے ہیں۔ ہمارے ساتھ شامل ہونے میں سوائے محنت اور تکلیف بلکہ خواری و ذلت کے اور کوئی "فائدہ" نہیں۔ انتہا یہ ہے کہ ہمارے "عہدوں" اور "اعزازوں" سے بھی لوگ بھاگتے ہیں۔

بڑی عزت والو! تم جانتے ہو ہمارے عہدوں میں کوئی اعزاز نہیں۔ لیکن ذمہ داری ضرور ہے۔ ہمارے پاس کوئی طرہ نہیں جو کسی کے زیب دستار کریں۔ ہاں دل کا خلوص ضرور ہے۔ اب جو کچھ اسکی قیمت ہو!

ہمارا کام ابتک کیوں نہ بڑھا جیسا بڑھ سکتا تھا اور بڑھنا چاہئے تھا؟ وسائل کی کمی بیشک! کمی ہی نہیں بلکہ خوفناک فقدان۔ کام بڑھانے کے لئے بلکہ کام چلانے کیلئے تبلیغ کرنے کے لئے بلکہ اخبار قائم رکھنے کے لئے غرض ہر کام کے لئے وسائل کی حسرتناک کمی۔

لیکن یہ بات بھی ہے کہ وسائل پیدا کئے جا سکتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم میں سے کچھ لوگوں میں غیرت ضرورت سے زیادہ ہے۔ لیکن اکثر میں مستعدی کی بھی کمی ہے۔

اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ انسان کی کمزور فطرت ہمیشہ کسی سہارے کی تلاش میں رہتی ہے اور مکار انسان اس کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میں بڑے آدمیوں کے وجود سے انکار نہیں کرتا۔ انسان ہی دنیا کی سب سے عظیم حقیقت ہے۔ لیکن میں یہ بھی یقین رکھتا ہوں کہ ہر آدمی میں تھوڑی بہت عظمت موجود ہے۔ کیا لازم ہے کہ آدمی ہمیشہ اسی انتظار میں رہے کہ جب کوئی بھگوان آئے تو اسی وقت سنبھالا جائے۔ ہمیشہ زبردست شخصیت کو ہی ڈھونڈھتا ہے۔ امام اور مجدد اور مہدی کا ہی منتظر رہے۔ ایک چھوٹی سی عظمت اسکے اندر بھی تو موجود ہے اس کو کیوں نہیں ظاہر کرتا۔

بھولے بھائی! دنیا بہت بری جگہ ہے۔ جسکو تم جبرئیل امین سمجھتے ہو وہ اگر کوئی گدھا نکلا تو کیوں کروگے۔

دوسری وجہ شاید یہ ہے کہ آدمی مرئی نتیجوں سے مرعوب ہو کر ایک بات میں جلد یقین کرنے لگتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قومی زندگی میں مرئی نتیجوں کی اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی عام طور پر سمجھی جاتی ہے دوسرے یہ کہ ہمارے کام سے جیسا کچھ بھی ابتک ہوا ہے کافی نتیجہ پیدا ہوا ہے۔ جن جن حلقوں میں یہ پیغام پہنچا ہے وہاں موافق فضا پیدا ہو چکی ہے۔ ضرورت اسباب کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ وسیع حلقوں میں اس پیغام کو پہونچایا جائے۔ اس کے مرئی نتیجے بھی ضرور نکلیں گے۔

تیسرے یہ کہ تجربہ یہ ضرور بتاتا ہے کہ اس کام کی ضرورت عام طور سے محسوس ہی نہیں کی جاتی۔ بلکہ اسکے لئے ایک میدان بھی موجود ہے اور مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ اس کام کا زمانہ آئیگا اور بہت جلد آنے والا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر ہم مستقل مزاجی سے اپنا کام کرتے رہے تو اس کام کی ساعت آئیگی اور ضرور آئیگی اور عنقریب آئیگی۔

یقین دنیا میں بڑی چیز ہے۔ اسکے بغیر دنیا میں پتہ نہیں ہل سکتا۔ ہمارے کارکنوں کی پہلی اخلاقی تربیت یہ ہو کہ وہ بجائے کسی شخص میں یقین رکھنے کے تعداد یا قلت تعداد سے مایوس ہونے کے اپنے اندر یقین رکھیں اپنے کام کی اہمیت کے اندر یقین رکھیں اور اپنے خدا کے اندر یقین رکھیں جو بالآخر اس کام کو بڑھائیگا۔

بیشک یقین کے سوتے یہی ہیں۔

ہر آدمی اس کام میں حصہ بقدر ہمت لے سکتا ہے بغیر پارٹی کا ممبر ہوئے حصہ لے سکتا ہے جو لوگ اس خدا کے کام میں ہمارا ساتھ دے سکتے ہیں (جماعتیں بنانا۔ اس ذہنیت کو عام کرنے کے لئے لوگوں سے ملنا، اخبار کی اشاعت کی توسیع کرنا، کوئی خاص اصلاحی منصوبہ چلانا، وسائل کو پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ۔ نیز وہ امور جن کی توضیح الامین مورخہ ۲ رمئی میں کی جا چکی ہے)

(بقیہ صفحہ ۶ کالم تین پر)

جے پرکاش نرائن اور حیدرآباد

جب سے کانگریس سوشلسٹ کانگریس سے علیحدہ ہوئے ہیں ... [illegible] ... صحیح طور پر بتا نہ سکے ... ہندوستان میں ہندو اور مسلمانوں کے اختلافات کو تیز کرنے کے درپے ہیں۔ اس سوشلسٹ جماعت نے اپنے پروگرام کا اہم ترین جزو پاکستان کی مخالفت اور اکھنڈ ہندوستان کا قیام رکھا ہے۔ جے پرکاش نرائن کو ریاست حیدرآباد پر بھی غصہ [illegible] ...

ہم نے یہ مانا کہ ریاست کی حکومت میں [illegible] ... بہت خامیاں ہیں ... [illegible] ... حالات [illegible] کہ ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے ان کو پا لیا جائے ... ریاست حیدرآباد کے صحیح حالات ... لیکن ہم یہ بات ماننے کو تیار نہیں کہ وہاں بھی بہت اصلاح طلب امور ہیں۔

لیکن جے پرکاش نرائن کے حیدرآباد جانے میں ... [illegible] ... کانگریس دیسی ریاستوں کو اپنی طرف لانے کے درپے ہے ... [illegible] ... ریاستوں کو ... [illegible] ... بے انصافیاں اور ظلم ... ہندوستان کو ... نہیں چاہتی ... اور شیخ عبداللہ کی گرفتاری سامنے موجود ہے ... ریاستیں کانگریس کی بات ماننے کو تیار نہیں ان کو کانگریس دھمکاتی ہے۔ نظام حیدرآباد مسلمان ہے اور شاید وہ کانگریس کی بات نہیں مانتا۔

ان حالات میں جے پرکاش نرائن کو تمام ہندوستانی ریاستوں میں ایک ریاست حیدرآباد ہی خاص طور پر سوشلزم کی محتاج نظر آتی ہے۔

وہ حیدرآباد ہو آئے ہیں۔ جاکر اشتعال انگیز باتیں کرتے ہیں۔ نظام کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اگر ان کو یہ تمام باتیں کہنے کی اجازت دیدی جائے تو ریاست میں بدامنی کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اگر ان کو گرفتار کیا جائے تو بدامنی کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ حکومت حیدرآباد نے ان کو حیدرآباد سے خارج کر دیا، ان کا مقصد پورا ہو گیا یعنی حیدرآباد میں ہندو مسلم تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ کہیں کہیں فساد ہو گئے۔

یہ سوشلزم بہت سمجھدار ہے۔ وسکا ضمیر کتنا صحیح فرقہ وارانہ جس رکھتا ہے!

امرتسر اور لاہور

امرتسر اور لاہور میں دوبارہ وحشت و خون کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ اخباروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بھیانک وحشت و خون اور آتش زدگی ... پہلے کبھی نہیں ہوئی تھیں۔ ہندوستان کے ... مستقبل کے فیصلوں میں پنجاب کی پوزیشن ... اہم ہے۔ انگریز نے ... تقسیم ... [illegible] ... تقسیم بنگال کی امید ... [illegible] ... پنجاب کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ... [illegible] ... سکھوں کے دو وزارتی ... مطالبہ ... کانگریس نے شرف قبولیت بخشا ہے ... کو بھی ... اور پنجاب کے متعلق فیصلہ شاید تمام ہندوستان کے ساتھ ہوگا۔

ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات کی موجودہ صورت میں انگریزی کی یہ غیر جانبداری ظلم سے زیادہ مہنگی ہے ... [illegible] ... انگریز ... [illegible] ... حالات ... [illegible] ... اپنی مرضی کے مطابق ... [illegible] ... یہ کھیل جاری رہیگا اور ہندو اور مسلمان ... کی قیمت اپنی جان اور مال اور عزت سے ادا کرتے ہیں۔ اگر ... ہندو اور مسلمانوں کی سمجھ ... ناگزیر ہے ... پردہ کے پیچھے ... ہو انگریز ... کے تار ہلاتا رہے۔ یہ معاملہ گاندھی جناح کی مشترکہ اپیل کے دائرہ سے آگے نکل چکا ہے۔ اور شاید ... جنھوں نے یہ اپیل شائع کرائی اور گاندھی اور جناح بھی جنھوں نے یہ اپیل شائع کی، اسباب کو خوب جانتے ہیں۔

ایک سوال
قیام پاکستان کے متعلق

[illegible] ... ایک آزاد خود مختار بنگال کی کوشش کر رہے ہیں ... پٹھان اپنی ایک علیحدہ خودمختار ریاست ... [illegible] ... کانگریسی ... مسلمانوں کے ... [illegible] ... ایک بالکل آزاد ریاست قائم کرنے کی ... [illegible] ... جی ایم سندھی ... [illegible] ... پاکستان میں پنجابی عنصر ... [illegible] ... دوسری طرف ہندوؤں کا پراپیگنڈہ تقسیم پنجاب و تقسیم بنگال کے لئے کافی زور پکڑتا جا رہا ہے ... اور انگریز یقیناً ... [illegible] ... اعلان کی تاریخوں ... کانگریس کے دباؤ کا نتیجہ تھا۔ ادھر مسلم لیگ تقسیم بنگال اور تقسیم پنجاب کے مطالبہ میں یہ تحریک ہے کہ ... صوبہ میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ... مسلمانوں کے لئے علیحدہ علاقہ ... جائیں۔ اور ... مسلمان ریاستیں بھی پاکستانی مرکز سے ... ہوں۔ لیکن اس میں دقت یہ ہے ... ریاستیں ... مسلمان ہیں آبادی ... [illegible]

... حالات کیا پاکستان کا قیام ممکن ہو؟ اگر پاکستان قائم ہو گیا تو وہ کوئی مضبوط ریاست بن سکیگا؟ آپکا اسکے متعلق کیا خیال ہے۔

جو مسلم لیگ کا مطالبہ ہے وہ آپکو معلوم ہے یعنی آسام بنگال پنجاب سرحد بلوچستان اور سندھ کی موجودہ حدود میں آزاد ریاست کا قیام جسکا طرز حکومت جمہوری ہو۔ اور اگر کچھ علاقے میں ہندو ... اسباب کو ناپسند کریں کہ مسلم اکثریت میں رہیں ... انتقال و تبادلہ آبادی ... [illegible] ... تبادلہ آبادی ... جہاں ہندو ... اقلیت میں ہیں ... علاقوں میں آجائیں جہاں انکی اکثریت ہو ... سرحد

اور مغربی پنجاب ... [illegible] ... بنگال ... [illegible] ... مسلمان ... [illegible] ... آبادی کی بنا ...

کانگریس ... [illegible] ... مسلم لیگ کا کہنا ... [illegible] ... مسلم لیگ کی ...

کانگریس کا مطالبہ واحد ہندوستانی ریاست کا قیام ... [illegible] ... بنگال ... [illegible] ...

واقعہ یہ ہے کہ اب تک کانگریس اور مسلم لیگ کی پوزیشن میں ... [illegible] ... اعلان ... [illegible]

کو کیا اعلان ہو۔ ... [illegible] ... انگریز کے ہاتھ میں ... [illegible] ... اعلان ... [illegible]

یہ بات کہ انگریز جو اعلان کرنیگا ... [illegible] ...

یہ تو ایسی صورت ہے ... آپ نے اپنے سوال ... [illegible] ... تمام مشکلات کو بیان کر دیا ... [illegible] ...

مثلاً تقسیم پنجاب و تقسیم بنگال کا مطالبہ ... [illegible] ... سیاسی چال ... [illegible] ...

اتنا تو پاکستان کے قیام کے متعلق ... [illegible] ... پاکستان کی حکومت ... [illegible] ...

اب تک ہمارا مستقبل بہت کچھ دوسروں کے فیصلوں پر ... [illegible] ...

خود اپنے ہاتھ میں لینا ہے۔

تنظیم کا مدافعتی اور تعمیری پہلو

ایک [illegible] بھائی نے ایک خط لکھا ہے جس میں "تنظیم" کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں وہ خیالات دوسرے بھائیوں تک بھی پہونچیں۔

تنظیم کا مدافعتی پہلو: تنظیم دو طرح کی [illegible] [illegible] [illegible] تنظیم [illegible] مدافعت [illegible] مدافعت خود [illegible] [illegible] [illegible] اور [illegible] [illegible] اسلام اور مسلمانوں کی بہبود [illegible] نہیں [illegible] اور قوم کی تباہی کا [illegible] بیارے [illegible] ہو گیا ہے۔ اور اگر مسلمانوں نے یہ ظلم کہیں کئے ہیں تو ان پر آنسو [illegible] بہانے چاہئیں۔ یہ حقائق ہیں جنکا [illegible] اس وقت کے اخباروں سے نہیں مٹ سکتا۔ ماضی کے اوراق اُلٹئے۔ بیروت وشلم کے ذرہ ذرہ میں مسلمان کے [illegible] رنگ نظر آئیگا۔ [illegible] ذرے [illegible] ذرے میں جو ابتک [illegible] میں نظر آتے ہیں۔ یہ یورپ [illegible] کا کارنامہ تھا۔ لیکن صلاح الدین [illegible] دل خدا کے سایہ میں زندہ تھا۔ انتقام کا گندہ جذبہ کبھی نہ اُٹھا [illegible] آبادیاں مفتوح علاقوں سے یا [illegible] علاقوں میں منتقل کر دی گئیں یا [illegible] وغیرہ محفوظ مقامات پر پہونچا دی [illegible] آج پورا علاقہ اسلامی ہے۔ [illegible] عیسائی مغرب کے ساتھ نہیں [illegible] [illegible] کے ساتھ تو ہے۔ یہاں کا مقدس [illegible] میں مسلمانوں کا خون بہا ہے [illegible] ہڈیوں سے وہاں کے ذرہ ذرہ [illegible] اسلام کا مرکز ہوگا اور آج کے قاتل اور ظالم کل اسی کے علمبردار ہوں گے۔

دوسرے کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہئے، جیسا ہوگا جیسا ایک بھائی کا دوسرے کے ساتھ!

"تو یہ ساوات انسانی برادری کا پیغام، اسلام ہی کا نام ہے۔ لا اکراہ فی الدین میں یہ ہدایت ہے کہ گمراہی بھی ایک بیماری ہے۔ محبت وشفقت کی محتاج ہے۔ ہمارا پیغام گھر گھر محبت، ہمدردانہ شفقت و یکجہتی کے ساتھ پہنچنا چاہئے۔ اس میں کسی قسم کی سختی نہ ہو۔

ہماری زندگی کا واحد مقصد [illegible] ایمان عمل صالح [illegible] [illegible] [illegible] دوسروں تک پہونچانا، اور ظلم [illegible]

تعمیری پہلو: [illegible] ہماری ملت کی زندگی کا دارو مدار [illegible] [illegible] لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ضعیف الاعتقادی [illegible] [illegible] [illegible] کے لئے [illegible] [illegible] ایک [illegible] جائیگی۔ [illegible] فرقہ بندی سے آزاد [illegible] ہمارا [illegible]

صرف مقابلہ کرنا۔ زمین خدا کی ہے۔ خدائی خدا کے لئے ہے۔ خدا کے پیغام اور اُسکے پیغام پہونچانے والوں کا مددگار وہ خود ہے۔ اگر جماعت بندی اور تنظیم کا یہ مقصد ہے تو وہ دن دور نہیں کہ آج کے بڑے بڑے دشمن دین اسلام کل خود ہی اسلام کے علمبردار ہوں"

انجمن اسلامیہ ہری پور ہزارہ

ہمارے دیرینہ کرم فرما محمد اکبر قریشی ہری پور ہزارہ نے انجمن اسلامیہ کے اغراض و مقاصد و قواعد و ضوابط کی ایک کاپی روانہ کی ہے۔ کوئی سترہ برس ہوئے کہ ماسٹر مظفر دین نے مسلمانوں کی بدبختی سے متاثر ہو کر اس انجمن کی داغ بیل ڈالی۔ اسوقت ہری پور ہزارہ میں مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ (جیسا اب بھی اکثر مقامات میں ہے) کہ لاوارث مسلمان میت کو دفنانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اسی انجمن کی ابتدا ۱۲ غریب مسلمانوں اور تین روپیہ دس آنہ کے معمولی چندہ سے ہوئی۔ لیکن یہ انجمن برابر ترقی کرتی گئی۔ اسنے ہری پور ہزارہ میں ایک شاندار عیدگاہ - ایک اسلامیہ مدرسہ، دار الیتامیٰ، اور جامع مسجد کی تعمیر کی۔ بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ دار الیتامیٰ کو چلانا اپنے فرض کو پورا کرنیکا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے جیسا اکثر مقامات پر بچوں کو گداگری سکھانے کا اور اپنے پیٹ میں دوزخ کے انگارے بھرنیکا بہانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ انجمن مسلمانوں کی تجارتی حالت کو سدھارنے کی طرف بھی خاص طور سے دھیان دیتی ہے۔ اور ہمیں بڑی خوشی ہے کہ ہمارے دوست خان محمد اکبر خان قریشی نے مال و مویشی کی خرید و فروخت کے لئے ایک منڈی کا اجرا بھی کرایا ہے۔

اعلیٰ حضرت نواب صاحب والئی ریاست [illegible] اس انجمن کے سرپرست ہیں۔

یہ انجمن ایک نیک کام کر رہی ہے۔ چھوٹی افراد سے بڑھکر پھیلنے کی اور اپنی قوم کی خدمت کی خاطر امیر اور غریب کے اشتراک عمل کی اچھی مثال ہے۔ خدا کرے یہ انجمن سیاسی اغراض سے پاک رہے۔ اور اسکا وجود مسلمانوں کے حق میں مفید سے مفید ثابت ہوتا جائے۔

ایک محترم بزرگ کی ہمت افزائی

جناب ڈاکٹر سید ظفر الحسن سابق پروفیسر فلسفہ مسلم یونیورسٹی کا

مکتوب گرامی

"پروفیسر صاحب کرم۔ اسمیں مجھ میں طاقت نہیں کہ کام میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ زبانی آپکی تائید کرتا رہتا ہوں وہ تو اپنے ہی خیالات کی تائید ہے۔

اللہ آپ کے کام میں برکت دے۔ باوجود آپ کے فیصلہ اتفاق کے میری رائے اب بھی یہی ہے کہ آپ کو نام بدلنا چاہئے۔ مسلمان اس نام سے اتنا بدک چکے ہیں کہ آپ کا حسن عمل اور حسن نیت بھی انہیں متاثر نہیں کر سکیگی۔

"الامین" دیکھا۔ میں آپ کا ہم خیال ہوں۔ بنیاد اصولاً ٹھیک ہے۔ [illegible] کام بھی ٹھیک کر دے اور نام بھی۔ کاش مجھ میں طاقت ہوتی تو میں بھی آپ کے ساتھ میدان میں کود پڑتا۔ والسلام

ظفر الحسن

اندھی کارروائی

ملیکھوں میں ابھی حال ہی میں کوئی غنڈہ ایک پٹاخہ دار المطالعہ کے سامنے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس دار المطالعہ کے سکریٹری محمد ادریس خان ہیں۔ پولیس نے آکر فوراً اس لائبریری کی تلاشی لی اور کچھ بھی نہیں نکلا صرف ایک رجسٹر اور بہت سی کتابیں اور اخبار اور رسالہ برآمد ہوئے۔ پولیس نے ان سب کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور پھر ان کے گھر کی بھی تلاشی لی گئی وہاں بھی کچھ نہیں نکلا۔

اور پولیس نے میاں ادریس اور ان کے ضعیف والد کو حوالات میں بند کر دیا۔ اور سنا ہے کہ اُن کو اس ریاکار پولیس نے تین ماہ کے لئے نظر بند کرا دیا ہے کہ یہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔

اُن کے چلے جانیکے بعد بھی مختلف جگہ بم پھٹے ایک ۲۴ اپریل کو پھٹا اور ایک ۲۹ اپریل کو لیکن ان کے متعلق پولیس ایسی اندھی اور بہری اور گونگی ہی کہ کچھ بھی تو نہ بولا۔

ان میں سے کسی کی تلاشی یا گرفتاری نہوئی ہم خوب اچھی طرح سے سمجھتے اور جانتے ہیں۔ غیر جانبداری اسکو نہیں کہتے۔

محمد الرزاق خاکسار سالار

ہمارا علاقہ

ہمارے علاقہ (یعنی یو۔پی کے مغربی اضلاع) میں گڑھ مکتیسر کے واقعہ کے بعد سے ایک فرقہ وارانہ کشیدگی پھیلی ہوئی ہے شہروں سے زیادہ دیہاتوں میں ہے۔ خوف اور انتقام کے جذبات شدید ہیں۔ کچھ اضلاع کو حکومت نے غیر محفوظ اور پرفساد علاقہ بھی ۔ ۔ ۔ ۔ قرار دیدیا ہے۔ حالات کچھ بہتر ہوتے آ رہے تھے۔ لیکن کچھ دن سے پھر اتفاقات خراب ہو رہے ہیں۔ ہمارا کام خوف کو پھیلانا یا انتقام کو مشتعل کرنا نہیں ہے۔ ہم یہ حالات اس لئے لکھ رہے ہیں کہ لوگوں کو تنبیہ ہو اور جو شخص ان حالات کو بہتر کرنے کی کوشش کرنا چاہتا ہے اور کر سکتا ہے، وہ ایسا کرے۔

(۱) پنجاب سے پناہ گزین آ رہے ہیں۔ پناہ گزینوں کی امداد کرنا انسانیت کا فرض ہے خواہ مظلوم کسی فرقہ یا قوم سے تعلق رکھتا ہو ــــ لیکن پناہ گزینوں کی موجودگی اور اشتعال انگیزی کا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ شہر دیگر قصبہ بھی گھر سکتے ہیں اور پھر دیہات پناہ گزین بھی بنائے جا سکتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ایسا ہو رہا ہے۔ اور یہ بڑی مصیبت ہے۔

گڑھ مکتیسر کے واقعہ کے بعد سے دیہات کے اندر دقت بے وقت سفر کرنا کبھی خطرہ سے خالی نہیں تھا لیکن اب اور بھی زیادہ خطرناک ہو گیا ہے۔ پنچایتیں زیادہ ہونے لگی ہیں۔ پنچایتوں کا ہونا بری بات نہیں ہے لیکن ان سے سازشوں کا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔

(۲) کانگریس کے ذمہ دار حلقوں میں ایسے آدمیوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے اور وہ بڑھتی جا رہی ہے جو چاہتے ہیں کہ جہانتک مسلمانوں کا تعلق ہے کانگریس حکومت کا رویہ سخت ہو جانا چاہئے اور آپس کے سماجی تعلقات میں بھی ہندوؤں کو دینی اکثریت کا پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے اور اپنی تعداد سے فائدہ اٹھائیں۔ انتقام کی پیاس بجھانا بھی شامل ہے۔ نواکھالی کے بعد بہار کے واقعات رونما ہونا انہیں لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ تمام اس زمانے کی تقریریں اور تحریریں۔ عام آدمیوں کی نہیں بلکہ نہایت ذمہ دار آدمیوں کی۔ دنیا کی کسی غیر جانبدار عدالت کے سامنے رکھ دو اور دیکھو وہ کیا فیصلہ کرتی ہے۔ یہ بات کہ بہار میں جو کچھ ہوا وہ نواکھالی کے واقعات کا لازمی اور فطری نتیجہ تھا محض غلط ہے اور جھوٹ ہے اور مکر ہے۔ اب پنجاب اور سرحد کے واقعات کا جو رد عمل پیدا کیا جا رہا ہے اسکو دیکھو۔

ہم اسی شمارہ میں کسی جگہ بابو پرشوتم داس ٹنڈن کی تقریر کا ترجمہ دے رہے ہیں۔ یہ ترجمہ ایک کانگریسی اخبار سے کیا گیا ہے۔ اس پر غور کرو۔ اس تقریر کا مطلب کیا ہے، یہ خوف پھیلانا کہ مسلمان کا بچہ بچہ مسلح ہو رہا ہے۔ جھوٹے سچے واقعات بیان کر کے ہندوؤں کو مشتعل کرنا۔ یہ کہنا کہ اگر تم نے ہتھیار نہ سنبھالے تو معلوم نہیں کل تمہارا کیا حشر ہو۔ آخر ان تمام باتوں کا مطلب کیا ہے۔ اور پرشوتم داس ٹنڈن اکیلے مرد میدان نہیں ہیں۔ ان کے معتقدین کافی ہیں۔ جو انکا پیغام گاؤں گاؤں پھیلاتے ہیں یہ ہم ذاتی علم کی بنا پر لکھتے ہیں، اور ان معتقدین کو غیر ذمہ دار آدمی کسی صورت میں نہیں کہا جا سکتا۔

(۳) اسمیں کوئی شک نہیں کہ بہت حد تک یہ خانہ جنگی خود اپنے طور پر بڑھنے اور پھیلنے لگی ہے لیکن سیاسی معاملات کا بھی اس خانہ جنگی پر کافی اثر ہوتا ہے۔ کوئی خاص سیاسی نظریہ اس خانہ جنگی کے پھیلنے کے لئے بہت اچھا موقعہ ہوتا ہے۔ کوئی خاص دن منایا جانا وائسرائے کی طرف سے کسی خاص اعلان کا ہونا وغیرہ وغیرہ سیاسی معاملات بھی بہت نازک دور سے گذر رہے ہیں۔ وائسرائے صاحب ۲ جون کو اعلان کرنے والے ہیں۔ معلوم نہیں یہ اعلان کیا ہو گا۔ یا تو یہ اعلان ایسا ہو گا کہ کسی طرف سے فوراً مخالفت شروع ہو جائے یا ایسا ہو گا کہ وقتی طور پر مان لیا جائیگا اور جب اس پر عمل ہوگا تو اختلافات ظاہر ہوں گے۔ کہا جاتا ہے کہ ۲ جون کے اعلان کا ایک امادہ ہو گا یا اگر تقسیم ہندوستان اس اعلان میں موجود ہو گی تو تقسیم پنجاب اور تقسیم بنگال بھی ہو گی۔ غرض یہ قیاس آرائیاں کئے بغیر یہ بات ہر شخص بالیقین جانتا ہے کہ سیاسی معاملات بہت نازک دور سے گذر رہے ہیں اور ملک کی حالت بہت اشتعال پذیر ہے۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ اعلان کے بعد جو صورت حالات پیدا ہو اس پر قابو پانیکا کافی انتظام کیا جا رہا ہے لیکن موجودہ صورت میں کسی وجوہ سے اس انتظام پر پورا پورا بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

(۴) کانگریس کے اندر جس رجحان کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے وہ صرف صوبہ یو۔پی میں ہی محدود نہیں ہے، یہ رجحان تو عام طور سے پھیلا ہوا ہے۔ سردار پٹیل اپنی اکثر تقاریر میں اسی رجحان کی ترجمانی فرماتے ہیں۔ صرف صوبہ یو۔پی کا ذکر اسلئے کیا ہے کہ ہم خاص طور پر مخصوص ایک علاقہ کا ذکر کر رہے ہیں۔

(۵) اس عرصہ میں پولیس نے بھی قیام امن کے نام پر کچھ اچھی کارگذاریاں نہیں کی ہیں کیا یہ ہے کہ پبلک سیفٹی ایکٹ کے ماتحت وجہ بلا وجہ لوگوں کو جیلخانوں میں ڈالدیا ہے ایسے متعدد واقعات ہمارے علم میں ہیں۔ اسکا نتیجہ سوائے بدامنی خوف اور ہراس کے زیادہ پھیلنے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

زمانہ کچھ ایسا آگیا ہے کہ جو شخص کچھ نیکی اور بھلائی کی بات کرنا چاہتا ہے وہ لازمی طور پر صرف اپنے ہم مذہب آدمیوں سے ہی کہہ سکتا ہے۔ دوسرے مذہب کے آدمی اسکی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہر شخص ان دونوں کیمپوں میں سے۔ ہندو اور مسلمان۔ ایک کیمپ میں ہے خواہ وہ اسباب کو مانے یا نہ مانے۔ ہر مسلمان خواہ وہ کتنا ہی آزاد خیال کیوں نہ ہو۔ حفاظت کے لئے مسلمانوں میں جائیگا اسکے علاوہ حفاظت ناممکن ہے۔ اسلئے برادران وطن سے تو کوئی بات کہنی بالکل بیکار ہے۔ وہ جو کچھ مناسب سمجھیں کریں۔ ہاں مسلمانوں سے اتنا ضرور کہنا ہے کہ بلا خوف و ہراس اور ہوشیار و مستعد اور بلا کسی نفرت کے جذبے اور ظلم کے ارادہ کے رہنا ہو، اسطرح رہنا ہے جیسے ہم ایکہزار برس سے رہتے چلے آئے ہیں۔

ہاپوڑ کے اسیر خاکساروں کے متعلق

محترم محمد سلطان ۔ محمد عثمان ۔ مصطفےٰ محمد عثمان کی گرفتاری کے سلسلہ میں معلوم ہوا ہے کہ مسلمانان ہاپوڑ نے ایک درخواست حکام ضلع کی خدمت میں روانہ کی ہے۔ ایک خصوصیت اس درخواست کی یہ ہے کہ اسپر دستخط کرنے والے تمام سیاسی جماعتوں کے مسلمان ہیں وہ مسلمان بھی کثیر تعداد میں ہیں جو لیگ سے تعلق رکھتے ہیں اور جمعیۃ العلماء کی مسلمان اور کانگریسی مسلمان بھی ہیں انہوں نے محترم محمد سلطان اور انکے ساتھیوں کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔

"پچھلی مرتبہ جب ہاپوڑ میں برادران ہنود کی طرف سے نقص امن ہوا تو یہی لوگ تھے جو مسلمان محلوں میں خوف اور ہراس کو دور کرتے پھرتے تھے اس زمانہ میں ان لوگوں کی خدمت کا ہمیں دلی اعتراف ہے ۔ ۔ ۔ ۔ فساد کے زمانہ میں بھی جب ہر طرف خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا اور لوگ گھروں میں بند بیٹھے یا بھاگ رہے تھے تو یہ لوگ گلیاں اور کوچوں میں کھلا کھلا طور پر لوگوں کی ڈھارس بندھاتے پھرتے تھے" درخواست کی گئی ہے کہ مناسب تحقیقات کر کے ان لوگوں کو رہا کر دیا جائے کیونکہ ایسی باتوں سے اور بے اطمینانی اور بے چینی پھیلتی ہے، اور اس نازک زمانہ میں بے اطمینانی بے چینی خوف اور عام ہونا فساد اور نقص امن کا سب سے بڑا باعث ہے"۔

اگر عوامی اور نمائندہ حکومت کے کچھ بھی معنی ہو سکتے ہیں تو محض یہ ہیں کہ ایسی حکومت صرف ان رپورٹوں پر اطمینان نہ کرے جو ایک چھوٹے ملازم پچھلے عہد کی روایات کو قائم رکھتے ہوئے بھیجتے رہتے ہیں بلکہ براہ راست لوگوں سے اپنا تعلق پیدا کر کے ان سے صحیح حالات معلوم کرے۔ اور انکی خواہشات اور ان کے مفاد کا مناسب لحاظ کرے حکومت کو یہ بات یاد رکھنی ہے کہ انکے اور عوام کے درمیان ایک دیوار موجود ہے۔ اور اگر انکو عوام تک پہنچنا ہے تو بلا تکلف اس طرح پہنچیں جیسے الیکشن کے زمانہ میں پہنچتے ہیں جب تک کہ حکومت کے ملازم اپنے پرانے اثرات سے آزاد ہو کر اپنے فرائض کا نیا تخیل پیدا کریں نہیں کا مطلب نہ ہو جائیں۔

(بقیہ صفحہ ۲ سے آگے)

اور جس حد تک ساتھ دے سکتے ہیں وہ اس خط کو دیکھ کر ادارہ میں اطلاع دیں تاکہ صحیح اندازہ ہو سکے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور اپنی موجودہ صلاحیتوں کو کس طرح بہترین طریقہ پر منظم کیا جا سکتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ اس مرتبہ آپ دستخط کرنے میں ضرورت نہیں پڑیگی

خاکسار ناظم ادارہ الامین

(بقیہ مضمون صفحہ ایک سے آگے)

کہ دلائل کی رو سے پاکستان مناسب رہیگا یا نہیں، بلکہ اسباب پر غور کرنا تھا کہ عام مسلمانوں میں انکا اثر کیوں کم ہوتا جا رہا ہے کیا بدگمانیاں پھیلی ہوئی ہیں جنکو دور کرنا تھا۔

دوسری بات یہ کہ اس موقعہ پر ہندوستان کے آئینی مستقبل کا فیصلہ ہو رہا ہے، بہرحال کہتے یہی ہیں، مسلمانوں کی نمائندگی اسوقت مسلم لیگ کر رہی ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے اور کسی نمائندہ نظریہ کی گنجائش نہیں ہے۔ رائے عامہ لیگ کی [illegible] نہیں کہتا کہ رائے عامہ بدلی نہیں جا سکتی یا کسی جماعت کو [illegible] اس بات پر زور دیتا ہوں کہ عام لوگوں کی رائے بدلنے سے پہلے پاکستان یا [illegible] ہندوستان کا سوال [illegible] پیش ہوتا نظر آ رہا ہے۔ اور [illegible] زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ لیگ کی نمائندگی سے جو نتائج پیدا ہو رہے ہیں خواہ وہ کسی کے [illegible] سے خراب [illegible] آج یہ غور کیا جائے کہ اس بدلی ہوئی صورت حالات میں مسلمانوں کی بہترین خدمت کیا کی جا سکتی ہے [illegible]

[illegible] یہی بہترین خدمت ہے اور یہی بہترین سیاست ہے۔

۱۶ رمئی کی بجائے ۲ رجون
اس شیطانی ڈھیل ڈھال کو ختم کرو

معاملات بہت بگڑ چکے ہیں!

ہندوستان کی حالت روز بروز ہر حیثیت سے بگڑتی ہی جا رہی ہے۔ صرف یہی نہیں کہ ہندو مسلمانوں کے درمیان نفرت بڑھتی جا رہی ہے بلکہ یہ نفرت زیادہ سے زیادہ ظلم اور تشدد کی صورت میں ظاہر ہو رہی ہے وہ لوگ جنہیں ذرا زیادہ ذمہ دار [illegible] احساس کی توقع کی جا سکتی تھی اس نفرت کے تلخ [illegible] کی ہوئی [illegible] حصہ لے رہے ہیں [illegible] صورت حالات کے [illegible] اخلاقی معیار روز بروز گرتا جا رہا ہے [illegible] اور معاشی کی دنیا میں [illegible] پھیلی ہوئی ہے [illegible] تو پھر قابو پانا بہت [illegible] لگا کر بڑے بڑے شہروں میں [illegible] پورے صوبوں میں [illegible] کی وجہ سے تجارت کی حالت [illegible] ہوتی جا رہی ہے [illegible] بڑھتی جا رہی ہے [illegible] ملک [illegible]

اور کچھ معلوم نہیں کہ آئندہ چند ماہ ہندوستان پر [illegible] گذریں۔ آگ ہر علاقوں میں ایک عرصہ سے جان اور مال اور عزت کے لیے کوئی سلامتی نہیں اس [illegible] قانون لاچار ہے اور اعتبار کسی علاقہ کو بھی نہیں۔

اس صورت حالات کی ذمہ داری بہت کچھ انگریز پر عائد ہوتی ہے اگر انگریز واقعی اس ملک سے جانا چاہتا ہے اور تمام طاقت سے دست بردار ہونا چاہتا ہے تو اس بات کے مدنظر کہ دو سو برس سے اس ملک میں وہ سیاہ و سفید کا مالک رہا ہے۔ اس طاقت کو ہندوستانیوں کے سپرد کرنیکی ذمہ داری بھی اسی کی ہے انگریز نے اعتبار دلایا کہ اب آزادی کے وعدے پورے ہونے کا وقت آ گیا۔ ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو اپنا منصوبہ بھی شائع کر دیا، پھر کم از کم ۱۶ مرتبہ اسکی توجیہیں اور تشریحیں ہوئیں کسی نے اسکا کچھ مطلب سمجھا اور کسی نے کچھ سمجھا اور انگریز نے کسی کو نہیں بتایا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ یہانتک کہ ۲۰ فروری کے اعلان میں تاریخ بھی مقرر کر دیگئی۔ انگریز نے ایک نہایت تقدس مآب غیر جانبداری سادھلی ہے۔ کہدیا ہے کہ ہندوستانیوں کو اپنے مستقبل کو طے کرنیکے متعلق کلی اختیار ہے۔ بس ہم تو سفارشیں تجویزیں دیتے، انتظامات سامنے رکھدیتے ہیں اپنے ذمہ داری کے احساس کو ختم کرنیکے ساتھ ساتھ بہت حد تک اپنی طاقت بھی ختم کر لی یہانتک کہ اگر اپنی ذمہ داری کو پورا کرنیکا ارادہ بھی کرے تو کر سکے سیاسی اطمینان موجود ہے مختلف قوموں کی کشمکشیں بڑھتی جا رہی ہیں تصادم روز بروز خوفناک صورت حالات اختیار کرتے جا رہے ہیں اور انگریز کی ذمہ داریاں اور ذمہ داریاں پوری کرنیکا ارادہ اور طاقت ختم ہوتی جا رہی ہے اور انگریز صرف جون ۱۹۴۸ء تک موجود ہے کیا محض اسلئے ہے کہ جون ۱۹۴۸ء تک اور ہندوستان کی حالت جتنی بگڑ سکے اتنی بگاڑ دی جائے تاکہ ہندوستانیوں میں کچھ سمجھ آ جائے۔ اور انگریز کے حق میں تبدیلیاں پیدا ہو جائیں

ملاقاتیں ہو رہی ہیں، وائسرائے اور حکومت برطانیہ میں مشورے ہو رہے ہیں، بڑی بڑی ترکیبوں سے ہندوستانی لیڈروں کو آپس میں ملایا جا رہا ہے (جیسے گاندھی اور جناح کو ملایا گیا) گورنر بلائے جا رہے ہیں، تاریخیں مقرر ہو رہی ہیں، چوبیس گھنٹے کے اندر اندر تاریخیں ملتوی ہو رہی ہیں۔ اور یہ معلوم ہو رہا ہے کہ بڑی زبردست تگ و پو جاری ہے۔

معلوم ہوا تھا کہ ۱۶ رمئی کو وائسرائے [illegible] حکومت برطانوی کے منصوبے کا اعلان کریں حکومت برطانوی کے منصوبے [illegible] ہو گئے ہیں اور منسوخ ہو گئے ہیں معلوم نہیں [illegible] اتنا بھی بھول گئے کہ اس بات میں استقلال [illegible] بات زور نہیں ہو سکتا یا یہ سب باتیں بیکار ہیں [illegible] پھر وائسرائے صاحب نے [illegible] ۲ رجون تاریخ مقرر کی اور ایک بیکون کا [illegible] کے لئے پیش کر دیا جس [illegible] اور ایکی مرتبہ یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس اعلان [illegible] اگر کوئی شورش ہوئی تو اس کا مقابلہ کرنے کے [illegible] انتظام کر لیا گیا ہے۔

اب [illegible] انگریز ہندوستان سے [illegible] ایک بات طے کر دیتا ہے اور پھر اس بات کو [illegible] شیطانی ڈھیل ڈھال سے کام لے رہا ہے [illegible] ہندو مسلمان [illegible] کے متعلق [illegible] خیالات رکھتے ہیں حالات خراب ہوتے جا رہے ہیں [illegible] ہندوستانیوں کی [illegible] اور نااہلی ظاہر ہو رہی ہے [illegible] معلوم نہیں ۲ رجون کو [illegible] سفارشات شائع ہوں گی یا کم از کم [illegible] ہو گا یا کہا جائیگا۔

[illegible] دامن صاف بچا لیں؟ اسکی یہ غیر جانبداری کو ختم ہے۔ پھر کچھ فیصلہ ہو دیکھا جائے!

یہ عجیب تماشہ ہے جسمیں لاکھوں آدمیوں کی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ گھر برباد ہو رہے ہیں عزتیں تباہ ہو رہی ہیں ——— اور نتیجہ کچھ نہیں نکل رہا۔ اتنی مہنگی جنگ کبھی نہیں لڑی گئی۔ حق یہ ہے کہ انگریز اس قابل ہے کہ ہندوستان سے لاتیں مار کر اسکو باہر نکالا جائے!

پاوڑ کے خاکساروں سے

یہ معلوم ہو کر تعجب اور افسوس ہوا کہ محترم سلطان اور انکے ساتھی گرفتاری کے بعد عمل میں سرگرمی نہیں رہی جو پہلے تھی جماعت کی طاقت صرف تعداد پر منحصر نہیں بلکہ اسپر منحصر ہے کہ وہ تعداد کسطرح اور کسقدر موثر ہے صلاحیت کا ادنیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ ہر خاکسار دوسروں سے بے نیاز ہو کر کام کرنا سیکھ جائے آدمی اور جانور میں فرق یہی ہے جانور دوسروں سے ہنکایا جاتا ہے اور انسان اپنے ایمان کے زور پر عمل کرتا ہے۔ سالار اور رفیقوں کی گرفتاری کے بعد عمل کو ختم کر دینا بدعہدی کی بدترین صورت ہے ساتھ نبھانا [illegible] اس کام کو جو مشترک طور پر کیا جا رہا ہے بڑھایا جائے [illegible] ساتھ آج کام نہیں کر رہے ہیں تو [illegible] علاوہ [illegible] کر دے کہ وہ لوگ ہمارے ساتھ کام کرنے [illegible]

123774

مدیر اختر حامد خان

(پرنٹر پبلشر عبدالرؤف خان [illegible])